مجمع البحرین

تصنیف سُلطان دارا شکوہ

مؤلف

پروفیسر محمدؒ یونس شاہ گیلانی

الگیلان پبلشرز ایبٹ آباد (ہزارہ)

**Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.**

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

مجمع البحرین

تصنیف سلطان داراشکوہ

مؤلفہ

پروفیسر محمد یونس شاہ گیلانی

الگیلان پبلشرز ایبٹ آباد (ہزارہ)

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں۔

133647

تعداد	ایک ہزار
بار اوّل	۹ مئی ۱۹۸۳ء
مصنّف	سیّد یونس شاہ گیلانی
مطبع	ایس اے پرنٹرز لمیٹڈ ایبٹ آباد
کتابت	صوفی محمد صدیق مانسہروی
پبلشر	الگیلان پبلشرز ایبٹ آباد (سربن چوک)

قیمت [redacted] روپے

Marfat.com

انتساب

اپنے خالو ڈاکٹر محمد عبداللہ مرحوم قادری نوشاہی امرتسری

کے نام

جن کے فیضانِ نظر سے ہمارے گھرانے نے آدابِ بندگی سیکھے۔

Marfat.com

فہرستِ مضامین

مقدمہ { از ڈاکٹر یوسف عباسی صدر شعبۂ تاریخ
قائداعظم یونیورسٹی۔ اسلام آباد

دارا شکوہ کی ابتدائی زندگی۔
تعلیم و تربیت اور اس کے اساتذہ
دارا شکوہ کا سیاسی زوال اور شہادت

تصانیف

سفینۃ الاولیاء۔ سکینۃ الاولیاء۔ رسالہ حق نما۔ حسنات العارفین۔
سرِّ اکبر (اپنشدوں کا ترجمہ)۔ بھگوت گیتا۔ بیاض دارا شکوہ۔ مکاتیب
دیباچہ مرقع۔ دیوان دارا شکوہ (اکسیر اعظم)۔ مجمع البحرین۔

دارا شکوہ کے ہم خیال ساتھی:

بابا لال بیراگی۔ سرمد شہید۔ شیخ محب اللہ الٰہ آبادی وغیرہ
مجمع البحرین۔ فارسی متن
مجمع البحرین۔ اُردو ترجمہ

Marfat.com

وجۂ تالیف

دارا شکوہ کفر والحاد میں اکبر بادشاہ کا نمائندہ تھا، وہ ہندو بن گیا تھا، وہ ہندو جوگیوں اور سنیاسیوں سے مجلس آرائی کرتا تھا اور ویدوں اور اپنشدوں میں حقیقت کی تلاش کرتا تھا۔ اگر اورنگ زیب عالمگیر تخت نشین نہ ہوتا تو تمام ہندوستان میں ایک بھی مسلمان نظر نہ آتا۔ دارا شکوہ نے رام و رحیم کو ایک کردیا اور اس نے مجمع البحرین تصنیف کرکے ایک عظیم گناہ کا ارتکاب کیا جس کی پاداش میں اورنگ زیب نے اسے لائق دار جانا اور مفتیانِ شہر نے اورنگ زیب کے اس خیال کی تائید و حمایت اپنے دستخط شدہ فتووں سے کردی! ــــــ راقم الحروف نے اکثر ایسے خیالات و نظریات اچھے خاصے پڑھے لکھے بلکہ دانشور طبقہ سے بارہا سنے۔ لیکن استفسار کے بعد یہی معلوم ہوا کہ ان کے نظریات کی بنیاد زمانہ طالبعلمی میں نصاب میں پڑھائی جانے والی تاریخ کی کتب ہیں اور بس۔ یعنی کارِ طفلاں تمام خواہد شد۔

زیر نظر تصنیف مجمع البحرین مصنفہ شہزادہ دارا شکوہ ایک عرصے سے نایاب تھی۔ ۱۹۲۹ء میں پروفیسر محفوظ الحق نے باہتمام رائل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ اسے ایڈٹ کیا تھا۔ یہ ایڈیشن انگریزی میں تھا۔ حسنِ اتفاق سے مجھے اپنے خاندانی کتب خانہ سے ایک قلمی نسخہ مجمع البحرین کا مل گیا جو پروفیسر محفوظ الحق کے نسخوں سے بھی قدیم تھا۔ اس کا بالاستیعاب مطالعہ کرنے کے بعد میں نے ضروری سمجھا کہ اس نسخہ کو افادۂ عام کے لیے شائع کردیا جائے۔ چنانچہ مجمع البحرین مع اُردو ترجمہ پیشِ خدمت ہے۔ فائدہ یہ ہے کہ نام نہاد دانشور براہ راست دارا شکوہ کے خیالات سے مستفید ہوکر کوئی حتمی رائے قائم کرسکیں۔ میں نے دارا شکوہ کے احوال و آثار کو تاریخ کے آئینہ میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور اس ضمن میں شاہ جہانی دور کی کتب تاریخ سے مدد لی ہے۔ اب یہ قارئین کرام کا کام ہے کہ زیر نظر تصنیف کو دارا شکوہ کا ایک ملحدانہ فعل قرار دے کر مسترد کردیں یا اسے ایک عالمانہ تحقیق و جستجو کا شاہکار سمجھ کر حرزِ جاں بنالیں وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہ

سیّد محمّد یونس شاہ گیلانی

ایبٹ آباد

۹ مئی ۱۹۸۳ء

Marfat.com

مقدمہ

از ڈاکٹر محمد یوسف عباسی ایم۔ اے پی ایچ ڈی۔
صدر شعبۂ تاریخ۔ قائداعظم یونیورسٹی۔ اسلام آباد

داراشکوہ کی زندگی کا سب سے بڑا المیہ یہ تھا کہ وہ شاہجہان کا فرزند دلبند اور تخت و تاج کا وارث تھا۔ اگر وہ کسی غریب گھرانے کا چشم و چراغ ہوتا تو شاید اسکی زندگی کامیاب ہوتی اور اس کا شمار اس دور کے برگزیدہ صوفیوں میں ہوتا۔ وہ اہلِ علم میں ایسا ارفع مقام حاصل کرلیتا کہ آئندہ نسلیں اس سے اکتساب فیض کرتی رہتیں۔ اگرچہ صوفی اور عالم کی حیثیت سے اس نے بہت نام پیدا کیا تاہم امورِ سلطنت نے اس کی فطری صلاحیتوں کو پوری طرح ابھرنے نہ دیا۔ اس کے برعکس اس کا عالمانہ ذوق اور صوفیانہ مزاج اس کے لیے "روشنی طبع تو برمن بلا شدی،، ثابت ہوا اور وہ سیاست و حکومت میں ماہرانہ صلاحیت حاصل نہ کرسکا جو اس کے اعلیٰ ترین منصب کا تقاضا تھا۔ داراشکوہ فطری طور پر شاعر، صوفی منش اور فلسفیانہ ذوق کا مالک تھا۔ یہ صفات ایک عام آدمی کو کبیر یا میاںمیر تو بنا سکتی ہیں لیکن سیاسی جدوجہد میں کامیاب نہیں کرا سکتیں۔ مغل شہزادے کے لیے یہ خوبیاں نہ تھیں بلکہ مہلک قسم کی کمزوریاں تھیں جن کا راستہ تختِ شاہی کے بجائے تختۂ دار کی طرف جاتا تھا۔ یہ کیسے ممکن ہوسکتا تھا کہ ذہنی میلان منصور حلاج کی طرف ہو اور منزل تختِ شاہجہانی ہو۔ مغل شہزادوں کی زندگی بہت مختلف قسم کی تھی۔ ان میں سے بیشتر کا وقت سپاہیانہ مشاغل، سیر و شکار، درباری سیاست اور شاہد و شراب میں گزرتا تھا۔ شجاع اور مراد اسی قسم کے شہزادے تھے۔ عالمانہ ذوق، صوفیانہ تفکر، مراقبہ اور تزکیہ نفس جیسی غیر مرئی افکار کا ان کی پُرہنگام زندگی میں دخل نہ تھا۔ اس کے برعکس

داراشکوہ عربی، فارسی اور علوم متداولہ کے علاوہ سنسکرت اور ہندو فلسفہ میں بھی یدِطولیٰ رکھتا تھا اور اس کا بیشتر وقت درباری تقریبات اور علمی مشاغل میں گزرتا تھا۔ وہ شان وشوکت کا بہت دلدادہ تھا اور اپنی تعریف سننے کا بھی۔ وہ اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ بحیثیت ولی عہد کے اسے اپنے بھائیوں سے چنداں خطرہ نہیں ہوگا لیکن وہ تیموری شہزادوں کی بے رحم روایت کو بھول گیا تھا۔ کہ تخت کی سیڑھیوں پر چڑھنے کے لیے بھائیوں کی لاشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اگرچہ دارا کے دل میں اورنگ زیب کی طرف سے وسوسہ ضرور تھا لیکن اس نے وہ خوبیاں پیدا نہ کیں جو اسے اورنگ زیب کی تلوار سے بچا سکتیں

اورنگ زیب فن حرب کے ساتھ فن سیاست میں بھی ماہر تھا۔ وہ آہنی عزم کا مالک، تجربہ کار سپہ سالار اور عیار سیاستدان تھا۔ جب واقعات نے دارا اور اورنگزیب کو ایک دوسرے کے مخالف کردیا تو شکست دارا کا مقدر بن گئی۔

یہ تو مسلم امر ہے کہ اورنگ زیب نے جنگ وراثت کو مذہبی جنگ کا رنگ دیا تھا۔ وہ دارا کی فلسفیانہ بے راہ روی سے خوب آشنا تھا جس کو اچھال کر اس نے اپنا سیاسی مقصد حاصل کیا۔ بھائیوں کی جنگ وراثت کو معرکۂ حق و باطل اور کفر و اسلام کی آویزش ثابت کرنے کا رجحان عام ہے۔ لیکن تاریخی شواہد اس مفروضہ کی تائید نہیں کرتے اگر یہ واقعی مذہبی جنگ ہوتی تو سارے ہندو دارا کے جھنڈے تلے صف آراء ہوتے اور سارے مسلمان اورنگ زیب کے علم تلے جمع ہوتے۔ لیکن صورت حال مختلف تھی۔ دارا نے اودے پور کے مہاراجہ راج سنگھ کی جان بخشی کروائی تھی۔ اور ریاست بحال کروائی تھی لیکن راج سنگھ نے باقی ماندہ پرگنہ جات حاصل کرنے کے لیے اورنگ زیب کا ساتھ دیا۔ راجہ روپ نے نادرہ بیگم کا دودھ پیا تھا اور شاہی انعام و اکرام سے وافر حصّہ پایا تھا لیکن دیورائے کی جنگ میں وہ دارا کے مخالف فریق کے ساتھ تھا۔ شجاع کی شکست کے بعد راجہ جے سنگھ نے نہ صرف اعلانیہ اورنگ زیب کا ساتھ دیا۔ بلکہ راجہ جسونت سنگھ کو بھی اورنگ زیب

Marfat.com

کی حمایت پر آمادہ کر لیا۔ اس کے برعکس دارا کا راجپوت جانثار راجہ روپ سنگھ ساموگڑھ کے میدان میں اورنگ زیب پر حملہ کرتا ہوا مارا گیا۔ ان حالات کے پیشِ نظر یہ قطعی فیصلہ صادر کرنا کہ یہ کفر و اسلام کی جنگ تھی قرین انصاف نہیں ہے۔

شیکسپیئر کے المیہ ڈراموں کے ہیرو کی طرح داراشکوہ کی ناکامی بھی اس کے کردار کی خامیوں کا سانحہ تھی۔ اس میں شاہجہان کی فروعی اور ظاہری صفات کا عکس تھا جبکہ اورنگ زیب میں شاہجہان کی اعلےٰ صفات اجاگر ہو گئی تھیں۔ دونوں بھائیوں کے کردار تخالف اور تضاد کی تصویر پیش کرتے ہیں۔ داراشکوہ روشن جبیں، کشادہ دست، علم دوست اور غریب پرور انسان تھا۔ لیکن وہ کئی منفی صفات کا بھی حامل تھا۔ وہ خود کو عقلِ کُل تصور کرتا تھا۔ اس کی خودسری اور خودرائی کا یہ عالم تھا کہ اختلاف رائے برداشت نہیں کر سکتا تھا جس کی وجہ سے مقربین اور جانثاروں کو بھی جرأت نہ ہوتی کہ وہ نیک و بد کی نشاندہی کر سکتے اس وجہ سے خوشامدی اور موقع پرست اشخاص کو شہزادہ کا قرب حاصل تھا۔ جس طرح وہ نرم دل تھا اسی طرح وہ مغلوب الغضب بھی تھا۔ اس کا غصہ پہاڑی ندی کی طغیانی کی طرح تھا کہ پل بھر میں ہلاکت آفریں طوفانی لہر اور پھر ویسے ہی نرم رو اور پایاب۔ چنانچہ دارا کے غضب سے امراء اتنے خائف نہ تھے جتنے کہ اورنگ زیب کے معنی خیز خندہ زیرلب سے۔

دارا کی ترجیحات بھی غلط تھیں۔ وارث تخت کو امورِ سلطنت اور فنِ سپہگری کو اولیت دینا چاہیئے تھی لیکن وہ اپنا بیشتر وقت علم و ادب، فلسفہ و تصوف کی گتھیاں سلجھانے میں صرف کرتا۔ اِن خوبیوں سے وہ شیخ الجامعہ تو بن سکتا تھا۔ تاجدار نہیں۔ اورنگ زیب بھی اعلےٰ پایہ کا عالم اور صاحبِ ذوق انسان تھا لیکن وہ حکومت کے تقاضوں اور علمی مشاغل میں بنیادی فرق سے بخوبی واقف تھا۔ چنانچہ اس نے کبھی تلوار کی جگہ کتاب کو نہ دی۔

دارا اور اورنگ زیب دونوں مسلمان تھے، اگرچہ دونوں کا اسلامی سنغو مختلف تھا۔ دارا اکثر اورنگ زیب کو "نمازی" کہا کرتا تھا جس سے وہ بزعم خود اپنے چھوٹے بھائی کی

Marfat.com

نمائشی عبادت یا ریاکاری کا مذاق اُڑایا کرتا تھا۔ اس اختلاف میں اعتقادات سے زیادہ سیاسی منافقت اور شخصی نفرت کا جذبہ کارفرما تھا۔ بعض مؤرخین دارا کو اکبر کا روحانی جانشین سمجھتے ہیں۔ جہاں تک رواداری اور صلح کل کی حکمت عملی کا تعلق ہے دونوں کے خیالات میں چنداں فرق نہیں تھا۔ البتہ دونوں کے معتقدات میں بہت فرق تھا۔ اگرچہ اکبر کے مذہبی خیالات و معتقدات فی نفسہ متنازعہ موضوع ہے جس پر مخالف و متضادم آراء ملتی ہیں لیکن دارا کے مذہبی فکر کے متعلق کوئی ابہام نہیں ہے۔ اگرچہ اورنگ زیب نے دارا پر الحاد کا فتویٰ لگایا لیکن اس فتویٰ سے دارا کافر اور ملحد تو قرار نہیں دیا جا سکتا اورنگ زیب کو بھائی کے قتل کا مذہبی جواز مطلوب تھا۔ اگر وہ فتویٰ کے تکلف کے بغیر بھی دارا کو قتل کروا دیتا تو بھی اسے کوئی مشکل پیش نہ آتی۔ اس فتویٰ کی وہی سیاسی حیثیت تھی جو شہزادہ اکبر نے اپنے والد اورنگ زیب کے خلاف بغاوت کرنے کے بعد اس کی معزولی کے لیے حاصل کیا تھا۔

اس بحث میں بنیادی امر تو یہ ہے کہ اکبر اور دارا کے دینی عقائد میں بڑا فرق تھا۔ اگر مُلا عبدالقادر بدایونی اور عیسائی مشنریوں کی شہادت پر تکیہ کیا جائے تو اکبر کے الحاد و زندقہ میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ ابوالفضل نے بھی اکبر کے کئی غیر شرعی احکام کی نشاندہی کی ہے۔ اکبر نے توحید میں دوسرے مذاہب کی آمیزش کی لیکن اس کے برعکس دارا نے ہندومت اور ویدانت فلسفہ کا عمیق مطالعہ تو ضرور کیا لیکن دین الٰہی کی طرح کوئی مذہبی ملغوبہ تیار کرنے کی کوشش نہ کی۔ اکبر الہامی کتابوں کا قائل نہ تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ خالق کُل جو مجسم اور متشکل نہیں ہے کیسے کسی شخص کی زبان سے بول سکتا ہے۔ وہ حدیث کو مشکوک سمجھتا تھا اور اس کی پابندی کا مکلف نہ تھا۔ لیکن دارا کی کتابیں قرآنی آیات اور احادیث کے حوالوں سے پُر ہیں۔ دارا نہ صرف قرآن کو بلکہ ویدوں کو بھی الہامی کتابیں سمجھتا تھا۔ البیرونی نے بھی ویدوں میں توحید کے تصور کی طرف اشارہ کیا ہے۔ تاہم واضح حوالہ

Marfat.com

کے بغیر ویدوں کو الہامی کتاب ماننا مسلمان کے لیے مشکل ہے۔ لیکن وہ لوگ جو قرآن کریم کی اس آیت کو پیشِ نظر رکھتے ہیں کہ ہر قوم کے لیے ہادی بھیجے گئے تو یہ ناممکن ہے کہ اقوام کا دائرہ صرف سامی النسل لوگوں تک محدود سمجھا جائے۔ اس مسئلہ کی حیثیت کچھ بھی ہو یہ فروعی قسم کا غیر ضروری سوال ہے جس سے اسلام کی نفی لازم نہیں ہوتی۔ دارا شکوہ معراج جسمانی پر ایمان رکھتا تھا اور اپنے دور کے فلسفہ کے مطابق اس کی توجیہ بھی تلاش کر لی تھی۔ یعنی حضور سرور کائناتؐ کا وجود ہوا سے سبک تر تھا۔ اس لیے اُن کے لیے معراجِ جسمانی ممکن تھا۔ علمی اعتبار سے یہ تاویل قابلِ التفات نہ ہو لیکن اس سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ دارا کا ذہن کافرانہ تھا۔ دارا کے کلام اور کتابوں میں حضور سرور کائنات سے گہری محبت جھلکتی ہے۔ ابتدا میں اس کا یہ خیال تھا کہ جب صوفی درجہ معرفت کو پہنچ جاتا ہے تو وہ شرعی عبادات کی پابندیوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ یہ خیال دارا کی اختراع نہیں تھا بلکہ اس دور کے صوفیوں ہی کیا، موجودہ دور کے صوفیاء میں بھی عام ہے منصور حلاج اور سرمد جیسے مجذوب اس مکتبۂ فکر کی نمائندگی کرتے ہیں۔ جب دارا نے حضرت ملا شاہ بدخشی کی بیعت کی تو انہوں نے دارا کی خام خیالی کو دُور کر دیا اور اسے شرعی عبادات کی سختی سے تاکید کی۔ اس کے بعد دارا صوم و صلوٰۃ کا پابند ہو گیا۔ البتہ کبھی کبھی کوتاہی کر جاتا۔ اکبر کی طرح دارا نے ہندو رسُوم اختیار نہ کیں۔ نہ وہ قشقہ لگاتا اور نہ ہی ہولی کھیلتا تھا۔ ہندوؤں سے رواداری کا سلوک ضرور کرتا۔ ہندوستانیوں اور جوگیوں سے تبادلۂ خیال بھی کرتا لیکن اس کے باوصف اس نے ہندوانہ وضع قطع اختیار کرنے یا ان کی رسوم اپنانے سے گریز کیا۔ اس کے خلاف ایک اور سنگین الزام یہ عائد کیا گیا ہے کہ اس کی انگشتری پر "پربھو" کا ہندی لفظ کندہ تھا جس کے معنی خدا کے ہیں۔ اورنگ زیب کے مقرر کردہ علماء کی نظروں میں یہ انگشتری دارا کے الحاد کی نشانی تھی۔ حالانکہ وہ اللہ کو رب العالمین سمجھتا تھا۔ شاید اس نے پربھو کا لفظ کسی یوگی کی خوشنودی کے لیے استعمال کیا ہو

ہو یا محض رواداری کی علامت کے طور پر - بہر کیف اس کے تحت جو جذبہ کارفرما تھا وہ اس کے اس شعر کی تفسیر تھا۔

؎ بنام آنکہ او نامی ندارد
بہر نامی کہ خوانی بر سر آرد

دارا کی طبیعت تصوف کی طرف جوانی سے ہی مائل تھی۔ غالباً ۱۶۳۵ء میں وہ حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کے دل میں شوق و طلب کی آرزو جاگ اٹھی۔ حضرت میاں میرؒ کے انتقال کے بعد اُن کے خلیفہ حضرت ملّا شاہ بدخشی کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور سلسلۂ قادریہ سے منسلک ہوگیا۔ رسالہ حق نما میں اس نے اپنی قلب ماہیت کی تفصیل بیان کی ہے۔ اس کے بعد وہ لکھتا ہے کہ حجابات دُور ہوتے گئے۔ دارا کی بہن جہاں آرا چشتی خاندان میں حلقہ بگوش تھی اور اس نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی سوانح مرتب کی۔ مونس الارواح کے مطالعہ سے جہاں آرا کے فضل و کمال کے علاوہ اس کی تصوف سے گہری دلچسپی کا اندازہ ہوتا ہے۔ غالباً اپنی عالی خیال ہمشیرہ سے متاثر ہوکر دارا شکوہ نے اپنے مرشدِ اعلیٰ حضرت میاں میرؒ بالا پیر کے حالاتِ زندگی پر سکینۃ الاولیاء نامی کتاب لکھی۔ یہ محض واقعات کا مجموعہ نہیں بلکہ سالک راہِ حق کے مشاہدات اور تجربات کی تصویر بھی ہے۔ یہ کتابیں ۱۶۳۹ء سے ۱۶۴۶ء کے عرصہ میں لکھی گئیں اور یہ دارا کی منزل شوق میں سنگِ میل کا درجہ رکھتی ہیں۔

دارا شکوہ کی تصانیف میں وحدت الوجود جیسے متنازعہ مسائل کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔ اور ویدانت کی بازگشت بھی۔ لیکن یہ نتیجہ اخذ کرنا محلِ نظر ہوگا کہ ویدانت اس کے لیے منبع رشد و ہدایت تھا۔ اس کے بیشتر خیالات ابن العربی اور ابونصر سراج کی مرہونِ منت ہیں۔

رسالہ حق کے بعد دارا نے عیسائیت، یہودیت اور ہندومت کا گہرا مطالعہ کیا اور

Marfat.com

۱۶۴۷ء سے ۱۶۵۷ء تک کے دس سال اس نے مذاہب کے تقابل اور تجزیہ میں گزار دیئے اس کی روحانی کیفیات کا حال تو معلوم نہیں لیکن اس کے علمی مشاغل کی تصویر بڑی روح پرور ہے۔ اس کا بیشتر وقت مختلف مذاہب کے پرستاروں سے تبادلہ خیال میں گزرتا اور وہ پنڈتوں سے سنسکرت سے فارسی ترجمہ کے مسائل پر گفتگو کرتا۔ اس دور میں دارا نے تین گرانقدر کتابیں لکھیں۔ بھگوت گیتا کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ مجمع البحرین لکھی اور اپنشدوں کا فارسی ترجمہ سرالاسرار کے عنوان سے پیش کیا۔

مجمع البحرین اسکی آخری اور معرکتہ الآرا کتاب ہے کتاب مروجہ انداز میں حمد باری، درود و سلام سے شروع ہوتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ دارا بدستور مسلمان ہے البتہ وہ عقیدہ توحید پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ میں ہندو یوگیوں اور پنڈتوں سے تبادلہ خیال کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ تصور ایزدی اسلام اور ہندو مت دونوں میں موجود ہے۔ محض "اختلاف لفظی" سے یہ مسئلہ نزاعی صورت اختیار کر گیا ہے یہ حقیقت ایسی ہے جو اہل نظر کے لیے آشکار ہے لیکن "کند فہمان غیر بین" اسے نہیں پا سکتے۔ دارا نے ہندو اور اسلامی تصورات کو ہم آہنگ کرنے کی بھی کوشش کی۔ البیرونی کی طرح دارا نہ تو خود اعلیٰ پایہ کا سنسکرت دان تھا۔ اور نہ ہی محقق۔ اس لیے اس نے دونوں مذاہب میں قدر مشترک کی تلاش میں کئی فاش غلطیاں بھی کیں۔ لیکن یہ غلطیاں عالمانہ جستجو کا فطری تقاضا تھا انہیں بدنیتی پر محمول کرنا بذات خود بددیانتی ہوگی۔

پروفیسر سید یونس شاہ نے مجمع البحرین کا تحقیقی مطالعہ کیا ہے اور اس کتاب کے مختلف نسخوں کا تقابل اور تجزیہ کرنے کے بعد زیر نظر کتاب مرتب کی ہے۔ یہ کام بذات خود اعلیٰ قسم کی تحقیق میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے سلیس اور شگفتہ انداز میں مجمع البحرین کا اردو ترجمہ پیش کر کے سرمایۂ علم و ادب میں گرانقدر اضافہ کیا ہے۔

یونس شاہ صاحب نہایت باریک بین نقاد ہیں جن کی نگاہ چھوٹی چھوٹی جزئیات

Marfat.com

کا بھی محاکمہ اسی طرح کرنی ہے جیسے کہ مہمات الامور کا۔ چنانچہ اُن کے تحقیقی نتائج بدرجۂ اتم ندرت کے حامل ہیں۔ ممکن ہے کہ دارا کے متعلق آپ ان کی آراء سے متفق نہ ہوں لیکن یہ بات تسلیم کرنا پڑے گی کہ ان کی آراء ٹھوس تحقیق پر مبنی ہیں اور محض "میں نہ مانوں" سے ان کی اہمیت کم نہیں کی جاسکتی۔ اورنگ زیب پر بہت کچھ لکھا گیا ہے لیکن کسی کو دارا کی حمایت میں قلم اُٹھانے کی جرائت نہیں تھی۔ پروفیسر یونس شاہ اس اخلاقی جرائت کے لیے مستحق تہنیت ہیں کہ انہوں نے مروّجہ آراء کے سامنے سرِ تسلیم خم نہیں کیا بلکہ تحقیق کی نئی راہ نکال کر دارا شکوہ قادری کی شخصیت کو اس کے علمی کارناموں کے حوالہ سے اُجاگر کیا ہے۔ ہمارے ہاں دارا کی دہریت تاریخی مسلّمات میں داخل سمجھی جاتی ہے۔ حالانکہ دارا کافر نہ تھا۔ جیسے عصرِ حاضر کی سیاست میں حریفوں کو غدار کہہ کر بدنام کرنے کا رواج ہے ویسے ہی اس دور میں سیاسی دشمنوں پر کُفر کا فتویٰ لگا کر گردن زدنی قرار دیا جاتا تھا۔ آج تک اکثر مؤرخ اورنگ زیب کی پاسداری کرتے رہے ہیں۔ لیکن یونس شاہ صاحب نے دارا کا مؤقف پیش کرکے تاریخ کو نئے زاویے سے جانچنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

ڈاکٹر یوسف عباسی

صدر شعبۂ تاریخ۔ قائداعظم یونیورسٹی

اسلام آباد۔

Marfat.com

مجمع البحرین
شہزادہ دارا شکوہ

مجمع البحرین کا مصنف شہزادہ محمد دارا شکوہ پاک و ہند کی علمی، ادبی اور روحانی تاریخ کا ایک ایسا باب ہے جسے مؤرخین نے ایک ہی رُخ سے دیکھا، پرکھا اور فیصلہ کر دیا اور شہزادہ موصوف کے احوال و آثار پر اب بھی جو تاریکی کے سائے پڑے ہوئے ہیں، وہ ہماری اسی یک رُخی سوچ کا نتیجہ ہیں۔ یہ صورت حال نہ صرف بے انصافی کا مظہر ہے بلکہ ہماری علمی و ادبی وراثت سے عدم توجہی کا ثبوت بھی ہے۔ ایک انگریز کرنل سلیمن کو جب دارا شکوہ کے مزار پر جانے کا اتفاق ہوا تو اس نے کہا:۔

"کہ افسوس اس سنگ مرمر کی سِل کے نیچے وہ سر دفن ہے جس میں وہ عالی دماغ ودیعت کیا گیا تھا کہ اگر زمانہ اسے کچھ مہلت دیتا تو وہ اہلِ ہند کی قسمت بدل دیتا اور ہندوستانیوں کی تعلیم اور طرزِ تعلیم بالکل جداگانہ ہوتی۔" [۱]

دارا کی ابتدائی زندگی کے بارے میں کچھ زیادہ معلومات تاریخوں اور تذکروں میں نہیں ملتیں۔ حالانکہ شہزادہ کی گوناگوں مصروفیات اور اشغال کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس نابغۂ روزگار کی سوانح کی تفصیلات، جزئیات کی حد تک موجود ہوتیں تاکہ مختلف شعبہ ہائے

[۱] بحوالہ نیرنگ خیال نومبر ۱۹۳۰ء صفحہ ۴۵

Marfat.com

علوم وفنون میں اس کا مقام متعین کرنے میں آسانی ہوتی اور یہ معلومات پسِ منظر کے طور پر محققین کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوتیں۔

شاہ جہاں جب شہزادہ خرم تھا تو ایک عظیم سلطنت کا ولی عہد ہونے کے باوجود اولادِ نرینہ سے محروم تھا۔ وہ اس فطری خواہش کی تکمیل کے لیے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے مزار پر بکثرت حاضر ہوتا اور بڑے خشوع کے ساتھ تاج و تخت کے وارث کے تولد ہونے کی دعائیں مانگتا۔ آخر دعائیں بارآور ہوئیں۔ اور ممتاز محل کے بطن سے ایک فرزند ۱۹ صفر ۱۰۲۴ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۶۱۵ء کو اجمیر میں پیدا ہوا۔ شاہنشاہ جہانگیر نے اپنے پوتے کا نام محمد دارا شکوہ رکھا۔ اس سے قبل شاہجہاں کے ہاں دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ حور النساء جو ۸ صفر بروز ہفتہ ۱۰۲۲ھ کو آگرہ میں تولد ہوئی اور تین سال ایک ماہ زندہ رہنے کے بعد اجمیر میں ۲۴ ربیع الثانی کو فوت ہوگئی۔ دوسری لڑکی جہاں آرا بیگم میواڑ کی مہم کے دوران ہنی گاؤں میں ۲۱ صفر ۱۰۲۳ھ کو پیدا ہوئی۔[2]

اس لیے دارا شکوہ کی پیدائش پر شاہانہ وقار اور عیش و نشاط کا مظاہرہ کیا گیا اپنی پیدائش کے ذکر میں شہزادہ سفینۃ الاولیاء میں حضرت خواجہ اجمیریؒ کے ذکر میں یوں رقمطراز ہوتا ہے:۔

"نیاز مند بھی کئی بار روضہ پر حاضر ہوا ہے۔ اجمیر شریف کی فضا بڑی دلکش اور یہاں کی آب و ہوا میں نور و سرور کے اثرات گھلے ملے ہیں اس کے چاروں طرف ایک بڑا طویل و عریض تالاب ہے جو دریا کی سی وسعت لیے ہوئے ہے۔ اس کا نام ساگر تال ہے۔ اس فقیر کی ولادت بھی خطۂ اجمیر میں ساگر تال کے قریب ہوئی ہے اور اس فقیر کی تاریخِ پیدائش دوشنبہ ماہ صفر ۱۰۲۴ھ ہے۔ قبلہ والد ماجد کے گھر میں تین لڑکیاں تھیں۔ کوئی لڑکا متولد نہیں ہوا تھا اور ان کی عمر ۲۴ سال کی

---

[2] :۔ بادشاہ نامہ۔ جلد اوّل صفحہ نمبر ۹۳۔ ۳۹۱۔

ہو چکی تھی۔ والد ماجد نے اس اعتقاد کی بنا پر جو انہیں خواجگان سے تھا، نذر و نیاز کی پیشکش کے بعد لڑکے لیے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کے صدقے میں اس فقیر کو پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اور اس کی رحمت سے امید ہے کہ وہ اپنی اور اپنے دوستوں کی محبت سے نوازے اور نیکی کی توفیق ارزانی فرمائے۔" لے

جشن ولادت کے موقعہ پر ابوطالب کلیمؔ نے تہنیتی قصیدہ پیش کیا جس کے ایک مصرعہ سے تاریخ بھی نکالی ہے۔

؎ بگوش دل از بہر تاریخ آمد "گل اولین گلستان شاہی"

۱۰۲۴ھ

داراشکوہ کی ابتدائی مروجہ تعلیم کا آغاز ملّا عبداللطیف سلطانپوری کی اتالیقی سے ہوا دارا کی عمر اس وقت چھ برس تھی اس زمانہ میں شاہجہاں پریشان حال تھا یہاں تک کہ سر میں بغاوت کا سودا سمایا۔ کچھ ملکہ نور جہاں کی کدورت کا بھی اثر تھا۔ آخر باپ سے صلح ہوئی اور داراشکوہ و اورنگ زیب کو بطور یرغمال جہانگیر کے پاس روانہ کر دیا گیا۔ اس وقت دارا گیارہ برس کا تھا ؎ۃ۔ چنانچہ ان حالات میں داراشکوہ نے ملّا عبداللطیف سلطانپوری سے اکتسابی علوم حاصل کئے یہ امر حیرت انگیز ہے کہ شہزادے نے اپنی تصنیفات میں ملّا موصوف کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ ایک دوسرے استاد حضرت اخوند میرک شیخ کا ذکر بڑے ادب کے ساتھ اپنی تصنیفات میں کیا ہے ایک جگہ لکھتا ہے :-

"حضرت اخوند میرک شیخ جو میرے علم ظاہر کے استاد اور عالم فاضل ہیں۔ زہد و پرہیزگاری میں اور حق گوئی میں ان کا قدم نہایت استوار ہے

لے سفینۃ الاولیاء مصنفہ شہزادہ داراشکوہ۔ اردو ترجمہ وارث کامل صفحہ ۱۱۸

؎ۃ جون ۱۶۲۶ء۔ دیکھئے منتخب اللباب جلد اوّل صفحہ ۳۲۷ و تزک جہانگیری صفحہ ۳۹۱

Marfat.com

حضرت اخوند میرک کی بطور خاص قدر افزائی کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ حضرت میاں میرؒ کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے۔ ملا عبداللطیف بھی ایک جید عالم تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ انکی اتالیقی کا زمانہ مختصر تھا کیونکہ شاہ جہان کے بادشاہ بننے سے پہلے یہ اتالیق مقرر ہو چکے تھے ان کا شاگرد دارا شکوہ بھی سن شعور کی پختگی اور فرق و تمیز کی حدود سے بہرہ ورنہ ہوا تھا اس لیے ممکن ہے کہ وہ تاثرات لوح قلب پر قائم نہ رہ سکے ہوں جو اس فاضل زمانہ نے ابتدائی تعلیم میں مرتب کیے ہوں گے۔ عمل صالح کا مصنف ملا عبداللطیف کے بارے میں لکھتا ہے۔

"سر آمد فضلائے ملت حنیف مولانا عبداللطیف بگرد آوری سائر علوم و جملگی فنون حکمتی و ادبی کوشیدہ نہایت مراتب امکان ایں مرتبہ بدست آوردہ بحدت فہم و قوت حافظہ و فصاحت تقریر و صفائی تحریر بے نظیر وقت و روزگار بود۔ پیش از جلوس مبارک سعادت ملازمت شرف دریافتہ بہ منصب تعلیم شہزادۂ بلند اقبال محمد دارا شکوہ مقرر گشت۔" ۲؎

ان دو فضلائے زمانہ کے علاوہ شیخ بروہی کا ذکر بھی دارا کے اساتذہ کے ضمن میں کیا جاتا ہے ان اساتذہ کی نگرانی میں دارا شکوہ نے ظاہری علوم یعنی ادبیات عربی و فارسی، تفسیر و فقہ اور علوم متداولہ کی تعلیم حاصل کی لیکن جس تعلیم پر دارا شکوہ خود فخر کرتا ہے وہ اس کی روحانی اور باطنی تعلیم ہے اس ضمن میں دارا کے اساتذہ کی ایک کثیر تعداد ہے جن میں اولیاء اللہ کے علاوہ ہندو فقیر اور جوگی تارک الدنیا بھی موجود ہیں۔ دارا کی تصنیفات اور تالیفات میں جگہ بہ جگہ ایسے معتقد اور صاحب حال و قال کا ذکر پایا جاتا ہے جن سے وقتاً فوقتاً وہ روحانی بالیدگی پاتا رہا۔ کئی ایک سے اپنی روحانی صحبتوں کا ذکر بھی کیا ہے۔ حضرت میاں میرؒ لاہوری کا تو سارا خاندان صدق دل سے معتقد تھا۔ شاہ جہاں نے متعدد بار حضرت میاں میرؒ کے ہاں

۲؎ عمل صالح صفحہ ۳۸۳

حاضری دی اور رشد و ہدایت سے مستفید ہوا۔ چونکہ دارا شکوہ، شاہجہان کا بڑا بیٹا تھا اور بڑی منتوں کے بعد پیدا ہوا تھا اس لیے اپنے باپ کی مصاحبت میں ہمہ وقت رہتا اور بادشاہ بھی ایک دم کی جدائی گوارا نہیں کرتا تھا۔ اس طرح حضرت میاں میرؒ کے پاس جانے کے بیشتر مواقع اسے میسر آئے۔ چنانچہ دارا شکوہ کی تصنیف سکینۃ الاولیاء جو حضرت میاں میرؒ کے احوال و اشغال کے متعلق ہے مصنّف کی کمال عقیدت و محبّت کا بیّن ثبوت ہے۔

دارا شکوہ کی منگنی کی رسم ممتاز محل بیگم کی خواہش کے مطابق شہزادہ پرویز کی لڑکی کریم النساء المعروف بہ نادرہ بیگم سے طے پا چکی تھی لیکن اسے اپنی زندگی میں بیٹے کی خوشی دیکھنے کا موقعہ نصیب نہ ہوا۔ اس کی وفات کے بعد دارا شکوہ کی شادی بڑے تزک و احتشام کے ساتھ نادرہ بیگم سے جنوری ۱۶۳۳ء کے اواخر میں انجام پائی۔[۲] شادی میں جملہ مروجہ رسومات پر دل کھول کر دولت لٹائی گئی اور شاہ جہان نے اپنے چہیتے بیٹے کو اس کی ماں کی عدم موجودگی کا احساس نہ ہونے دیا۔ کئی دنوں تک تقریبات جاری رہیں کہا جاتا ہے کہ شادی کے جملہ مصارف پر تین کروڑ بیس لاکھ روپے خرچ کئے گئے۔ دارا کے بھائیوں کے علاوہ دربار کے تمام بڑے بڑے منصبداروں نے دارا کی قیام گاہ پر جا کر مبارکباد پیش کی اور تحائف نذر گزارے۔

شاہ جہان کی خواہش تھی کہ دارا شکوہ کو امور جہانبانی اپنی نگرانی میں سکھائے۔ دارا کے بھائیوں شجاع، اورنگ زیب اور مراد کو مختلف صوبوں میں جاگیریں ملی ہوئی تھیں اور وہ سب وہاں کے نظم و نسق کو بطریقِ احسن اپنی ذاتی نگرانی میں چلاتے تھے اس کے برعکس دارا شکوہ پر عنایت شاہانہ بے حساب تھیں اور وہ دار الخلافہ میں بیٹھ کر اپنے وکیلوں کی معرفت حکومت کی دیکھ بھال کرتا تھا اس کے دوسرے بھائیوں کو یہ بات کھٹکتی تھی شاہ جہان کے اکتالیسویں جشن سالگرہ کے موقعہ پر دارا شکوہ کو ۱۲ ہزار ذات اور

---

[۲] بحوالہ ظفر نامہ شاہجہان از مولوی ذکاء اللہ دہلوی ص ۱۴۶۔ شعبان ۱۰۴۲ھ میں سلطان پرویز (خلف جہانگیر) کی بیٹی سے شاہزادہ دارا شکوہ کا نکاح ہوا۔ بزم نشاط و چراغاں نے آرائش پائی اور آتشبازی کے عجائبات ہوئے شاعروں نے تہنیت نامے لکھے اور تاریخ ہوئی۔ ع "قران کردہ سعدین بہ برج جلال"

۶ ہزار سوار کا پہلا منصب ۱۱ ربیع الثانی ۱۰۴۳ھ مطابق ۱۰ اکتوبر ۱۶۳۳ء کو ملا لے۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً داراشکوہ کے مناصب جلیلہ میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوتا رہا۔ دارا پر عنایت خسروانہ کی رفتار سے یوں محسوس ہوتا ہے گویا شاہجہان انعام واکرام اور عزت و ترقی کے مواقع کی تلاش میں رہتا ہے چنانچہ پانچ سات سال کے عرصہ ہی میں دارا کا منصب ۲۰ ہزار ذات اور ۲۰ ہزار سوار کا ہو گیا جس میں ۲۰ ہزار دو اسپہ سہ اسپہ بھی تھے ٢ے

غالباً مغلیہ سلطنت میں کسی شہزادے کو اتنی جلدی اسقدر اکرامات کا مستحق نہیں سمجھا گیا اسی سال شہزادے کو ولی عہد سلطنت مقرر کرنے کا شاہی اعلان بھی ہوا اور اس کے ساتھ ہی حصار کی جاگیر بھی عنایت ہوئی۔ اس پرورش شاہانہ کو دارا کے دیگر بھائی دیکھتے تھے اور بعض حالات میں اپنی حق تلفی کو شدت سے محسوس کرتے تھے مثلاً جب ۱۶۵۷ء میں دارا کو بہار کی صوبیداری بھی مل گئی تو شاہ شجاع جو بنگال واڑلیسہ کا صوبیدار تھا رنجیدہ خاطر ہو گیا۔ اب دارا کے اختیار و تحویل میں حصار، الہ آباد، پنجاب، گجرات، ملتان اور بہار کی سرکاریں تھیں۔ اس وسیع جاگیر اور سلطنت کے باوجود داراشکوہ امور جہانبانی میں ناکام و نامراد رہا۔ سلطنت میں قیام نے اسے علم کے میدان کا شہسوار تو بنا دیا لیکن میدانِ جنگ کے داؤ پیچ سمجھنے سے وہ قاصر رہا۔ وہ شاہی دربار میں بیٹھا علماء اور فضلاء سے مختلف موضوعات پر تبادلۂ خیال کرتا رہتا جبکہ اس کی وسیع سلطنت کے علاقوں میں اس کے نائب حکومت کرتے اس کے علاوہ بہت کم وقت کے لیے اور کبھی کبھار وہ اپنے علاقوں میں بہ نفیس نفیس جاتا۔ اسطرح وہ اپنے لوگوں اور فوج کے بہادروں سے کٹ کر رہ گیا اور وہ اعتبار و اعتماد جاتا رہا جس کے نتیجے میں صلہ اور وفاداری ظہور میں آتی ہے۔

داراشکوہ کو ولی عہد بنانے کے بعد اُسے "شاہ بلند اقبال" کا خطاب مرحمت ہوا۔ بادشاہ

لے عبدالحمید۔ بادشاہ نامہ ص ۱۴۱۵

٢ے قانونگو۔ داراشکوہ (انگریزی) ص ۲۲

Marfat.com

کے دربار کے وقت دارا کے لیے الگ تخت اور شاہی چھتر موجود ہوتا۔ بادشاہ کے پہلو میں اس کے لیے جگہ مخصوص ہوتی۔ غرضیکہ تمام امراء اور وزراء کو عملی طور پر یہ باور کرا دیا گیا کہ دارا شکوہ مستقبل میں ہندوستان کا بادشاہ ہو گا۔ لیکن اس کرّ و فر کے باوجود شہنشاہ کی قربت اور شاہی دربار سے وابستگی اسے وہ کچھ نہ دے سکی جس کی ایک عظیم سلطنت کے ولی عہد کو ضرورت ہوتی ہے۔ تاہم اس کے کردار کا ایک روشن پہلو یہ ہے کہ جنگ و سیاست میں وہ ہزیمت کے باوجود اس نے مصائب و آلام کے دوران جس صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا۔ اس کی ایک ایسے شہزادے سے توقع نہیں کی جا سکتی تھی جس کی زندگی میں راحت، عیش و مسرّت اور فارغ البالی کا دور دورہ تھا اور غم و اندوہ کا دُور دُور تک نشان نہ تھا۔

دارا شکوہ نہایت رحمدل، انصاف پسند اور سخی تھا۔ دارا کے ہاں پہلے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو چند ماہ زندہ رہ کر ۲ رمارچ ۱۶۳۴ء کو فوت ہو گئی۔ اس دوران شہزادہ جو باپ کے ساتھ لاہور آ رہا تھا، شدّتِ غم کی وجہ سے سخت بیمار پڑ گیا۔ اس امر نے شہنشاہ کو بھی متفکر کر دیا۔ یہاں تک کہ شاہجہان خود متعدد بار اس کے خیمے میں تیمارداری کیلئے گیا اور غریبوں اور فقیروں میں کثیر خیرات تقسیم کی۔ [1]

دارا شکوہ کی نادرہ بیگم کے بطن سے آٹھ اولادیں ہوئیں جن میں ۴ لڑکے اور ۴ لڑکیاں تھیں۔ لڑکوں میں سے مہر شکوہ ۱۶۴۹ء میں چند ماہ زندہ رہ کر فوت ہو گیا۔ اسی طرح ممتاز شکوہ ۱۶۵۳ء میں پیدا ہوا اور پانچ سال کے بعد ۱۶۵۸ء میں فوت ہو گیا۔ باقی دو لڑکے سلیمان شکوہ اور سپہر شکوہ دونوں دارا کے قتل تک زندہ تھے [2]

---

[1] :۔ عبدالحمید۔ بادشاہ نامہ ص:۱۰۹، ۳

[2] سلیمان شکوہ کی پیدائش دوران سفر دربار از دہلی تا آگرہ سلطان پور کے مقام پر جمعہ کی صبح، ۲ ذو رمضان ۱۰۴۴ھ مطابق ۶ مارچ ۱۶۳۵ء ہوئی۔ سپہر شکوہ ۱۱ شعبان جمعرات ۱۰۵۴ھ مطابق ۳ اکتوبر ۱۶۴۴ء کو پیدا ہوا۔

Marfat.com

سیاسی زوال اور قتلِ دارا

سلیمان شکوہ اپنے باپ کی شکست کے بعد سرینگر کشمیر کے راجہ کے ہاں پناہ گزین ہوا۔ لیکن راجہ کے بیٹے میدنی سنگھ نے دھوکہ سے اسے گرفتار کرنا چاہا۔ سلیمان شکوہ کو اس دغابازی کا علم ہوا تو اس نے لداخ کی طرف کوچ کا ارادہ کر لیا لیکن میدنی سنگھ کے راجپوت سپاہیوں نے راستے میں جالیا۔ شہزادہ جان توڑ کر لڑا اور زخمی ہوا۔ اس کے کئی وفادار ساتھی بھی مارے گئے زخمی حالت میں ہی اسے پابہ زنجیر دہلی لایا گیا جنوری ۱۶۶۱ء میں اسے قلعہ سلیم گڑھ میں قید کر دیا گیا۔ جب اُسے اورنگ زیب کے سامنے پیش کیا گیا تو اس کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ شاہجہان کا یہ پوتا بڑا خلیق، خوبصورت اور نیک سیرت جوان رعنا تھا۔ ابتدائے شباب میں کئی معرکوں میں شامل رہا۔ بات کا دھنی اور مردِ میدان تھا۔ فرانسیسی سیاح ڈاکٹر برنیئر اپنے سفر نامے میں لکھتا ہے:-

" اورنگ زیب کے درباری، انقلاب زمانہ کے ہاتھوں خستہ حال شہزادے کو دیکھ کر رو پڑے۔ یہاں تک کہ محل سرا کی خواتین جو پردے کے پیچھے سے تماشائے عبرت کر رہی تھیں۔ روئے بغیر نہ رہ سکیں اورنگزیب نے کہا کہ تمہارے ساتھ مناسب سلوک کیا جائے گا اس لیے تمہیں ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں البتہ تمہارے باپ کو تکلیف کے جرم میں اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑیں گے "

چنانچہ ۱۵ جنوری ۱۶۶۱ء کو سلیمان شکوہ گوالیار کے قلعہ میں منتقل کر دیا گیا۔ وہاں شاہی حکم کے مطابق اسے بھنگ اور پوست کا محلول دیا جاتا تھا جس کے اثر سے رفتہ رفتہ جسم و جاں کا رشتہ بغیر کسی احتجاج کے منقطع ہوتا جاتا۔ اگلے سال مئی ۱۶۶۲ء میں یہ بہادر اور خوبرو نوجوان بعمر ۳۰ سال عین عالم شباب میں راہی ملک عدم ہوا اور شہزادہ مراد بخش کے مزار کے متصل قلعہ گوالیار کی پہاڑیوں پر مدفون ہوا۔[1]

[1] عمل صالح ص ۲۶۳ مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور

Marfat.com

سپہر شکوہ جو سلیمان شکوہ کے ساتھ قید رہا۔ اس کا انجام بھی اپنے پیشروؤں سے مختلف نہ تھا دارا شکوہ کے قتل کے بعد اسے گوالیار کے قلعہ میں بند رکھا گیا اس وقت اس کی عمر پندرہ سولہ سال کے لگ بھگ ہوگی۔ مصنف خزینتہ الاصفیاء لکھتا ہے کہ دارا شکوہ کے قتل کے بعد اس کے بیٹے کو اورنگ زیب کے روبرو پیش کیا گیا تو اس نے پوچھا۔

"اے پسر۔ چگونہ، وحالت چیست۔ پسر ایں شعر فی البدیہہ بزبان اور دبہ گفت :

ہجر دارا بر دل من کمتر از یعقوبؑ نیست
او پسر گم کردہ بود و من پدر گم کردہ ام

عالمگیر باستماع ایں تقریر سخت برنجید و گفت "گرگ راکشتن و بچہ اش نگاہ داشتن کار خردمنداں نیست۔ ایں ہم را بکشید"۔ [۲]

بہر حال سپہر شکوہ کو ۱۲ سال کے بعد قلعہ گوالیار سے نکال کر قلعہ سلیم گڑھ میں ڈال دیا گیا پھر ۲۶ دسمبر ۱۶۷۲ء کو عالمگیر کے سامنے پیش کیا گیا۔ جہاں اسے رہائی کا پروانہ دیا گیا۔ اس کے بعد ۳۰ جنوری ۱۶۷۳ء کو زبدۃ النساء دختر اورنگ زیب عالمگیر سے اس کی شادی کر دی گئی۔ اسی طرح دارا شکوہ کی لڑکی جہاں زیب بالو عرف جانی بیگم کی شادی کچھ عرصے بعد اورنگ زیب کے حکم سے شہزادہ محمد اعظم کے ساتھ انجام پذیر ہوئی۔

دارا شکوہ کی زندگی کا کربناک انجام دنیائے دوں کے لیے مقام عبرت ہے۔ وہ بادشاہی کے زمانہ میں فقراء اور حکمائے زمانہ سے علم و ادب کے میدان میں خراج تحسین لیتا رہا، لیکن اس کا سابقہ مفاد پرستوں، محسن کشوں اور غداروں سے پڑا جن کے ہاتھوں اس کی موت کا المیہ تمام ہوا۔ ساموگڑھ کی لڑائی اور شکست کے بعد ایک اعتبار سے دارا شکوہ کی قسمت کا فیصلہ نوشتہ دیوار بن چکا تھا تاہم دوران فرار اور حالت ملال میں کبھی کبھی امید کی کرن روشن ہوتی۔

۲۔ مفتی غلام سرور۔ خزینتہ الاصفیاء، در ذکر دارا شکوہ قادری۔

Marfat.com

دارا شکوہ نے دربدر کی "پریشان نوردی" سے تنگ آکر قندھار جانے کی ٹھانی۔ اس کے ساتھی ایک ایک کرکے ساتھ چھوڑنے لگے۔ اہلِ خاندان ہندوستان کی سرزمین پر جینا اور مرنا چاہتے تھے۔ دارا اضمحلال اور تھکن سے چور، متذبذب کیفیت میں مبتلا کسی رجال الغیب کا منتظر تھا۔ اس کی چہیتی بیوی نادرہ بیگم زیادہ بیمار ہو گئی۔ تقاضائے حال کے اعتبار سے دارا نے یہ مناسب سمجھا کہ دادر کے افغان جاگیر دار ملک جیون کے پاس چند دنے مقیم رہ کر دوبارہ سفر جاری رکھا جائے دارا کو یہ قوی امید تھی کہ ملک جیون جو ایک زمانے میں اس کا ممنونِ احسان تھا بلکہ بغاوت میں ماخوذ ہونے کے سبب شاہجہاں اس کے قتل کا حکم صادر کر چکا تھا کہ دارا شکوہ کی سفارش پر اس کی جان بخشی ہوئی۔ اس وقت ملک جیون نے دارا شکوہ کے قدموں پر سر رکھ کر یہ کہا تھا کہ وہ تمام عمر اس کا غلام رہے گا۔ اور اس احسان کو کبھی فراموش نہیں کریگا۔ دارا شکوہ کا یہ فیصلہ قرینِ مصلحت اور تقاضائے وقت تھا۔ اس نے ملک جیون کی امداد کے بارے میں جو قیاس کیا تھا وہ اس ہی بجا طور پر حق بجانب تھا۔ بعض مورخین نے اسے دارا شکوہ کی بدتدبیری اور عام بے یقینی پر محمول کیا ہے۔ لیکن ٹھنڈے دل سے سوچا جائے تو اس کسمپرسی کی حالت میں وہ اس سے زیادہ کیا کر سکتا تھا جبکہ اس کی رفیقۂ حیات موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا تھی۔ چنانچہ ملک جیون کے علاقے کو جاتے ہوئے نادرہ بیگم اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئی[1] دارا شکوہ اس ناگہانی صدمے کی تاب نہ لا سکا اور ہوش و حواس کھو بیٹھا۔ تقدیر، تدبیر پر غالب آچکی تھی۔ نادرہ بیگم کی لاش سامنے پڑی تھی اور وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر سوچوں کے اتھاہ جزیروں میں گم تھا۔ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن۔ نادرہ بیگم نے دارا شکوہ کی رفاقت میں جن مشکلات اور مصائب کا خندہ پیشانی سے سامنا کیا، شاید ہی مغل شاہزادیوں میں سے کسی نے ایسی جرأت صبر اور استقامت کا مظاہرہ کیا ہو۔ مسلسل سفر کی صعوبتیں، جنگل و صحرا کی وسعتیں، غنیم کا خوف، پنجاب، ملتان، بھکر، سندھ اور بلوچستان تک خانہ بدوش زندگی، بھلا شہنشاہ اکبر

---

[1] ۶ رجون ۱۶۵۹ء

کی بڑپوتی نے ایسی زندگی کاہے کو دیکھی ہوگی! لیکن جو کچھ خدا دکھائے، ناچار دیکھنا کے مصداق اس نے حق رفاقت ادا کر دیا۔ دارا شکوہ بھی اس سے بے حد محبت کرتا تھا۔ نادرہ بیگم کی وصیت تھی کہ اس کی قبر ارض ہندوستان میں کی جائے۔ چنانچہ لاش کو ملک جیون کے گھر لایا گیا اور آخری تمنا کی تکمیل کی خاطر دارا نے لاش کو اپنے ۷۰ جاں نثاروں کے ساتھ گل محمد کی سرکردگی میں لاہور روانہ کیا جہاں اُسے حضرت میاں میرؒ کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ نیرنگیٔ روزگار کا یہ ایک اور کچوکا تھا کہ دارا شکوہ اپنی محبوب رفیقۂ حیات کی تجہیز و تکفین میں بھی شامل نہ ہو سکا۔ دارا شکوہ مصائب و آلام کے ہاتھوں محصور ہو چکا تھا۔ تین دن تک نادرہ بیگم کا سوگ منانے کے بعد ملک جیون کے گھر سے نکلا تاکہ قندھار کی طرف چلا جائے۔ ابھی تھوڑی دُور گیا تھا کہ ملک جیون کی فوج نے آلیا۔ دارا شکوہ فلک کا ستایا ہوا کیا مزاحمت کر سکتا تھا۔ البتہ اس کے بیٹے سپہر شکوہ کی رگوں میں تیموری خون نے جوش مارا۔ اس نے حتی المقدور مقابلہ کیا لیکن جلد ہی باپ کے ساتھ گرفتار ہوا جس کے حکم سے ایک دن ملک جیون کی زنجیریں کھولی گئی تھیں، اب وہ اور اس کا بیٹا ملک جیون کے حکم سے پا بہ زنجیر تھے۔ تاریخ اپنے آپکو معکوسی طور پر دُہرا رہی تھی۔

۹ جون ۱۶۵۹ء کو دارا شکوہ، اس کا بیٹا سپہر شکوہ اور اس کی دو لڑکیوں کو قیدی بنا کر بہادر خان اور ملک جیون سوئے دہلی روانہ ہوئے۔ راستے میں جے سنگھ بھی آملا۔ اس قافلے کا دہلی میں بڑی شدت سے انتظار کیا جا رہا تھا۔ چنانچہ دو ماہ مسلسل سفر کے بعد یہ مختصر سا لٹا پٹا کارواں ۲۲ راگست ۱۶۵۹ء کو دارالسلطنت دہلی پہنچا۔ باپ بیٹا دونوں نذر بیگ کے سپرد کر دیئے گئے یہ شخص اورنگ زیب کا غلام تھا اور بطور جلاد خصوصی مقرر تھا۔ نہایت ظالم، مکروہ شکل اور پرلے درجے کا بے رحم تھا۔ نذر بیگ نے دونوں قیدیوں کو دہلی کے جنوب میں تین میل کے فاصلے پر خواص پورہ کے قلعہ میں بند کر دیا۔

۲۹ راگست بروز منگل اورنگ زیب نے حکم دیا کہ دارا شکوہ اور اس کے بیٹے سپہر شکوہ کو شہر دہلی کے کوچہ و بازار میں قیدیوں کی حالت میں پھرایا جائے۔ تاکہ لوگ عبرت پکڑیں اور پھر کسی کو سر

133647

اٹھانے کا حوصلہ نہ ہوا۔ داراشکوہ کی تشہیر کا ایسا دردناک نظارہ اس سے پہلے چشم فلک نے نہ دیکھا ہوگا۔ تاج و تخت کے لیے تغلقوں، خلجیوں اور مغلوں نے کتنے خون بہائے لیکن جس ذلّت و رسوائی کا سامنا موت سے پہلے داراشکوہ کو کرنا پڑا۔ اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ دارا کو بیٹے کے ساتھ ایک بوڑھی خارش زدہ ہتھنی پر سوار کیا گیا۔ ہودہ بغیر چھت کے تھا۔ ہتھنی کو مزید کریہہ المنظر بنانے کے لیے اس کے جسم پر مٹی اور راکھ مل دی گئی۔ دونوں قیدیوں کے دست و پا آہنی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ جلوس کی قیادت بہادر خان کر رہا تھا جبکہ ملک جیون کے سپاہیوں نے اردگرد گھیرا ڈالا ہوا تھا۔ زندانیوں کا حلیہ اور لباس کہنہ درس عبرت فراہم کر رہا تھا۔ دارا کے جسم پر مہینوں کے سفر کی خاک اٹی ہوئی تھی۔ بال بڑھے ہوئے اور پریشان تھے۔ کپڑوں کی چکناہٹ اور گندگی قیدیوں کی زبوں حالی پر چغلی کھا رہی تھی۔ چہرے کسی بھیانک انجام کے خیال سے افسردہ اور بے نور تھے۔ سروں پر کالی پگڑیاں ماتم کی علامت تھیں۔ دونوں چپ چاپ، سر نیہوڑائے اپنی منزل کی طرف ناچار بڑھ رہے تھے۔ یہ جلوس شہر دہلی میں لاہوری دروازے سے داخل ہوا اور چاندنی چوک، بازار سعداللہ خان سے ہوتا ہوا قلعہ سے باغ خضرآباد تک گیا۔ دہلی کے لوگ جلوس کو ایک نظر دیکھنے کے لیے امڈے پڑتے تھے۔ داراکے دوست اور دشمن سبھی رنجیدہ اور کبیدہ خاطر تھے۔ اگست کے سورج کی حدت، تپتی ہوئی دوپہر اور شہر دہلی کے دیکھے بھالے کوچہ و بازار، دونوں باپ بیٹا آنکھیں بند کیے موت کے جزیرے کی طرف بڑھ رہے تھے۔

ڈاکٹر برنیئے جو اس جلوس کا عینی شاہد ہے۔ لکھتا ہے کہ لوگ زار و قطار رو رہے تھے۔ ان میں بچے، بوڑھے اور عورتیں بھی شامل تھیں۔ جلوس رواں دواں تھا کہ ایک نامعلوم آواز نے دارا کو چونکا دیا۔ اس دوران پہلی مرتبہ داراشکوہ نے سر اٹھایا اور آواز کی جانب متوجہ ہوا۔ ایک مانگنے والا کہہ رہا تھا۔ "اے دارا! میں آج تک تمہارے دروازے سے خالی ہاتھ نہیں لوٹا لیکن آج میں جانتا ہوں کہ تو بے بس اور خالی ہاتھ ہے۔ تو مجھے کچھ نہیں دے سکتا۔ سوالی کے یہ الفاظ دارا کے دل پر نشتر کی طرح لگے۔ دارا کے داد و دہش کے چرچے زبان زد خاص و عام تھے۔

Marfat.com

میر رضی دانش کو ایک شعر کے عوض ایک لاکھ اشرفی انعام دے دی تھی۔ کوئی گھر ہوگا کہ اس کے جود و سخا سے محروم ہوگا۔ وہ مذہب و ملت کی تفریق کیے بغیر حاجت روائی کرتا۔ لیکن آج فقیر کے بول نے دارا کے سینہ میں آگ لگا دی۔ چشم زدن میں دارا نے اپنے کندھے سے میلی اور بوسیدہ کشمیری شال اتاری اور سوالی کی طرف پھینک دی۔ یوں مرنے سے قبل خود خالی ہاتھ ہونے کے باوجود دارا کی غیرت نے فقیر کو خالی ہاتھ نہ جانے دیا۔

جلوس کی کیفیت اور لوگوں کے ردِ عمل سے پرچہ نویسوں نے اورنگ زیب کو آگاہ کیا۔ اورنگ زیب نے محسوس کیا کہ لوگوں کی ہمدردیاں کہیں اس کے لیے مشکلات کا سبب نہ بنیں۔ اس لیے دارا کے قضیئے کو جلد از جلد نپٹانا ضروری ہے چنانچہ اسی رات دربار میں خاص مجلس مشاورت کا انعقاد ہوا۔ بعض امراء کا خیال تھا کہ فی الحال دارا کو قید میں رکھا جائے اور آخری فیصلہ کسی مناسب وقت پر کیا جائے۔ خصوصاً دانشمند خان نے دارا کو بچانے کی بہت کوشش کی۔ لیکن بہادر خان، شائستہ خان، حکیم داؤد (مقرب خان) اور دیگر امرائے دربار نے اس کی ایک نہ چلنے دی۔ سب نے قتل کر دینے کی حمایت کی۔ آخر کار اورنگ زیب کی بہن روشن آرا بیگم نے جو شاہجہان کے دربار میں اس کی وکیل اور سفیر بھی تھی اورنگ زیب کو قتلِ دارا شکوہ کے لیے آمادہ کر لیا اور اس کا ووٹ فیصلہ کن ثابت ہوا۔ اسی رات دارا شکوہ نے اورنگ زیب کو ایک خط لکھا جس میں رحم کی اپیل کی گئی تھی [۱] اورنگ زیب نے اسی خط کی پشت پر قرآن کی ایک آیت لکھ کر خط واپس کر دیا۔ [۲]

---

[۱]:- خط کا متن یہ ہے

بھائی صاحب من۔ بادشاہ من!

خیال بادشاہی اصلا در دل نماندہ۔ بشما و فرزندان شما مبارک۔ در فکر کشتن من بخاطر مبارک ناحق است۔ اگر یک حویلی قابل سکونت و کنیزکے از کنیزان مخصوص ما برائے خدمت عنایت شود۔ بگوشۂ عافیت در دعائے آں صاحب اشتغال نمائیم۔

[۲]: اَلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ۔

منقول از نسخہ قلمی متحف برطانیہ اورنٹیل ایڈیشن نمبر ۱۸۸۸۱ و نسخہ رقعات عالمگیری مملوکہ کتب خانہ دار العلوم ندوہ لکھنؤ $\frac{۳۷}{۲۳۲۵}$ (بحوالہ رقعات عالمگیر مرتبہ نجیب اشرف ندوی) صہ ۲۳۰

Marfat.com

چنانچہ شرعی جواز کے لیے علمائے سلطنت سے رجوع کیا گیا۔ علمائے وقت نے دارا کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر کیا اور حکم میں لکھا کہ " دین کی حفاظت اور ملک کی خیر خواہی کیلئے بادشاہ ضروری سمجھتا ہے کہ دارا شکوہ کی زندگی کا چراغ گُل کر دیا جائے "۔

اسی شام اورنگ زیب نے نذر بیگ غلام کو حکم دیا کہ وہ دارا شکوہ کا سر کاٹ لائے۔ اور اس کے بیٹے سپہر شکوہ کو اس سے الگ کر کے قید میں رکھے۔ اس غرض کی تکمیل کیلئے شفیع خان کو بھی ساتھ رکھا گیا۔ رات کو جب دونوں باپ بیٹا اُبلے ہوئے چاول اور ساگ پکا رہے تھے تو دونوں جلاد زندانیوں کی کوٹھڑی میں داخل ہوئے۔ انہیں دیکھ کر دارا شکوہ آنے والے واقعات کو جان گیا۔ نذر بیگ نے سپہر شکوہ کو دارا کے سینہ سے الگ کیا جو مو ت کے تصور سے باپ سے لپٹ گیا تھا۔ دارا شکوہ نے اس کے آنسو پونچھے اور غلاموں سے التجا کی کہ وہ اورنگ زیب سے کہیں کہ وہ اپنے بھتیجے کو مجھ سے الگ نہ کرے۔ نذر بیگ نے صاف انکار کر دیا بلکہ نہایت گستاخانہ انداز میں دارا شکوہ کی سرزنش کی۔ سپہر شکوہ کو ساتھ والی کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا۔ بیٹے کی دلخراش چیخیں دارا کے کانوں سے ٹکرا رہی تھیں۔ جب دارا کو یقین ہو گیا کہ اسکا آخری وقت آن پہنچا ہے تو اس نے مقابلہ کرنے کی ٹھانی وہ بے دست و پا تھا، تاہم اپنے تکیے کے اندر سے قلم تراش نکالا اور غلام پر حملہ کر دیا۔ شاید یہ بجھتے چراغ کی آخری بھڑک تھی۔ جلد ہی وہ غلاموں کی گرفت میں آ گیا۔ کہتے ہیں کہ وہ آخری دم تک ہاتھا پائی میں مکوں سے وار کرتا اور لڑتا رہا۔ لیکن تابہ کے۔ نذر بیگ کی تلوار نے شہزادہ محمد دارا شکوہ کا سر قلم کر دیا۔ تاریخ شجاعی کا مصنف لکھتا ہے کہ ــــ اس گنہگار نے سُنا ہے کہ شہادت کے بعد دارا کے سر نے کلمۂ شہادت دُہرایا۔ صاحب مفتاح التواریخ نے یہ تاریخ نکالی ہے۔ [1]

[1] :۔ مفتاح التواریخ ص ۲۶۷

Marfat.com

عقل پای "ادب"، گرفت و بگفت
"قتل دارا شکوہ" شد تاریخ
۱۰۶۷+۲ ۱۰۶۹ھ

مفتی غلام سرور لکھتا ہے:۔

"قصۂ شہادت لبے زبان زد خاص و عام است کہ از دست اورنگزیب عالمگیر برادر خود بہ قتل رسید و۔ شاہ عالمگیر صرف بہ طمع فرمان روائی ہندوستان و تخت نشینی آں گوہر دریائے وحدت لبشکست"

تاریخ ۔ شد ز دنیا چو در بہشت بریں شاہ دارا ولی پاک سعید
ہست تاریخ رحلت آں شاہ شاہ اسلام بادشاہ سعید ۱۰۶۹ھ

ایضاً ۔ شاہ دارا شکوہ سکندر فر شد بہ جنت چوں ز بی جہاں گیر
ہست درویش متقی سالش خواجہ مجتبیٰ و گوہر گیر
باز گو سال رحلتش سرور شاہ دینی شہید عالمگیر

اگلے دن یعنی ۳۰ اگست کو اورنگ زیب نے اس غرض کے لیے دربار منعقد کیا کہ اُن لوگوں کو انعامات سے نوازا جائے۔ جنہوں نے دارا شکوہ کو گرفتار کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا تھا ملک جیون اپنے افغان سپاہیوں کے ساتھ دارا شکوہ کے ساتھ غداری، بے وفائی اور احسان ناشناسی کے عوض اورنگ زیب سے انعام و خلعت لینے جارہا تھا کہ وہ دہلی کے شہریوں کی آتش انتقام کا نشانہ بنا۔ جادس والے دن لوگوں کے ہاتھ فوج شاہی کے خوف سے نہ اُٹھ سکے تھے۔ نفرت کی آگ اندر ہی اندر سلگ رہی تھی۔ آج ملک جیون کی خود نمائی دیکھ کر لوگ بھڑک اُٹھے۔ شاہی فوج کے ایک افسر ہیبت خان[1] نے لوگوں کو غیرت کا تازیانہ لگایا چنانچہ ایک انبوہ کثیر

---

[1] بعدہ، ہیبت خان کی سازش کے جرم میں گرفتار کرلیا گیا۔ اورنگ زیب کے حکم سے اس کے جسم کو چیر کر اس کا خاتمہ کردیا گیا۔

ملک جیون اور اس کے لشکریوں پر ٹوٹ پڑا۔

خافی خان لکھتا ہے کہ ملک جیون کے بہت سے سپاہی پتھروں کی بارش سے زخمی ہو گئے۔ گھروں کی چھتوں سے عورتوں نے انسانوں کی گندگی لشکریوں کے سروں پر پھینکی ؎ ملک جیون کی محسن کشی کھلی نفرت کا نشان بن گئی۔ داراشکوہ کی حمایت میں ہر طبقہ کے لوگوں نے ملک جیون پر آوازے کسے اور طعن و تشنیع کی۔ بعض شہریوں نے چاقوؤں اور خنجروں سے سپاہیوں پر حملہ کر دیا۔ چنانچہ اس قدر غل پڑا کہ اگر شاہی فوج ملک جیون کی مدد کو نہ آجاتی تو شاید وہ انعام لینے دربار تک زندہ و سلامت نہ پہنچ سکتا۔ بہرحال ملک جیون انعامات سے سرفراز ہوا اور نمایاں کارگزاری کے صلہ میں "بختیار خان" کا خطاب پایا ـــــ لیکن یہ اعزاز اسے زیادہ دنوں تک نصیب نہ ہو سکا۔ جب یہ اپنی جاگیر کو واپس جا رہا تھا تو راستے میں اُسے قتل کر دیا گیا۔ مغل دربار سے جو دولت محسن کشی کے عوض حاصل ہوئی تھی وہ اس کے گھر تک بھی ساتھ نہ دے سکی۔ حملہ آوروں نے سب کچھ لوٹ کر غارت کر دیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

۳۱ اگست ۱۶۵۹ء کو اورنگ زیب نے داراشکوہ کا کٹا ہوا سر ملاحظہ کیا۔ جب سر پیش کیا گیا تو اورنگ زیب نے دھلا کر اطمینان کر لیا۔ پھر حکم دیا کہ دارا کی نعش کو شہر کے گلی کوچوں میں بغرض تشہیر پھرایا جائے تاکہ دارا کے حمایتی اپنی آنکھوں سے اس کا انجام دیکھ لیں اور دبدبۂ سلطانی کے آگے سر تسلیم خم کر دیں۔ اورنگ زیب نے دارا کی نعش کو دیکھنے سے انکار کر دیا اور کہا ـــــ "آہ اس بدبخت، دین سے گمراہ کا چہرہ میں نے زندگی میں دیکھنا پسند نہ کیا اور نہ اب کروں گا۔" ؎

اورنگ زیب کے حکم سے داراشکوہ کا سر نعش سے جوڑ دیا گیا اور رات کے اندھیرے

؎ منتخب اللباب حصہ سوم۔ اُردو ترجمہ محمود احمد فاروقی ص۹۳

؎ قانونگو۔ داراشکوہ بزبان انگریزی۔

Marfat.com

میں مقبرہ ہمایوں میں اس کہنہ لباس میں دفن کر دیا گیا۔ ۱؎ قبر کی شناخت کے لیے کوئی اہتمام نہیں کیا گیا اور اسے کچا رہنے دیا۔ ایک روایت کے مطابق دارا شکوہ کی قبر، اکبر بادشاہ کے دو چھوٹے بچوں کی قبروں سے ملحق تھی۔ اب امتداد زمانہ سے تمام آثار مٹ چکے ہیں۔ ۲؎

ے تا دست رسیدیم چو از خویش گزشتیم
از خویش گزشتن چہ مبارک سفرے بود (دارا شکوہ)

آلِ تیمور کے شہزادوں میں دارا شکوہ کا نام اس حیثیت سے کہ اس نے زبانِ علم و ادب سے خراجِ تحسین حاصل کیا، سب سے زیادہ نمایاں ہے۔ وہ ایک کثیر التصانیف مصنف تھا۔ علمی ذوق و شوق اور تلاش و جستجو کا یہ عالم تھا کہ مروجہ علوم و فنون اور ہر مذہب و ملت کی کتابیں اس کے

۱؎ محمد صالح کنبوہ "عمل صالح" جلد سوم ص۳۶۲ میں لکھتا ہے۔

"چوں آں زیبِ مجموعہ عزت کہ موج خونش خاک را در چمن لالہ گرفتہ چہرہ بخون شہادت رنگین ساختہ مانندِ گل باسینۂ صد چاک از چمن دنیا رحلت نمود باہماں لباسی کہ در بر داشت آوردہ در روضہ حضرت جنت آشیانی ہمایوں بادشاہ مدفون ساختند۔"

۲؎ دارا شکوہ بزبان انگریزی از معین الدین ص۸۷

دارا شکوہ کے قتل کے بارے میں تفصیلات کے لیے دیکھیے:۔

ماثر عالمگیری صفحہ نمبر ۴، عالمگیر نامہ صفحہ ۳۶-۳۴- جادو ناتھ سرکار، اورنگ زیب ص۲۹۶-۹۹

تاریخ شاہ شجاع میر محمد معصوم منتخب اللباب خافی خان۔

ماثر عالمگیری کے مطابق دارا کا قتل ۲۱ ذوالحجہ جمعرات کو ہوا۔ عمل صالح کا مصنف ۲۲ ذوالحجہ ۱۰۶۹ھ بتاتا ہے (صفحہ نمبر ۲۶) خافی خان لکھتا ہے کہ ذوالحجہ کے آخری روز یعنی ۲۹ کو قتل ہوا۔ مفتی غلام سرور مصنف خزینۃ الاصفیا یکم محرم ۱۰۷۰ھ لکھتا ہے۔

ایچ۔ بلوخمن ۲۹ ذوالحجہ کو درست قرار دیتا ہے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے جرنل میں ایک مضمون میں لکھتا ہے کہ ۲۹ ذوالحجہ یعنی آخری دن ۱۰۶۹ھ مطابق حساب جمعرات ہوتا ہے اور سن عیسوی کے مطابق ۷ ستمبر ۱۶۵۹ء کا دن تھا۔

Marfat.com

زیر مطالعہ رہتی تھیں تصوف اس کا پسندیدہ موضوع تھا یہی وجہ ہے کہ اس کی بیشتر تصانیف اسی موضوع کے مختلف النوع مسائل کی گرہ کشائی کرتی ہیں۔ شہزادے نے ابتدائے عمر ہی میں صوفیانہ ماحول کو اپنا لیا تھا۔ بزرگانِ دین اور اولیائے کرام سے اسے بے حد عقیدت تھی۔ کثرت مطالعہ اور تلاش حقیقت کی وجہ سے وہ نہایت وسیع المشرب واقع ہوا تھا۔ صوفیائے اسلام کے تمام سلسلوں کا رمز شناس تھا۔ اس کی تصنیفات میں موقعہ و محل کے مطابق قرآن شریف کی آیات اور احادیث کے حوالے کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ مشاہیر اولیاء اور علماء کے اقوال کی تحقیق اور شرح پر وہ عالمانہ عبور رکھتا تھا۔ اپنی زندگی میں وہ کئی بزرگ ہستیوں سے ملا اور ان سے فیض حاصل کیا۔ ان میں حضرت میاں میرؒ جنہیں وہ میاں جیو کے نام سے مخاطب کرتا تھا سر فہرست تھے۔ حضرت ملا شاہ قادری جو حضرت میاں جیو کے خلیفہ تھے۔ دارا شکوہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور دارا شکوہ کو جو عقیدت حضرت غوث الاعظم عبد القادر جیلانیؒ اور حضرت ملا شاہ پیر و مرشد سے تھی، اس نسبت سے اپنا تخلص قادری پسند کیا اور سلوک و معرفت کے حصول کے لیے سلسلۂ قادریہ میں شامل ہوا۔ ان کے علاوہ آزاد خیال علماء اور صوفیاء کا ایک گروہ جس میں سرمد شہید، ملا محسن فانی، شیخ محب اللہ اور شاہ دلربا تھے اس کے ہم جلیس تھے چندر بھان پنڈت المتخلص برہمن، بھوپت رائے، بیغم بیراگی اور ہر کرن وغیرہ اس کے درباری شاعر تھے۔ اور اس کے ہم خیال بھی تھے۔

تصانیف:-

یہاں دارا شکوہ کے علمی کارناموں کا مختصر تذکرہ کرنا ضروری ہے تاکہ اس کے رجحانات نقد علم اور جستجوئے حق کے بارے میں کوئی رائے قائم کی جاسکے۔

سفینۃ الاولیاء

دارا شکوہ کی یہ پہلی علمی کاوش ہے جسے ۲۵ سال کی عمر میں ۲۷ رمضان المبارک ۱۰۴۹ھ کو

Marfat.com

مکمل کیا گیا۔ یہ اولیائے اسلام کے تمام سلسلوں کا مستند تذکرہ ہے جس میں رسول اکرم صلعم سے لیکر حضرت بی بی جمال خاتونؒ (جو حضرت میاں میرؒ کی ہمشیرہ تھیں اور اس وقت بقید حیات تھیں) تک کے سوانح بزبان فارسی لکھے گئے ہیں۔ ان میں دورِ آخر کے بعض حضرات سے دارا شکوہ ذاتی طور پر ملاقات کر چکا تھا۔ بعضوں کے حالات ثقہ راویوں سے دریافت کر کے لکھے۔ اگرچہ اس سے قبل اس موضوع پر نفحات الانس، کشف المحجوب، اور طبقات سلطانی وغیرہ تذکرے موجود تھے مگر ان سب میں مختلف سلسلہ ہائے تصوف میں تسلسل مفقود تھا۔ سفینتہ الاولیاء کے مقدمہ میں سبب تالیف کا ذکر کیا ہے:۔

"اس فقیر حقیر محمدؔ دارا شکوہ حنفی قادری کے ذہن میں یہ بات آئی کہ مشائخ کے حالات بقید سنین ولادت و رحلت کیوں نہ ضبطِ تحریر میں لائے جائیں نیز ان مشائخ کے مزارات عالیہ کا ذکر بھی اسی ضمن میں آجائے"۔ [1]

مقدمہ میں وجہ تالیف پر مزید گفتگو کرتے ہوئے رقمطراز ہے:۔

"اس عاجز فقیر کو صوفیہ کے مقدس گروہ سے ایک خاص ارادت ہے۔ ان کا ذکرِ خیر میرا دن رات کا مشغلہ ہے۔ دوسرے تمام اشغال اس کے مقابلے میں ہیچ معلوم ہوتے ہیں فقراء کا یہ خادم اپنے آپکو اولیائے کرام کے پرستاروں اور ارادت مندوں کی فہرست میں شامل سمجھتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ اس کتاب میں ان کے حالات و واقعات کا اندراج خیر و برکت اور اپنی سعادت مندی کا وسیلہ سمجھتا ہے۔ وہ شخص جسے محبوب کا وصال نصیب نہیں ہوتا وہ ذکرِ محبوب ہی سے اپنے دل کو ٹھنڈک پہونچاتا ہے" [1]

اس تذکرے میں بشمول رسولِ اکرم صلعم و اہلِ بیت کرامؓ ۴۱۱ اولیائے کبار کے حالات بڑی چھان پھٹک کے بعد یکجا درج کیے گئے ہیں۔ کتاب کو آٹھ ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے اور سوانحیات کا

---

[1]:۔ سفینتہ الاولیاء۔ محمد دارا شکوہ اردو ترجمہ وارث کامل صفحہ ۲۲

[1]:۔ اردو ترجمہ سفینتہ الاولیاء، وارث کامل۔

Marfat.com

بہ ترتیب سنین اہتمام کیا گیا ہے :

پہلا باب :۔ اس میں حضرت محمد صلعم، خلفائے راشدین، دوازدہ امام کے حالات کے علاوہ آپؐ کے بعض اصحاب اور فقہ اسلام کے چاروں بانیوں کے حالات بیان ہوئے ہیں۔

دوسرا باب :۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ (جو حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی سے منسوب ہے) کے مشہور بزرگانِ دین کے حالات پر مشتمل ہے۔

تیسرا باب :۔ سلسلۂ شریفہ خواجگان بزرگوار کے بارے میں ہے۔

چوتھا باب :۔ اولیائے سلسلۂ چشتیہ کے متعلق ہے۔

پانچواں باب :۔ کبروی سلسلہ کے بزرگوں پر مشتمل ہے۔

چھٹا باب :۔ سہروردیہ بزرگوں کے حالات پر مشتمل ہے۔

ساتواں باب :۔ اس میں ان مشائخ کا تذکرہ ہے جن کا سلسلہ معلوم نہیں ہو سکا۔

آٹھواں باب :۔ اس میں خدا رسیدہ خواتین کا ذکر خیر ہے۔

سفینۃ الاولیاء کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دارا شکوہ ابو حنیفہؒ کا مقلد اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا بڑا معتقد تھا۔ چنانچہ قادریہ سلسلہ کے حالات بڑی تفصیل سے بیان کئے ہیں اس سلسلہ کے حالات کے اختتام پر لکھا ہے :۔

"پہلی رات کو جب اس سراپا تحقیر فقیر اور ادنیٰ ترین مرید نے حضرت غوث الاعظمؒ کا تذکرہ سپرد قلم کرنا شروع کیا تو فی الحقیقت کچھ ایسا محسوس ہوا کہ میں حضرت موسیٰ کاظمؒ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مزارات کا طواف کر رہا ہوں۔ گویا اس کارنمایاں کے طفیل یہ شرف اس احقر کو حاصل ہوا اس سے مجھے یقین ہو گیا اور میرا دل مسرور ہوا کہ انشاء اللہ میری یہ کوشش مشکور ہوگی۔ میں نے خدا کا لاکھ لاکھ شکریہ ادا کیا۔"

سفینۃ الاولیاء کی زبان سلیس اور رواں دواں فارسی کا بہترین نمونہ ہے۔ ایک تذکرہ کیلئے

Marfat.com

سادہ اور عام فہم زبان ہی مناسب رہتی ہے۔ البتہ دارا شکوہ اسی کتاب میں ایک جگہ کہتا ہے کہ بعض حالتوں میں روزمرہ کی زبان کے بجائے مولانا عبدالرحمان جامیؒ کی فصیح و بلیغ زبان اور طرزِ بیان کا تتبع کیا گیا ہے۔

"اگرچہ عبارت ایں کتاب راست براست است و در عبارت آرائی مقید نہ شدہ و فارسی سادہ عام فہم نوشتہ لیکن لبعضے جا اقتدا بہ عبارت نفحات الانس قطب الاولیاء، قدوۃ الاتقیاء، نیز آسمان عرفان، خورشید فلک ایقان حضرت مولائی نور امامت الدین عبدالرحمان جامیؒ قدس سرہ، النامی کہ کمال فصاحت و متانت دارد البشار، استاد خود می داند، در زبان روزمرہ خود را نیز ترک ساختہ"[1]

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ دارا شکوہ مولانا جامیؒ کے اسلوب سے بڑا متاثر تھا۔ انشا پردازی میں آپ کو استاد تسلیم کرتا ہے نیز اس میں نفحات الانس کی زبان، طرزِ بیان اور مضامین سے بھی استفادہ حاصل کرنے کا اعتراف ہے اس تذکرے کی نہ صرف تحقیقی بلکہ ادبی حیثیت بھی مسلّم ہے۔

تمام تذکرے میں جا بجا مناسب اشعار اور ان کا صحیح انتخاب دارا شکوہ کے ادبی ذوق کی ترجمانی کرتا ہے۔ نیز قرآن و حدیث سے آیات کے حوالے اس کی وسیع مذہبی معلومات پر دلالت کرتے ہیں۔

اس تذکرہ کی قبولیت اور پسندیدگی کا یہ حال ہے کہ یہ متعدد بار چھپ چکا ہے[2] اور جتنے اولیائے کرام

۱؎ سفینۃ الاولیاء صفحہ ۳،۴

۲؎ ا:۔ بانکی پور لائبریری میں ایک نسخہ خطی نمبر ۳،۶ موجود ہے جس پر دارا شکوہ کے دستخط بھی ہیں۔ نیز سال ۱۰۵۰ء ثبت ہے اس کے علاوہ حاشیے پر بعض اضافے بھی درج ہیں۔

ب:۔ سب سے پہلے یہ کتاب ۱۸۴۲ء کو لکھنؤ میں چھپی۔

ج:۔ مسٹر بیل نے اس کتاب کو مطبع مدرسہ آگرہ سے ۱۸۵۳ء میں شائع کیا۔

د:۔ نول کشور کے اہتمام سے ۱۸۸۴ء میں اسے طبع کیا گیا۔

س:۔ ۱۹۰۰ء میں اس کا ایک ایڈیشن کانپور سے بھی چھپا ہے۔

ص:۔ اس کے اردو تراجم بھی ہوئے ہیں۔ ایک مولوی وارث کامل نے لاہور میں مکمل کیا ہے۔

ط:۔ ایران میں اسے بہ تصحیح سید محمد رضا جیلانی نائینی تہران طبع کیا گیا۔

Marfat.com

کے تذکرے اس کے بعد لکھے گئے، اُن سب مصنفین نے اسے ماخذ کے طور پر استعمال کیا ہے۔

سکینتہ الاولیاء:

یہ دارا شکوہ کی دوسری تصنیف ہے جو عمر کے اٹھائیسویں سال ۱۰۵۲ھ میں لکھی گئی۔ اس میں ۱۰۵۸ھ مطابق ۱۶۴۸ء تک مختلف اضافے کیے جاتے رہے۔[1] اس کتاب کو بھی آٹھ ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے۔

باب اوّل میں حمد و ثنا، نعت رسول صلعم اور توصیف اصحاب کے بعد سکینتہ الاولیاء کے لکھنے کی تحریک کے بارے میں بیان ہے۔ نیز پیر طریقت کی ضرورت و اہمیت کی بحث بھی ہے۔ باب دوم میں سلسلۂ قادریہ کی فضیلت کے بیان کے علاوہ دوسرے اولیائے اللہ کے سلسلوں کا مختصر تعارف ہے۔

باب سوم سے باب ششم تک حضرت میانمیرؒ کے تفصیلی سوانحیات تحریر کیے گئے ہیں۔ باب ہفتم میں اُن مریدان باسعادت کا تذکرہ ہے جو حضرت میانمیرؒ کی زندگی میں فوت ہوئے اور آخری باب میں اُن مریدان باصفا کا ذکر ہے جو حضرت میانمیرؒ کی وفات کے بعد بھی زندہ رہے۔

درحقیقت سکینتہ الاولیاء اور ان کے خلیفہ مجاز حضرت ملا شاہ بدخشی (مرشد دارا شکوہ) کے احوال و فضائل کا مجموعہ ہے۔ ایک[2] مصنف نے سکینتہ الاولیاء میں سرمد شہید کا بھی ذکر کیا ہے۔ لیکن اس کتاب میں سرمد کا تذکرہ کہیں نہیں ملتا۔ حضرت میاں جیؒ سے دارا کا تعلق خاطر بچپن سے تھا۔ دارا کا دادا شہنشاہ جہانگیر بھی حضرت میاں جیؒ سے بڑی عقیدت رکھتا تھا جہانگیر نے ملاقات کی غرض سے آپ کو کئی رقعات تحریر کیے۔ ایک رقعہ کے آخری الفاظ

---

[1] سکینتہ الاولیاء اردو ترجمہ مقبول بیگ بدخشانی صـ۷

[2] دارا شکوہ بزبان انگریزی۔ معین الدین صـ۱۱

یہ ہیں -

"نوشتہ جہانگیر بن اکبر شاہ حضرت پیر دستگیر شیخ میر کے حضور پہنچے"

ان رقعات میں جہانگیر نے اپنی نیازمندی اور عقیدت ظاہر کرنے کے بعد توجہ کی درخواست کی ہے۔ اس کے علاوہ ایک بالمشافہ گفتگو بھی ہوئی جس میں حضرت میاں جیو نے بادشاہ کو پند و نصیحت اس خوش اسلوبی اور حکمت سے کی کہ جہانگیر کہنے لگا کہ سلطنت، جاہ و حشمت اور جو کچھ میرے پاس ہے، میری نظر میں سنگ و خس کے برابر ہے اگر آپ توجہ فرمائیں تو دنیا کے علائق کو ترک کر دوں۔ اسی طرح شاہ جہاں کئی بار حضرت میاں میر کے حجرے میں حاضر ہوا ان صحبتوں میں دارا شکوہ بھی موجود ہوتا۔ ایک دفعہ دارا شکوہ کو بیماری لاحق ہوئی جو لاعلاج ثابت ہوئی شاہی اطباء عاجز آ گئے۔ شاہجہان اپنے بیٹے کو حضرت میاں جیو کے پاس لے گیا اور دعا کی درخواست کی۔ حضرت نے مٹی کا پیالہ جس میں وہ خود پانی پیا کرتے تھے۔ پانی سے بھرا، دعا پڑھی اور دارا شکوہ کو پلوا دیا ایک ہفتہ کے بعد بیماری سے شفائے کاملہ عطا ہوئی۔

دارا شکوہ دوسری دفعہ اپنے باپ شاہجہان کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا لکھتا ہے،

"جب بادشاہ اور ان کے ہمراہی حضرت کے بالاخانے کی طرف آئے تو اس فقیر (دارا شکوہ) نے جوتا اتار لیا اور اس خانہ مبارک کو وادی مقدس سمجھ کر برہنہ پا آیا۔ بادشاہ سے باتیں کرتے ہوئے حضرت لونگ چباتے اور پھینک دیتے۔ یہ فقیر بڑے اخلاص اور ارادت سے انہیں اکٹھا کر کے کھا لیتا۔ اس وقت سے فقیر کے دل میں دنیا سے بے تعلقی اور حضرت میاں جیو کے اس گروہ کے ساتھ اخلاص بڑھتا گیا۔ انکی برکت سے دل میں عظیم اثرات پیدا ہوئے اور جو کچھ مجھے پانا تھا پا لیا۔ اسی برکت سے زبان کو قوت بیان حاصل ہوئی اور طبیعت موزوں ہو گئی۔ میں امیدوار ہوں کہ قیامت کے دن ان کے گداؤں میں شمار کیا جاؤں"۔[1]

[1] اردو ترجمہ بدخشانی سکینۃ الاولیاء ص ۲۴

Marfat.com

حضرت میاںجیؒ کے ساتھ خاص تعلقات اور اخلاص کا ذکر دارا شکوہ اپنی تصانیف میں بار بار کرتا اور مسرور ہوتا ہے۔ حضرت بھی اس کے اخلاص اور عقیدت کو بہ نظر شفقت دیکھتے اور عنایات فرماتے۔ یہاں تک کہ دارا شکوہ کے ایک ملازم نے جب آپکے آستانۂ عالیہ پر حاضری دی تو اسے اپنے پاس جگہ دے کر یہ مصرعہ دُہرایا: ع "اے گل بتو خرسندم، تو بوئے کسے داری"، ملازم نے توجہ کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا "ہمیشہ اپنے آقا کی صورت سامنے رکھ کر مراقبہ کیا کرو"، ایک دفعہ بطورِ خاص تسبیح لے کر دارا شکوہ کے لیے آپ نے وظیفہ پڑھا۔ حالانکہ آپ تسبیح ہاتھ میں نہیں رکھا کرتے تھے۔ میاں خواجہ بہاریؒ کے استفسار پر فرمایا کہ دارا شکوہ بیمار ہے۔

سکینۃ الاولیاء حضرت میاںمیرؒ کے حالات کا بہترین تذکرہ ہے دارا شکوہ نے حتی الامکان وہ سب حالات بالتفصیل بیان کر دیئے ہیں جو ایک سوانحعمری کی بنیاد بنتے ہیں۔ دارا شکوہ چونکہ آپکے سلسلۂ تصوّف سے وابستہ ہے اور آپکا ہمعصر بھی تھا اس لیے یہ تذکرہ مستند اور حرفِ آخر کا حکم رکھتا ہے سکینۃ الاولیاء میں رقمطراز ہے۔

"احوال و خوارق ایں طائفہ را و نسبت ایشاں را با مشائخ متقدمین بے کم و زیاد، بر آنچہ خود مطلع گشتم و دیدم و از عزیزانِ ایں سلسلہ شنیدہ بودم، نوشتہ بودم، نوشتم و موسوم بہ سکینۃ الاولیاء گردانیدم"۔ [1]

سکینۃ الاولیاء میں حضرت میاںؒ کے بعد جو طویل ذکر ملتا ہے وہ ملا شاہ بدخشی کا ہے جیساکہ پہلے ذکر ہو چکا، آپ حضرت میاںمیرؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ کے بعد انہوں نے ہی مریدانِ باصفا کو مشغولِ حق کیا دارا شکوہ نے آپکے ہاتھ پر طلبِ حق کے لیے بیعت کی تھی اور اور آپکے ہمہ گیر اثرات کو بھی قبول کیا تھا۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دارا شکوہ اور حضرت ملا شاہ بدخشی کے تعلقات کا ذکر کیا جائے۔

[1] بحوالہ اُردو ترجمہ بدخشانی سکینۃ الاولیاء طبع در تہران ص ۷-۶

Marfat.com

حضرت ملّا شاہ کا نام شاہ محمد تھا اور میاں میرؒ انھیں محمد شاہ پکارا کرتے تھے آپکے اصحاب اور معتقدین "حضرت اخوند" کہہ کر خطاب کرتے۔ آپ کا لقب "لسان اللہ" تھا۔ ایک رباعی میں آپ نے اس کا ذکر یوں کیا ہے :

؎ آنکس کہ ز راہ حق آگاہ است　　ملّا شاہ است و عارف ایں راہ است

از تاثیر زبان او معلوم است　　کامروز ملقب بہ لسان اللہ است

آپ کے والد گرامی کا نام ملّا عبدی تھا۔ جو موضع ارکسان کے رہنے والے تھے۔ یہ جگہ بدخشاں کے علاقہ روستاق کے پاس ہے۔ آپنے علوم دینی کی تحصیل مکمل کی تھی۔ عبادت و ریاضت کی طرف ابتدائے عمر سے میلان تھا۔ آپنے تمام عمر شادی نہیں کی۔ اپنے وطن سے نکلے تو تین سال کشمیر میں رہے۔ اور پھر کسی شیخ کامل کی تلاش میں لاہور، آگرہ اور ہندوستان کے دوسروں شہروں کا سفر کیا۔ آخر طلب صادق آپکو لاہور لے آئی۔ حضرت میاں میرؒ نے پورے تین سال تک توجہ نہ فرمائی۔ آخر التفات فرمایا۔ اور انہیں ذکر حق میں مشغول کیا۔

حضرت ملّا شاہ نے ترک و تجرید اور زہد و ریاضت میں اتنی محنت کی کہ حضرت میاں میرؒ کے تمام مریدوں سے سبقت لے گئے۔ ایک دن حضرت میاں میرؒ نے فرمایا ملّا شاہ! جو ریاضت تونے کی ہے۔ مشائخ سابق میں سے کسی نے نہیں کی"۔ داراشکوہ سکینۃ الاولیاء میں آپکے ذکر میں لکھتا ہے کہ اس وقت سلسلۂ عالیہ قادریہ کو اور حضرت میاں میرؒ کے طریقے کو ان کے وجود شریف سے زینت اور استقامت حاصل ہے ملّا شاہ نے تیس سال حضرت میاں میر کے زیر اثر ریاضت اور مجاہدہ کیا۔ چنانچہ فقر و استغنا، ترک و تجرید، توکل اور تسلیم و رضا میں کامل ہو گئے تھے۔ اسی لیے آپکو حضرت میاں میرؒ نے اپنی زندگی میں ہی بعض مریدوں کی تربیت سپرد کر دی تھی۔ موسم گرما میں آپ کشمیر چلے جاتے اور سردیوں میں لاہور قیام فرماتے۔ بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ تاریکی میں بیٹھے رہتے۔ کوئی خادم آپکے پاس نہ ہوتا۔ آپنے تمام عمر کسی بھی حالت میں نماز قضا نہیں کی۔ حبس دم جو قادری مسلک کا طریق خاص ہے آپ سے بڑھ کر کسی نے نہ کیا ہو گا۔ ابتدائے ریاضت میں پورے سات سال عشاء کی نماز سے

Marfat.com

فجر تک حبسِ دم کرتے اور ذکرِ خفی میں مشغول رہتے۔ سکینتہ الاولیاء میں مذکور ہے :

"حضرت ملّا شاہ کی ریاضت یہ ہے، ۱۰۵۲ھ تک کہ تیس سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ رات دن میں ایک لمحہ اور ایک لحظہ بھی نہیں سوئے۔ اس کے متعلق میں نے سوال کیا تو فرمایا: تیس سال سے زیادہ عرصہ گزرا ہے کہ ہم گھڑی بھر کو نہیں سوئے۔ اور ایک دو سال ہوئے کہ ہم ٹانگیں دراز کرتے ہیں اور زمین پر لیٹ جاتے ہیں لیکن نیند قطعاً نہیں آتی۔"

کُلُّ نَوْمٍ عَلَی المُحِبِّ حَرَامٌ (نیند تو محب پر حرام ہوتی ہے)

دارا شکوہ نے اپنے پیرِ طریقت کے فضائل و مناقب، خوارق عادات اور کرامتوں کے بے شمار واقعات بیان کئے ہیں۔

جب آپکو حضرت میانجیؒ کی طرف سے خرقۂ خلافت مل گیا تو کشمیر میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ چونکہ آپ اہلسنت والجماعت سے تعلق رکھتے تھے اس لیے کشمیر کے شیعہ فرقہ کے لوگ آپکے مخالف ہو گئے [1] اس کے باوجود آپ علی الاعلان اپنے عقائد کی تبلیغ کرتے رہے چنانچہ آپکی توجہ اور فیوض و برکات کے سبب ہزاروں اہلِ بدعت تائب ہو گئے۔

آپ نے دارا شکوہ کو اجازت دے رکھی تھی کہ وہ مریدان گروہ کو رشد و ہدایت اور تعلیم و تربیت دیں۔ شہزادے نے اس ضمن میں قرآن شریف سے فال نکالی جو اس مقصد کے حق میں تھی۔ دارا شکوہ کی مجلس حضرت ملا شاہ سے متعدد بار ہوئی۔ کئی راتیں اپنے مرشد کی صحبت میں بسر کیں۔ اس دوران رموزِ سلوک اور حقیقت و معرفت کے رموز و نکات کی تشریحات کی جاتیں دارا کی طبیعت میں استفسار کا مادہ بہت تھا اور یہ جستجو اُسے تلاشِ حق کے لیے ہوا کرتی۔ حضرت ملّا شاہ نے بہت سے شکوک و شبہات کا ازالہ کر دیا تھا ایک بار آپ نے دارا شکوہ سے فرمایا:۔ تمہارا خدا ایک ہے اور اس خدائے واحد تک ہم نے نہیں پہونچایا ہے۔ کوئی اور خدا

---

[1] خزینتہ الاصفیاء۔ مفتی غلام سرور لاہوری

نہیں جب تک دوسرے مشائخ تمہیں پہنچا ئیں گے۔"

ایک اور جگہ دارا شکوہ سے فرمایا:۔

"جو لوگ آجکل ہم سے وابستہ ہیں۔ اُن سب کو ہم تمہارے سپرد کرتے ہیں ہمارا طریقہ یہ ہے کہ اصحاب سے گفتگو کو جاری رکھا جائے تاکہ سب کی استعداد درست رہے"

آپ دارا شکوہ کا نام لے کر مخاطب نہیں کرتے تھے بلکہ "نوجوان و آدمی زادہ" کہہ کر ارشاد فرماتے دارا شکوہ سے محبت و خلوص کی وجہ سے آپ نے ایک خصوصی غزل لکھ کر دارا شکوہ کو ارسال فرمائی۔ ذیل میں غزل کا انتخاب درج ہے۔

اے بیخبر ز عالم راز نہانِ دل	روزے شود ترا کہ شوی ہمزبان دل
صاحبقرانِ اول و ثانی قرین چیست	دارا شکوہ ما شدہ، صاحبقران دل
آخر ز کائناتِ متاع دو کون را	کرد اُو بدست خود متاع دکانِ دل
توفیق یافت صاحب دل شد ز علم شاہ	خود نیک گشت واقف سود و زیان دل

حضرت ملا شاہ نے تصوّف کے اسرار و رموز کی تشریح میں متعدد رسالے بھی تحریر کئے تھے۔ آپ کے رقعات اور مکتوبات بھی موجود ہیں۔ دارا شکوہ کے نام بعض رقعات بڑے مفید اور دلچسپ تصوّف سے بھرپور ہیں۔ ان میں ادبی شان بدرجہ اتم موجود ہے۔ اکثر برمحل اشعار اور قرآنی آیات کے حوالوں نے ان کو اور وقیع بنا دیا ہے۔ صوفیاء اور اولیاء کے اقوال کے بھی اکثر جگہ حوالے موجود ہیں۔

دارا شکوہ اور اس کی بہن جہاں آراء بیگم کے نام خطوط اکثر پند و نصائح پر مبنی ہیں۔ انداز بیان مشفقانہ، مربیانہ اور حکیمانہ ہے۔ ایمان و توحید اور سلوک و معرفت کے مقامات کا بیان سہل اور مؤثر ہے۔ توحید وجودی کی تعلیم عقل و شواہد کی روشنی میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہر رقعہ میں صبر و استغنا کے ساتھ مسلسل سعی کی تلقین ہے۔ بعض شکوک اور توہمات کا ازالہ دلائل و براہین کی روشنی میں کیا ہے

Marfat.com

اِن خطوط میں آغاز" دولت دیدار نصیب" سے کیا ہے۔
ذیل میں ملا شاہ کے رقعات سے مختصر اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں تاکہ ان موضوعات، حقائق، و قائق، لطائف اور نکات کے متعلق کچھ معلوم ہو سکے نیز دارا شکوہ کو سلوک و معرفت کی تعلیم کے طریقے کا حال بھی واضح ہو سکے۔ اس کے علاوہ حضرت ملا شاہ کے معتقدات اور صوفیانہ نظریات اور ان کی اساس کا علم بھی ہو جائے۔
ایک خط دارا شکوہ کے نام اسطرح شروع ہوتا ہے :۔ (ترجمہ)
"دولت دیدار نصیب"! اُمید ہے کہ حق سبحانہ، و تعالیٰ اپنے آشنا کو اپنے سے دُور نہیں رکھے گا۔ جیساکہ ارشاد ہوا :۔ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا فَقَدْ تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ھَرْوَلَۃً" (جو میری طرف ایک بالشت بھر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں)۔ پس اس کا دوڑنا کس مرتبے کا ہو گا۔ تسلی رکھو کہ ایک بار پہچان لینے کے بعد نہ پہچاننا محال ہوتا ہے۔"
"یک نفس بے اُو بسر آوردن خطاست۔"
"ہر شخص کا دل اسی طرح کا ہوتا ہے جس طرح کے اس کے معلومات ہوتے ہیں چنانچہ عالموں کا دل علم اور اس کے مطالب یعنی مسائل عالم سے عبارت ہے۔ زاہدوں کے دل میں زہد، تقویٰ، خوف دوزخ، آرزوئے بہشت اور حصول مقصد پر عمل پیرا ہونے کی تمنا ہوتی ہے۔ عارفوں کا دل یہ چاہتا ہے کہ جو کچھ انہیں معلوم ہوا ہے اُسے دیکھیں کہ کیا ہے۔" "زہے نصیب۔"
"جب کسی صاحبِ شعور، جو قطرے کی مانند ہے کی نظر ناپیدا کنار سمندر پر پڑتی ہے تو وہ قطرے ہی میں مقید کیوں رہے۔ جب تک اپنی ہستی سے واقف نہیں وہ قطرہ ہی ہے۔ جب واقف ہو جاتا ہے تو قطرے کی قید سے خلاصی پا لیتا ہے اس کا جزوی علم کلی علم میں تبدیل ہو جاتا ہے۔"

Marfat.com

"طلب کی انتہا سلوک ہے اور سلوک کی انتہا معرفت اور معرفت کی کوئی انتہا نہیں"۔
"حق تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں لامحدود اور لانہایت ہے اس سخنِ عالی کو سمجھنا بڑی بات ہے"۔
"مبارک سفر، سفر باطن ہے۔ سو وہ بخوبی انجام کو پہونچانا۔ رہا دنیا کا سفر تو وہ پیچھے پیچھے ہے۔ اس کے انجام پانے میں کوئی شک وگمان نہیں"۔
"اس گروہ کی نظر جو اپنے آپ پر اور اپنے خدا پر رہتی ہے، بہت بلند ہے۔ کوتاہ نظروں کے نزدیک جو مرتبہ مومن، کافر، بہشت و دوزخ، نعمت وعذاب کا ہے، اُسے تم جاہلوں کے حوالے کردو اور اپنے آپ کو پہچانو"۔
"تمہاری جنت خداوند تعالیٰ کی ذات ہے اور تمہارا دوزخ ذاتِ خداوندی سے دوری"۔
"دیکھنا اور پالینا تو شاذو نادر ہی ہوتا ہے۔ پوشیدہ راز کو پالینے والا اہلِ سلوک میں اس طرح ہے جیسے ستاروں میں آفتاب ہوتا ہے۔ جس نے حق تعالیٰ کا دروازہ پالیا وہ آفتاب کی مانند ہے۔ ایسے اہلِ سلوک عارف ہوتے ہیں ان سب میں سے ممتاز وہ ہے جس نے کچھ دے کر پالیا ہے"۔
"وحدت کا کام دیدِ حق ہے جس کی وجہ سے نظری علم حاصل ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو خدا کے طالبوں کو نگہ نیم سے دُور دراز راہ طے کرادیتے ہیں۔ انہیں خدا تعالیٰ نے وحدت کا علم بخشا ہے"۔
"پس تمہیں حضرت نبی کریم صلعم کی اطاعت، مرشد کی برکت سے حاصل ہوگئی ہے"۔

شعر ؎

ہر کہ پی درپئے رسولؐ نہاد
از ہمہ رہرواں بہ پیش افتاد

"اگرچہ میں دیوانہ وار بات کہہ رہا ہوں لیکن غلط نہیں کہتا۔ دیوانہ اپنے کام میں

Marfat.com

ہوشیار رہوتا ہے۔ سب کو السلام علیکم کہیئے۔"

ان اقتباسات کے علاوہ دارا شکوہ کے اپنے خطوط بڑے طویل ہونے کے علاوہ بڑے دقیق اور نازک مسائل پر مبنی ہیں۔ اِن خطوط کے پیچیدہ سوالات سے دارا شکوہ کے شغف، مذہبی تحقیق اور سچائی کے کھوج کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ دارا شکوہ کا ایک خط کم و بیش دس صفحات پر پھیلا ہوا ہے جس میں حضرت ملّا شاہ سے استفسارات کئے گئے ہیں۔ اس میں آیات قرآنی، احادیث اور اشعار کے وافر حوالے ملتے ہیں۔

حضرت ملّا شاہ فرماتے ہیں کہ جب دل کو کشائش ہوئی تو طبیعت خود بخود موزوں ہو گئی۔ چنانچہ اس کے بعد اکثر دلی جذبات اور روحانی واردات کو شعر کی زبان میں ادا کرنے لگے۔ آپ کی نظم کا دیوان، معرفت اور حقائق و معانی سے پُر ہے۔

غزل کے علاوہ آپکی رباعیات بڑی پُر اثر ہیں۔ دارا شکوہ نے بعض غزلوں اور رباعیوں کا انتخاب سکینۃ الاولیاء میں دیا ہے۔ شاعری میں آپ شاہ تخلص کرتے تھے یہاں مختصر انتخاب درج کیا جاتا ہے :۔

شکر کہ امروز شد دولت فردائے ما ✤ رتبۂ اعلیٰ گرفت، ہمت والائے ما
رشتۂ تسبیحِ ما، رشتۂ زنار شد ✤ رہ سوئے میخانہ دارد، مرشدِ دانائے ما

دیگر نہ چراغیست دریں خانۂ ویرانئ ما ✤ روشن از آتشِ عشق تو شدہ خانۂ ما
درپے خانۂ جانانہ ما شد ہمہ عمر ✤ بود خود خانۂ ما، خانۂ جانانۂ ما

دیگر روئے او در مقابل مرآت ✤ روئے ما بود در مقابل ما
در رہ عشق آنکہ مارا کشت ✤ غیر ماکس نبود قاتل ما
ماکہ جز حق ندایم از عرفان ✤ پس چہ پرسی ز حق و باطلِ ما

دیگر رفتن بروئے آب و ہوا، ہیچ نیست شاہ
از خود خلاص یافتن، اینجا کرامت است

Marfat.com

رباعیات

ہر در کہ زدم، نیافتم اے درویش ❊ چوں یافتمش، یافتمش از در خویش
از حق داراں وحق گذراں دیدم ❊ در گردن خویش، حق خویش از ہمہ بیش

و

عمرے کہ بلند و پست بودم، بودم ❊ در مرتبہ ہیچ و ہست بودم، بودم
خود آمدہ ام، بخود پرستی اکنوں ❊ آندم کہ خدا پرست بودم، بودم

و

جان قربان سرتو، اے جانانہ ❊ جویائے تو عالم و تو اندر خانہ
اے باہمہ آشنا و بے گانہ زکُل ❊ عالم بتو آشنا و تو بے گانہ

و

باللہ کہ بی واسطہ و بیَن توئی ❊ زینت گرِ کائناتِ کونین توئی
یک حرف زراہ درستی بگویم ❊ اے جان کسی، خلاصۂ عین توئی

سکینۃ الاولیاء میں ۷۰ بار مختلف آیاتِ قرآنی اور ۳۶ بار مختلف احادیث کے حوالے دارا شکوہ نے دیئے ہیں۔ اسے اپنی اس تصنیف پر بڑا فخر ہے اور اکثر جگہ وہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طلبگار نظر آتا ہے۔

سکینۃ الاولیاء کا اُردو ترجمہ ۱۹۲۰ء میں لاہور سے چھپا تھا۔ فارسی نسخہ پاک و ہند میں نایاب ہے البتہ حال ہی میں اُردو ترجمہ پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی نے ایک خطی نسخہ سے کیا ہے۔ اور یہ ترجمہ زبان و بیان کے اعتبار سے خوب ہے اس کے علاوہ سید محمد رضا جلالی تائینی نے فارسی زبان میں اُسے تہران سے بھی چھپوایا ہے۔

رسالہ حق نما:۔

یہ دارا شکوہ کی تیسری تصنیف ہے جو ۱۰۵۶ھ میں مکمل ہوئی:۔

؎ ایں رسالہ حق نما باشد تمام ⁛ در ہزار و پنجہ و شش شد تمام ۱۰۵۶ھ
ہست از فادرمداں از قادری ⁛ آنچہ ما گفتیم فافہم والسّلام

دارا شکوہ اس کا مقصد جیسا کہ رسالہ کے عنوان سے ظاہر ہے، طالبانِ حق کی رہنمائی بنانا ہے۔ اس کے دیباچہ میں لکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ تک پہنچنا دو طریق سے ہے ایک فضل کے طریق سے کہ مرشد کامل ایک نظر میں طالب کو خوابِ غفلت سے جگا کر محبوب حقیقی کا جمال دکھاوے اور اس درجہ تک پہونچا دے کہ "بِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یَبْصِرُ" [1] (یعنی مجھ ہی سے دیکھتا اور مجھ ہی سے سنتا ہے) دوسرا طریق مجاہدہ و ریاضت کا ہے۔ سو یہ مسلسل کوشش اور محنت و رنج کے بعد طریق سلف کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔

شہزادہ آگے چل کر لکھتا ہے کہ ـــــــ " یہ نیازمند درگاہ صمدی محمد دارا شکوہ حنفی قادری اس گروہ میں سے ہے کہ یجتبیہم کے فضل سے کھینچنے والے نے ریاضت و مجاہدت کے بغیر نظر کامل کی تاثیر سے اپنی جانب کھینچ لیا اور بے انتہا مہربانی سے مطلب تک پہنچا دیا"

دارا شکوہ کہتا ہے کہ اس نے ایک غیبی آواز سنی جس میں کہا گیا کہ قادریہ سلسلہ سب سے بہتر اور عمدہ ہے اور یہ کہ رسول خدا صلعم سے یہ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ اور پھر حضرت شیخ میاں میرؒ اور پھر میرے مرشد حضرت ملّا شاہ کی وساطت سے اس تک پہنچا۔ اسی رات مجھے حکم ہوا کہ یہ رسالہ لکھوں [2]

دارا شکوہ نے اپنی جملہ تصانیف کے ناموں کے بارے میں خاص اہتمام روا رکھا ہے اکثر وہ قرآن شریف سے فال لیا کرتا تھا۔ اس رسالے کا نام اس کے دل میں "حق نما" گزرا۔ فال نکالنے کے بعد یہ آیت کریمہ جو کہ حق نمائی پر دلالت کرتی تھی نکلی۔

" وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا اَهْلَکْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰی بَصَائِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًی وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ "

[1] حدیث قدسی

[2] بروز جمعہ ۸ رجب المرجب ۱۰۵۵ھ

Marfat.com

مزید لکھتا ہے کہ بزرگان سلف وخلف نے اس مقصدِ عالیہ کے بارے میں بڑی بڑی کتابیں تحریر کی ہیں۔ یہ رسالہ تمام کُتب منصوفہ یعنی فتوحات، فصوص، سوانح، لوائح، لمحات اور لوامع وغیرہ کا جوہر ہے۔ دارا شکوہ نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ رسالہ کے مندرجات وہی کچھ ہیں جو اوضاع واطوار، نشست وبرخاست واعمال واشغال سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ سرِمُو ان سے فرق نہیں رکھا گیا۔ اس رسالہ کے مطالعہ کے بعد شہزادہ کہتا ہے کہ قاری انصاف کرے کہ اس فقیر (دارا شکوہ) پر اللہ تعالیٰ نے کس مرتبہ تک دروازہ ہدایت کا کھول دیا ہے۔

رسالے میں مرید یعنی طالب حق کے لیے دارا شکوہ لفظ "یار" استعمال کرتا ہے۔

اس رسالے کو چھ فصلوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلی فصل میں عالم ناسوت کا بیان ہے اس کے دیگر نام شہادت، عالم محسوس، عالم ملک، عالم بیدار اور عالم بیداری بھی ہیں۔ دوسری فصل میں عالم ملکوت کا بیان ہے۔ اس عالم کو عالم ارواح، عالم غیب، عالم لطیف اور عالم خواب بھی کہتے ہیں۔ یہ عالم فانی نہیں ہے۔ اس میں روحانی لطافت حاصل ہوتی ہے یہاں تک کہ پیغمبر صلعم کی صورت مبارک دیکھے تو یقین جان لے کہ یہ صورت آنحضرت صلعم کی ہی ہے۔ کیونکہ صحیح حدیث میں آیا ہے —— "یعنی جس نے مجھے دیکھا تو ضرور مجھے ہی دیکھا اس لیے کہ شیطان میری شکل نہیں بن سکتا۔" [1]

شہزادہ مزید لکھتا ہے کہ جب تجھے عالم لطافت کے ساتھ نسبت ہوگی تو تجھ پر عالم ملکوت کی فتح اور کشائش مبارک ہوئی۔ لیکن طالب کو چاہیئے کہ اس عالم میں پڑا نہ رہے۔ عالم صورت پر دل نہ لگائے۔ کشف وکرامات کی خواہش نہ کرے کیونکہ اس عالم میں کشف و کرامات بہت ہیں۔ اولیاء اللہ کے لیے یہ مقام ایک گزرگاہ ہے اور سالک کو اسے عبور کرنا لازم ہے۔ عالم ملکوت کا شغل دل کی روشنی وصفائی ہے تاکہ جو زنگار آئینۂ دل پر لگا ہے وہ دُور ہو جائے۔ چنانچہ اس سلسلے کے شغل کے اسم "اللہ" کا ورد مخصوص طریقے سے

---

[1] مَنْ رَآنی فقد رآنی۔ فان الشیطان لا یمثل بی۔

Marfat.com

تلقین کیا گیا ہے۔ اس میں طالب حبس دم کے ذریعے نفی و اثبات کا مظاہرہ کرتا ہے۔

شہزادہ لکھتا ہے کہ اے یار! حبس نفس میں مشغول بیٹھے تو چاہیئے کہ ہمیشہ دل کی طرف متوجہ رہے کہ اس شغل میں تیرے اندر سے آواز معلوم ہوگی۔ یہ آواز بعض دفعہ ہنڈیا کے جوش کی طرح آتی ہے اور بعض دفعہ جیسی کہ بھیڑوں کے چھتہ سے آتی ہے۔ یہ شغل ایک آواز ہے جس کو فقراء کے طریق میں "سلطان الاذکار" کہتے ہیں۔ اکثر صحیح حدیثوں سے جو کہ صحاح ستہ میں ہیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے پیغمبر صلعم بعثت سے پہلے اور بعد بعثت اس شغل میں متوجہ رہتے تھے۔ یہ شغل عالی مقدار فقراء کا خلاصۂ عمل ہے۔

فصل سوم میں عالم جبروت کا مذکور ہے۔ اس عالم کو عالم لازم، عالم احدیت و تمکیں اور عالم بے نقش بھی کہتے ہیں۔ اس عالم سے سوائے سیّد طائفہ استاد ابوالقاسم جنید رضؓ کے اور کسی نے خبر نہیں دی۔ انہوں نے فرمایا۔ تصوف یہ ہے کہ ایک گھڑی بے غم ہو کر بیٹھے شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ تم جانتے ہو، بے غم کا کیا مطلب ہے۔ بلا جستجو کے پالینا اور بغیر دیکھے کے دیکھ لینا۔ کیونکہ دیدار میں دیکھنے والا ایک علت میں ہے۔ اس کے بعد عالم جبروت میں شغل اور بیٹھنے کے طریقوں کا حال بیان کیا ہے۔

فصل چہارم لاہوت کے بیان میں ہے۔ اس عالم کو ہویت، عالم ذات، عالم بیرنگ اور عالم اطلاق بھی کہا ہے۔ یہ عالم تمام عالموں کا اصل اور ان سب کا محیط ہے دوسرے عالم بمنزلہ جسم کے ہیں اور یہ عالم ان کی جان ہے۔ تمام اسی میں آتے ہیں اور اسی سے نکلتے ہیں اور یہ بذات خود ہمیشہ یکساں ہے۔ اس میں تفاوت نہیں ہو سکتا۔ دوسرے جہان اس جہان کی نسبت ایسے ہیں جیسے کہ موجیں دریا کی نسبت اور ذرات آفتاب کی نسبت اور الفاظ معانی کی نسبت۔

داراشکوہ لکھتا ہے: "پس اے یار! جب یہ توحید کی سعادت لازوال جو کہ ان عالموں کی آشنائی سے ہوا کرتی ہے تجھ کو حاصل ہو جائے تو ہویت سے خبر دے گا۔"

Marfat.com

پانچویں فصل میں بھی ہویت کا بیان جاری ہے۔ شہزادہ رقمطراز ہے کہ :-

"معلوم کر۔ کہ جب سب کچھ وہی ہے تو پھر تو کون ہے۔ اس کے سوا کوئی اور علاج نہیں کہ اپنے آپکو بھی عین جانے اور من و تو کے گمان میں نہ رہے۔ یہاں ہی توحید و تجلی ذات کی حقیقت ہے۔ " وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ " چاہیئے کہ تو ذات سے اپنے جاننے کو ملاحظہ نہ کرے۔ وہم اور وسوسہ کی راہ دل پر نہ کھولے۔ تعینات کو ذات کا پردہ نہ سمجھے"

فصل ششم میں توحید وجودی یعنی ہمہ اوست کا بیان ہے۔

"اے یار! حقیقت کا دریا جب جوش میں آیا تو موج اور نقش اس میں ظاہر ہوئے۔ ان سب کو اُس دریا میں جدائی نہیں۔ اگر تو کسی نقش و موج کو دریا سے جدا کرنا چاہیے۔ تو کوئی صورت نہیں اور نام میں اگرچہ ہر ایک جُدا ہے لیکن ذات و حقیقت میں ایک ہی ہے

رباعی :- توحید بگویم از بفہمی بلوا ؛ موجود نبود ہیچ گہ غیر خدا

آنہا کہ تو می بینی و میدنی غیر ؛ در ذات ہمی یکیست و در نام جُدا

پانی بے رنگ اور بے صورت ہے۔ جب جم جائے تو کبھی یخ، کبھی اولہ اور کبھی برف کی صورت پکڑ لیتا ہے۔ پس جس شخص نے پہچان لیا ہے اور دیدۂ بینا رکھتا ہے تو وہ پانی کے تمام مراتب و کیفیات جانتا ہے ——— آخر میں کہتا ہے کہ اے یار! باوجود تقیدات کے اپنے آپ کو عین بحت اور محض ہستی جاننا ہے اور جو کچھ اپنا غیر دکھائی دے اس کو عین اپنا سمجھنا اور دوئی کی جڑ کو اکھیڑ دینا اور بُعد و بیگانگی کے پردہ کو دُور کر دینا اور سب کو ایک ذات دیکھنا ہے۔

مرشد نے جب طالب صادق کو اس مرتبہ تک پہونچا دیا اور اس دقیقہ کو سمجھا دیا تو اب تعلیم و تعلّم کی گنجائش نہ رہی۔ تیرا وجود، وجودِ کل ہوگیا۔ رنج اور خوف، وہم و دوئی اور مہجوری تیرے دل اُٹھ گئی۔ عذاب و ثواب سے چھوٹ گیا۔ نجات ابدی تک پہنچ گیا۔ اب جو چاہتا ہے کر اور جس وصف کے ساتھ کہ چاہتا ہے، رہو"

Marfat.com

بیت :- بادشاہی راگذار اے دوست آگاہی گزیں
چوں باگاہی رسیدی ہرچہ میخواہی گزیں

کیونکہ بشارت لاخوفٌ علیھم ولاھم یحزنون ، اور خوشخبری انزل السکینۃ علیٰ قلوبھم اس حالت والوں کی شان میں نازل ہوئی ہے اور انہی کے حق میں ظاہر ہوئی ہے''

حسنات العارفین (شطحیات)

یہ مختصر کتاب ان صوفیانہ اقوال کا مجموعہ ہے جو بڑے بڑے برگزیدہ صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کی زبان سے بہ حالت وجد اور حال و مستی نکلے ، اور جن کا مطلب شریعت اسلام کے ظاہری قوانین کے برعکس تھا۔ چونکہ داراشکوہ جو خود کو ایک صوفی باصفا اور فقر میں کامل سمجھتا تھا ، اس کی زبان سے بھی ایسے ہی کلمات نکلے۔ اور دائرہ تحریر میں آکر اہل ظاہر کے اعتراضات کا سبب بنے۔ چنانچہ اپنی برأت کی خاطر داراشکوہ نے مشہور صوفیاء کے اقوال کو مرتب کر کے شطحیات نام رکھا۔ داراشکوہ کتاب کی وجہ تسمیہ کے متعلق رقمطراز ہے :-

''چونکہ میں موجودہ علماء کے مذہب سے مطمئن نہیں ہوں اور میں نے دریں اثنا کچھ کلمات حق کہے اور لکھے ہیں جن کا تعلق میری روحانی کیفیات سے ہے۔ اس لیے بعض شر پسند اور بدنیت اشخاص جن کے پاس نقد علم نہ ہونے کے برابر ہے ، مجھے ان کلمات کے سبب ملامت کرتے ہیں اور بدعت و کفر کا الزام دھرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے ضروری سمجھا کہ ایک رسالہ شطحیات کے ضمن میں مرتب کر کے ان لوگوں کو قائل کروں جو مسیح کے روپ میں دجال ہیں۔ اور موسیٰؑ کے بجائے فرعون ہیں۔ اور حضرت محمدؐ صلعم کے اخلاق کے بجائے ابوجہل کے تعصب کے حامل ہیں۔ کچھ شطحیات اگرچہ روزبہان بقلی نے فراہم کئے ہیں تاہم میں نے زبان کو سہل اور عام فہم بنانے کے انہیں اضافہ کیا ہے۔''

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ دارا شکوہ معرفت حق کے ان مدراج کو طے کر چکا تھا جن کے بعد مشاہیر صوفیا، ایسے الفاظ ادا کرنے کے مجاز تصوّر ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دارا شکوہ نے بڑی جرات، حق گوئی اور بے باکی سے بے کم و کاست اپنے مافی الضمیر کا اظہار کیا ہے۔ ان شطحیات میں دارا نے اپنی شطحیات کا ذکر نہیں کیا بلکہ بعض احباب کے استفسار اور تقاضوں کے جواب میں یہ کہا کہ ان بزرگوں نے جو کچھ کہا ہے اور میں نے لکھا ہے، گویا یہ سبھی کچھ میرا ہی ہے۔ جن مقتدر صوفیائے کرام کی شطحیات کے حوالے کتاب میں درج کئے ہیں ان کے نام یہ ہیں:۔

حضرت بایزید بسطامیؒ

حضرت ذوالنون مصریؒ۔ حضرت ابو سعد حرازؒ۔ حضرت جنیدؒ بغدادی

حضرت ابوبکر واسطیؒ۔ حضرت امام احمد غزالیؒ۔ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ

حضرت ابن العربیؒ۔

ان کے علاوہ رسول اکرم صلعم کے خلفائے اربعہ، حضرت امام زین العابدینؒ اور امام جعفر صادقؒ کے اقوال بھی پیش کئے ہیں۔

اس کتاب کا آغاز ۱۰۶۲ھ میں ہوا جبکہ دارا شکوہ کی عمر ۲۸ سال تھی اور کتاب کا اختتام ۱۰۶۴ھ میں بروز سوموار آخر ربیع الاوّل ہوا۔ شطحیات کا اُردو ترجمہ لاہور میں حسنات العارفین کے نام سے ۱۹۱۲ھ میں ہوا۔ کتاب کے آخر میں دارا شکوہ لکھتا ہے وہ شخص حقیقت میں خوش نصیب ہے جو ان باتوں کو سمجھتا ہے اور ان سے مستفید ہو کر لُطف اندوز ہوتا ہے۔ قرآن توحید کی تعلیم دیتا ہے اور توحید کو جاننا معرفت کہلاتا ہے۔ اور انسان کے علم کا منتہا یہی دو باتیں ہیں۔ [۱]

---

[۱] دیکھئے پنجاب ہسٹاریکل سوسائٹی جرنل۔ مقالہ پنڈت شیو نرائن جلد دوم ص ۲۹ - ۲۸

Marfat.com

سرِّ اکبر

یہ کتاب ہندو مذہب کی کتب "اپنشدوں" کے پچاس ابواب کے ترجمہ پر مبنی ہے جسے سنسکرت زبان میں دارا شکوہ نے بنارس کے اہلِ علم پنڈتوں کی مدد سے منتقل کیا۔ یہ ترجمہ ۱۰۶۷ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا اور اس کا نام سرِّ اکبر رکھا گیا۔

دارا شکوہ نے جب یہ ترجمہ کروایا تو علمائے ظاہر نے برہمی اور ناراضگی کا حسبِ معمول اظہار کیا لیکن دارا شکوہ، کہ جس کی زندگی کا مقصد جستجوئے حقیقت اور ادراکِ معرفت تھا نے ہندومت کے علوم کا مطالعہ بڑی عرق ریزی سے کیا اور اپنشدوں میں اُسے وہ کچھ مل گیا جس نے اس کے توہمات اور گمانوں کو یکسر رفع کر دیا۔

لفظ اپنشد سَدْ (مصدر) سے پہلے اُپن علامت لگانے سے اپنشد بنا ہے۔ اس مصدر کے معنی ملنے کے ہیں۔ یعنی اپنشدوں کے معنی اس علم کے ہیں جو خدا سے ملا دیتا ہے۔ سنسکرت میں سَدْ مصدر کے تین اور معنی بھی ہیں ڈھیلا کرنا، جانا اور مٹانا۔ چنانچہ ہندو فیلسوف یہ معنی نکالتے ہیں کہ جو علم تمام بُری خواہشوں کو غلط باور کرا کے) فنا کر دے۔ وہ اپنشد ہے۔ سنسکرت کی "امرکوش" نامی لُغت کی رُو سے اپنشد کا لفظ "راز"، یعنی پُراسرار مفہوم کے لیے بولا جاتا ہے۔ چونکہ اپنشد ذاتِ خداوندی جو انتہائی پوشیدہ اور پُراسرار ہے کی وضاحت کرتا ہے اس لیے اس لفظ کے معنی راز یا بھید کے بیان کیے جاتے ہیں۔

اپنشد کے علم کو ویدانت بھی کہتے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اپنشدوں کا وجود وید کے انت یعنی آخری حصے میں پایا جاتا ہے۔ اپنشد تعداد میں بہت زیادہ ہیں اور مختلف ناموں سے پہچانے جاتے ہیں۔ سنسکرت ادب میں اپنشدوں کی یہ سب کتابیں علم و عرفان کا خزانہ مانی جاتی ہیں۔ چونکہ ان میں خاص طور پر علم الٰہیات کی تحقیق کا بیان ہے۔ اس لیے اپنشدوں کا علم روحانیت کا علم سمجھا جاتا ہے۔

دارا شکوہ سرِّ اکبر کے دیباچہ میں لکھتا ہے کہ اُسے ۱۰۵۰ھ میں جب کشمیر جانے کا اتفاق ہوا

Marfat.com

توحضرت ملاّ شاہ سلمہ اللہ سے شرف ملاقات نصیب ہوا۔ چونکہ اسے ہر طائفہ کے عارفوں اور موحدین سے ملاقات کا شوق رہا ہے اس لیے وہ ان کی عارفانہ باتوں اور حکیمانہ کلام سننے کو بے حد پسند کرتا ہے۔ اس مقصد کے لیے اس نے تصوف کی اکثر کتابیں مطالعہ کی ہیں بلکہ خود بعض رسائل تصنیف بھی کیے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود طلب توحید کی پیاس بجھنے کے بجائے دمبدم زیادہ ہوتی اور دقیق مسائل ہر وقت دل میں تحیّر کی کیفیت پیدا کرتے رہتے۔ ان مشکلات کا حل سوا کلام الٰہی او رفضلِ خداوندی کے ممکن نظر نہ آتا۔ قرآن کریم میں جو اشارات موجود ہیں ان کے جاننے والے فی زمانہ کمیاب ہیں۔ بنابریں یہ خواہش ہوئی کہ جملہ آسمانی کتب کو بنظرِ تحقیق اور حصولِ مدعا کی خاطر دیکھا جائے اس لیے کہ کلام الٰہی خود آپ اپنی تفسیر ہوتا ہے اگر ایک کتاب میں اجمال ہو تو دوسری میں تفصیل ہو سکتی ہے چنانچہ اس غرض کے لیے توریت، انجیل، زبور اور دیگر صحائف آسمانی کا مطالعہ بھی کیا گیا۔"

داراشکوہ کو خیال ہوا کہ ان تمام آسمانی کتابوں میں توحید کا بیان مجمل اور مرموز ہے اور مطلوب کا حاصل کرنا دشوار ہے۔ اس لیے چاہیئے کہ طائفۂ قدیم از ہندوؤں کہ ان کے ہاں گفتگوئے توحید کا بڑا چرچا ہے۔ اور ان کے ہاں بڑے نامور موحدین گزرے ہیں، ان سے استفادہ کیا جائے داراشکوہ اپنے وقت کے نام نہاد عالموں کا شکوہ کرتا ہے کہ وہ علم میں ترقی کے طالب نہیں ہیں اور محدود علمیت کے ساتھ لوگوں پر تکفیر اور انکار کے الزامات عائد کر کے ان کے قتل کے درپے ہیں۔ وہ انہیں "جہلائے ایں وقت" کہتا ہے

داراشکوہ چاروں ویدوں کو تمام آسمانی صحیفوں سے پہلے کی آسمانی کتابیں سمجھتا ہے جو "برہما" یعنی حضرت آدم صفی اللہ پر نازل ہوئیں۔ ان چاروں کتابوں کے خلاصہ کو کہ جس میں جمیع اسرار و سلوک و اشغال توحید درج ہیں " اپنکھت" کہا جاتا ہے۔ اس زمانہ کے اہلِ علم نے اس کی شرحیں اور تفاسیر لکھی ہیں۔

ہندو پنڈتوں کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ قدیم علوم کو سینہ بہ سینہ محفوظ رکھتے اور چند

Marfat.com

مخصوص افراد کی اہلیت کے بغیر کسی پر ظاہر نہ کرتے۔ اہلِ اسلام سے تو وہ اپنے قدیم مذہبی اسرار کو پوشیدہ رکھنے کا خاص اہتمام کرتے۔ دارا شکوہ کے تجسس کا ایک عنصر یہ بھی تھا۔ چنانچہ لکھتا ہے

"و ایں جماعہ کہ آں را اہل اسلام ایں قدر پوشیدہ و پنہاں می دارند، درآں چہ سرّ است ؟"

چنانچہ دارا شکوہ نے بنارس کے تمام پنڈتوں اور سنیاسیوں کو جو علم بید و اپنکھت کے رازداں تھے۔ اکٹھا کیا اور خود ترجمہ کیا۔ وہ کہتا ہے کہ بہت سی مشکلات اور الجھنوں کا حل اسے مل گیا۔

"و ہر مشکلے و ہر سخن بلندے کہ ہمی خواست طالب آں بود، می جست و نمے یافت"

آگے چل کر لکھتا ہے کہ یہ اپنشد بحر توحید کا سرچشمہ ہے اور بے شک وشبہ اوّلیں کتاب سماوی ہے اس لیے قرآن مجید کے مطابق بلکہ اس کی تفسیر ہے اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ذیل کی آیت شریفہ اسی قدیم کتاب کے حق میں نازل ہوئی ہے :۔

"ایں خلاصۂ کتاب قدیم کہ بے شک و شبہ اوّلین کتاب سماوی و سرچشمۂ تحقیق بحر توحید است و مطابق قرآن مجید، بلکہ تفسیر آں است۔ صریح ظاہر می شود کہ ایں بعینہٖ درحق ایں کتاب قدیم است۔"

"انہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون لا یمسہ الا المطہرون تنزیل من رب العلمین۔

یعنی قرآن کریم در کتاب است و آں کتاب پنہاں است و او را درک نمی کنند مگر دلے کہ مطہر باشد، نازل از پروردگار عالم و عالمیاں۔ مشخص و معلوم می شود کہ ایں آیۂ درحق زبور، توریت و انجیل نیست بلکہ از لفظ تنزیل چنیں ظاہر می گردد کہ درحق لوح محفوظ ہم نیست۔ چوں اپنکھت کہ سرّ پوشیدنی است، اصل ایں کتاب است و آیت ہائے قرآن مجید بعینہٖ درآں یافتہ

مے شود۔ پس تحقیق شد کہ کتاب مکنون ایں کتاب قدیم باشد۔"

سترِ اکبر کے دیباچہ سے دارا شکوہ کی جستجو، علم کی پیاس اور طلب حقیقت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یہ یاد رہے کہ دارا شکوہ ایک عظیم سلطنت کا ولی عہد ہے۔ ہم ہرگز یہ قیاس نہیں کر سکتے تھے کہ موصوف کی چونکا دینے والی تحقیقات کے پس منظر میں ذاتی شہرت یا حشمت جاہ کا عنصر کار فرما ہوگا۔ یہ ترجمہ اور اس کی دیگر تصانیف اس کے خلوص اور مذہبی شغف کی مظہر ہیں۔ ہر مذہب و ملت کے موحدین کے ساتھ ربط و تعلق اس کی وسیع المشربی کی دلیل ہے۔ وہ اس مقولے پر عمل پیرا نظر آتا ہے کہ سچائی اور حقیقت مومن کی میراث ہے۔ جہاں کہیں بھی ہو اسی کی گم گشتہ ملکیت ہے۔

دارا شکوہ نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ حقیقت سے قریب تر ہیں۔ پاک و ہند کے علاوہ یورپ و ایشیا کے کئی مصنفین اور محققین نے ویدوں اور اپنشدوں کی عظمت کا اعتراف کیا ہے۔ ان کتابوں میں بنیادی طور پر مسئلہ توحید (وحدت الوجود) کی توضیح کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ خدا کی قربت کے حصول کے لیے مراقبوں کے بیانات ہیں۔ علم الٰہیات کے مسائل مثلاً پیدائش عالم، کیفیت روح، مادہ کی ماہیت، خدا کی حقیقت روح کا بہشت و دوزخ میں رہنا اور حالت رنج و خوشی وغیرہ۔

حقیقت یہ ہے کہ اپنشدوں کے مضامین سے سبھی اہلِ علم خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں، متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ مشہور مسلمان البیرونی ان اپنشدوں کے گہرے مضامین سے بڑا متاثر تھا۔ یہاں تک کہ جب اس نے گیارہویں صدی میں ہندوستان کا سفر کیا تو اپنشدوں کو سمجھنے کے لیے سنسکرت کی تعلیم حاصل کی۔[1]

دارا شکوہ کے اس فارسی ترجمے کی اتنی پذیرائی ہوئی کہ اسے فارسی زبان سے فرانسیسی زبان میں منتقل کیا گیا۔ جب یہ ترجمہ جرمنی کے مشہور فلسفی شوپن ہار نے پڑھا

---

[1] البیرونی کا بھارت

تو اُسے روحانی بصیرت حاصل ہوئی۔ [1]

پروفیسر میکس مولر جو ویدانت کا بڑا عالم تصوّر کیا جاتا ہے، اس کا خیال ہے کہ شوپن ہار کا بیان کسی تصدیق کا محتاج نہیں [2] اپنشدوں کے حیرت انگیز مسائل کے بارے میں شوپن ہار مزید لکھتا ہے:-

"یہ مسائل ایسے ہیں جو ایک طرح سے غیر انسانی تصنیف ہی ہیں۔ یہ جن کے دماغ سے ظاہر ہوئے ہیں ان کو صرف انسان کہنا کٹھن ہے۔" [3]

پال ڈائسن (PAIL DEUSSEN) جرمنی کے ایک دوسرے عالم نے اپنشد درشن ایک کتاب بھی لکھی ہے اس کی رائے ہے کہ اپنشدوں میں جو فلسفیانہ مضامین ہیں وہ نہ صرف ہندوستان بلکہ ساری دنیا میں بے مثل ہیں۔ آگے مزید لکھتا ہے کہ کانٹ اور شوپن ہار کے خیالات اپنشدوں میں پہلے ہی سے موجود تھے نیز قدیم فلسفیانہ صداقت کا ظہور اس نجات دلانے والے روحانی علم سے زیادہ شاید ہی کہیں ہوا ہو [4]

---

[1] شوپن ہار کے الفاظ یہ ہیں:- In the whole world, There is no study so elevating.

[2] وہ لکھتا ہے:- "If these words of Schopenhaur required any confirmation, I would willingly give it as a result of my life-long study."

[3] "Almost super human conceptions whose originators can hardly be said to be mere men.

[4] "Eternal philosophical truth has seldom found more decesive and striking expression that in the doctrine of emancipating knowledge of the Atma." (P. Dauessen).

Marfat.com

ان اقتباسات کی روشنی میں جن میں بدلیسی عالموں اور فلسفیوں کی آرا رہیں۔ بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ دارا شکوہ اور ان کے خیالات میں کتنی مماثلت پائی جاتی ہے اپنشدوں کے علوم اور مباحث کے حقیقی اور الہامی ہونے میں اکثر مفکرین دارا کے ہم خیال نظر آتے ہیں۔

ہندو مذہب دنیا کے قدیم ترین مذاہب میں سے ہے۔ چنانچہ ان کی مقدس کتابوں کی قدامت بھی اسی اعتبار سے ہو گی۔ صدیوں سے اہلِ ہند کا یہ عقیدہ چلا آتا ہے کہ وید انسان کی تصنیف نہیں بلکہ خدا کی طرف سے رشیوں کو جو مکاشفات ہوئے اور انہوں نے دل کی آنکھوں سے کلام الہٰی کا مشاہدہ کیا۔ اس کا بیان ہے۔ یہ فقط اس کلام کو دوسروں پر ظاہر کرنے کا وسیلہ تھے نہ کہ اس کلام کے مصنّف۔

پروفیسر میکس مولر کے خیال کے مطابق ان کتابوں کا زمانہ دو سو قبل از مسیح سے دو ہزار قبل از مسیح تک کا ہے۔ اکثر یورپین محققین نے ویدوں کے زمانہ کا تعین کرنے کی کوشش کی ہے (بنٹلے (BENTLY) کا خیال ہے کہ ویدوں کا زمانہ زیادہ سے زیادہ چوبیس سو سال قبل مسیح ہے۔ ان مفکرین کی رائے ہے کہ ویدوں کی تصنیف کی ابتدا وسط ایشیا میں ہوئی تھی۔ ہندوستان کے ایک عالم تلک کا خیال ہے کہ ویدوں کی تصنیف چھ ہزار قبل مسیح میں شروع ہوئی اور چوبیس سو قبل مسیح میں ختم ہوئی۔ اس لیے ویدوں کا زمانہ ۶۰۰۰ قبل مسیح ہے۔ فی الحال مسٹر تلک کی تحقیق ہی علمی دنیا کے اندر تسلیم کی جاتی ہے موصوف نے اس کاوش کو ایک کتاب کی شکل میں پیش کیا ہے جس کا نام اوراثن (ORHINE) ہے اس تحقیق سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وید کسی ایک زمانہ میں تصنیف نہیں ہوئے بلکہ ان کا زمانۂ تصنیف کئی صدیوں پر پھیلا ہوا ہے [1]

حضرت مرزا مظہر شہید جان جاناں ۱۱۱۳ھ تا ۱۱۹۵ھ ایک مشہور صوفی بزرگ اور عالم دین تھے۔ آپ نے سلوک و تصوف کی جستجو کے لیے اپنی عمر وقف کر دی تھی علم حدیث

---

[1]: ماہنامہ مصلح۔ جنوری ۱۹۲۷ء صفحہ ۲۶

Marfat.com

میں حاجی محمد افضل سیالکوٹی اور قرآنِ حکیم کی تعلیم میں حافظ عبدالرسول چودھری کے شاگرد تھے۔ نقشبندی سلسلہ میں حضرت سید نور محمد بدایونی سے بیعت کی جو صرف دو واسطوں سے حضرت مجددؒ الف ثانی کے سلسلہ میں منسلک تھے۔ حضرت میرزا مظہرؒ، قادریہ، نقشبندیہ اور چشتیہ تینوں طریقوں کی تلقین کرتے تھے۔ آپ اپنے ایک مرید کے سوال کا جواب دیتے ہوئے جو مذہب ہنود کے متعلق تھا اپنے ایک مکتوب میں لکھتے تھے۔

"اہلِ ہند کی قدیمی کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بے انتہا رحمت نے نوع انسانی کی معاد و معاش کی اصلاح کے لیے برہما نامی فرشتے کی معرفت وید مقدس نازل کیا ——— اہلِ ہنود کے تمام فرقے خدا تعالیٰ کی توحید میں اتفاق رکھتے ہیں عالم کو مخلوق جانتے ہیں۔ جہان کو فانی سمجھتے ہیں۔ اور قانون مجازات پر ان کو یقین ہے۔ اہلِ ہنود میں بعض ایسے عالم ہوئے ہیں کہ جن کو علوم عقلی و نقلی اور مجاہدات و مکاشفات میں پوری دسترس حاصل تھی۔ اور تحقیق و معارف میں ان کو ید طولیٰ تھا۔ ان کے متکلمین نے انسانی زندگی کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ چوتھے حصے میں دُنیا سے الگ تھلگ ہو کر عزلت گزیں ہوا جاتا ہے اور بقیہ عمر تزکیۂ نفس اور یادِ الٰہی میں بسر کی جاتی ہے۔ غرضیکہ ان کے دین کے قواعد و ضوابط میں پورا نظم و نسق تھا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ دین بھی دین الٰہی تھا مگر بعد میں منسوخ ہو گیا شریعت میں موسوی و عیسوی دین و مذہب کے سوا اور کسی مذہب کی تنسیخ کا ذکر نہیں آیا۔" [1]

یہ امر خدا تعالیٰ کی رحمتِ عامہ سے بعید نظر آتا ہے کہ آسمانی ہدایت سے ہندوستان جیسے وسیع و عریض خطہ کو محروم رکھا جاتا۔ اس سرزمین میں بھی انبیاء و رسل کی بعثت واقع ہوئی ہے۔ ان کا حال اہلِ ہنود کی کتابوں میں پایا جاتا ہے ان کے احوال و آثار سے ظاہر ہوتا

---

[1] ۔ مقامات مظہریہ۔ ص ۹۹ تا ۱۰۱

Marfat.com

ہے کہ وہ کامل اور اکمل تھے۔ اگرچہ ایسے پیغمبروں کا ذکر مذہب اسلام کی کتب میں مذکور نہیں تاہم یہ مسلّمہ امر ہے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت سے قبل ہر ایک قوم میں ایک پیغمبر مبعوث ہوا اور ان اقوام پر اپنے اپنے پیغمبروں کی اطاعت لازمی و واجب ٹھہرائی گئی ہے نہ کہ دوسرے پیغمبروں کی۔ مگر آنحضرت صلعم فداہ روحی کی بعثت تمام جہان کے لیے ہے اور آپؐ کا دین جملہ ادیان کا ناسخ ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کی بعثت کے بعد جن لوگوں نے آپؐ کا اتباع نہیں کیا وہ کافر ہیں نہ کہ آپؐ کی بعثت سے پہلے کے لوگ۔ اس آیت کریمہ کی رُو سے کہ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؛ شریعت نے اکثر انبیاءؑ کے حالات سے سکوت فرمایا ہے۔[1]

اس ضمن میں قرآن مجید میں واضح آیات موجود ہیں۔ جن کی روشنی میں ہندوستان میں پیغمبروں اور نبیوں کی بعثت کے بارے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ ذیل میں قرآن کریم کی چند آیات پیش کی جاتی ہیں :-

۱ :- ولکل امۃ رسول۔ ماذا جاء رسولھم قضی بینھم بالقسط وھم لا یظلمون (ہر ایک اُمت کا ایک رسول ہوا ہے۔ قیامت کے دن ہر اُمت کا رسول ہمارے ہاں حاضر ہوگا اور لوگوں پر مطلقاً کوئی ظلم نہ ہوگا)

۲ :- وَلقد بعثنا فی کل امۃٍ رسول (اور ہم نے ہر اُمت میں رسول بھیجا ہے)

۳ :- لقد ارسلنا الیٰ امم من قبلک (ہم نے تم سے پہلے بھی اُمتوں میں مرسل بھیجے تھے)

۴ :- ویوم نبعث من کل امۃٍ شہیداً (قیامت کے دن ہم ہر اُمت کے نبی کو گواہ بنا کر کھڑا کریں گے)

۵ :- وان من امۃٍ الا خلا فیھا نذیر (اور کوئی اُمت ایسی نہیں گزری جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو)

---

[1] ماہنامہ صوفی دسمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۲۴ تا ۳۱

۲۶ ولقد ارسلنا من قبلك فی شیع الاوّلین (اور ہم نے تم سے پہلے بھی بہت سے گروہوں میں پیغمبر بھیجے تھے)

۲۷۔ وَمَاکُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا (جب تک ہم رسول بھیج کر اتمام حجت نہ کر لیں، ہم کسی کو سزا نہیں دیا کرتے)

حضرت شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانیؒ کے خیالات سے بھی گزشتہ صفحات کے بیانات اور دلائل کی تصدیق ہوتی ہے حضرت مجددؒ صاحب فرماتے ہیں:۔

"گزشتہ اُمتوں پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی جگہ بہت کم ہے جہاں پیغمبر مبعوث نہ ہوا ہو حتیٰ کہ زمین ہند میں بھی جو اس معاملے سے دُور دکھائی دیتی ہے۔ اہلِ ہند میں سے پیغمبر مبعوث ہوئے اور خدا کی طرف سے دعوت فرمائی۔ اگر ایسے شہروں کا تعین کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں ۔ ۔ ۔ بعض ایسے پیغمبر گزرے ہیں جن کے صرف دو یا تین اشخاص تابع ہوئے بلکہ ایسا پیغمبر بھی گزرا ہے جس کی کسی نے تابع نہیں کی، اہلِ ہند کی مذہبی کتب کی صفات، تقدس و تہبد کے متعلق جو کچھ ہمیں میسر آیا ہے وہ سب انہی پیغمبروں کی تعلیم کا نتیجہ ہے [1]

مقاماتِ حضرت امام ربانی میں لکھا ہے:۔

"مجھے ہندوستان میں بعض انبیاء علیہم السلام کی قبریں دکھائی گئی ہیں جن میں سے نور طلوع ہوتا ہے۔"

آج ہم یورپین محققین کے کہے ہوئے پر یقین کرنا قابلِ فخر بات سمجھتے ہیں اور ان کی علمی کاوشوں کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں لیکن مقامِ افسوس ہے کہ ہند کے اس مسلمان شہزادے کی تحقیق و جستجوئے علم کے بارے میں ہم متعصب ہو جاتے ہیں۔ یہ دارا شکوہ ہی تھا جس نے اپنشدوں کے ترجمے کی وساطت سے اہلِ مغرب کو ہندوؤں کے علم سے روشناس کیا۔

[1] مکتوبات جلد اوّل مکتوب ۲۵۹

Marfat.com

اور اپنی ذاتی نگرانی میں پوری تحقیق اور انصاف کے ساتھ یہ کام کیا۔ ہمیں یقین ہے کہ دارا شکوہ کے ذوق وشوق کے پیشِ نظر اس ترجمے میں کسی قسم کی کوتاہی روا نہ رکھی گئی ہوگی وہ خود بھی کہتا ہے :۔

"خواست کہ اپنکھت ہا را کہ گنج توحید بود، و دانندگانِ آں در آں قوم ہم مانده اند، بزبانِ فارسی بے کم و زیاد و بے غرض نفسانی، بعبارت راست براست لفظاً بہ لفظاً ترجمہ نمودہ۔"

اس میں شک نہیں کہ دارا شکوہ کی بعض باتوں سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا اور بعض آیات شریفہ کی تشریح و تفسیر قابلِ قبول نہیں ہو سکتی اور بجا طور پر اس سے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن باوصف اس کے اس کی سعی بلیغ اور نیک نیتی و خلوص پر شک نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ مولانا شبلی نعمانی نے اس کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے :۔

"عالمگیر نے دارا شکوہ کے مقابلہ کا جب قصد کیا تو اس کا سبب یہ ظاہر کیا کہ دارا شکوہ بدعقیدہ اور بے دین ہے۔ اس لیے اگر وہ ہندوستان کا فرماں روا ہوا تو ملک میں لادینیت پھیل جائے گی۔ عام مؤرخوں کا خیال ہے کہ یہ محض ایک فریب تھا۔ نہ دارا شکوہ بے دین تھا اور نہ عالمگیر کی مخالفت کا یہ سبب تھا۔ دلوں کا حال خدا کو معلوم لیکن اس کتاب سترِ اکبر کے دیباچے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دارا شکوہ بالکل ہندو بن گیا تھا اور کچھ شبہ نہیں کہ اگر وہ تختِ شاہی پر متمکن ہوتا تو اسلامی شعائر اور خصوصیات بالکل مٹ جاتیں"[1]

مولانا شبلی کے اس بیان میں خاصا تضاد موجود ہے ایک طرف تو کہا کہ وہ (دارا شکوہ) بے دین نہ تھا اور آگے چل کر فرمایا کہ وہ بالکل ہندو بن گیا تھا۔۔۔ دراصل وجہ یہ ہے کہ مولانا شبلی کا قلم ہیرو پرستی کے سلسلے میں اکثر یک رُخا ہو جاتا ہے اور اس تاریخی بصیرت کو نظر انداز کر دیتا ہے جو اس کا امتیازی وصف ہے۔ چنانچہ میر انیس کے مقابلے میں مرزا دبیر

[1] مقالات شبلی۔ جلد ہفتم ص ۱۰۱

Marfat.com

ہو یا اورنگ زیب عالمگیر کے مقابلے میں دارا شکوہ ہو، وہ یک طرفہ سوچ بچار کے عادی ہیں۔ اور بعض اوقات یہ ان کی جذباتی مجبوری بن جاتی ہے۔ سرِ اکبر کا دیباچہ ان حقائق کی طرف اشارہ کرتا ہے جسے گزشتہ صفحات میں مسلم اور غیر مسلم سبھوں نے سراہا ہے اور جس میں دارا شکوہ کے ہندو بن جانے کی کوئی علامت اور کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ دارا شکوہ نے سرِ اکبر کے ترجمہ کی غرض و غایت ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

"بغیر از منتفع شدنِ خود و اولادِ خود و دوستان خود و طالبان حق مطلبے و مقصودے نبودہ۔ سعادت مندے کہ غرض نفس شوم گزاشتہ، خالصاً لوجہ اللہ این ترجمہ را کہ بہ سرِ اکبر موسوم است ترجمہ کلامِ الٰہی دانستہ ترک تعصب نمودہ، بخواند و فہمید بے یزال و بے اندوہ و رستگار و موید خواہد شد"

دارا شکوہ کے ان الفاظ سے، اگر انصاف کی عینک سے دیکھا جائے تو، کمال، بے غرضی، خلوصِ نیت اور طالبانِ حقیقت و متلاشیانِ حق کی راہنمائی کے سوا اور کچھ ظاہر نہیں ہوتا۔ ... دیباچہ کے متن کی تصدیق و تائید سوا ایک آدھ اختلاف کے مسلمان صوفیاء اور علماء کے بیانات سے گزشتہ اوراق میں پایۂ ثبوت تک پہنچ گئی ہے نہ معلوم مولانا نے دیباچہ میں اس کے ہندو بن جانے کا کونسا عنصر دیکھا تھا۔ سرِ اکبر کے آخر کی عبارت ملاحظہ کیجئے۔

"بست و ششم ماہ رمضان یکہزار و شصت و ہفت ہجری در شہر دہلی در منزل نگمبودہ تمام رسانید، ازیں گنج معرفت بہرہ ور از ہستی موہوم خلاص گشتہ بہ ہستیٔ حق رسید رستگار جاوید گردید۔ تمام شد کتاب ترجمہ اپنکھت ہا موافق چہتر بید" [۱]

---

[۱] موسیو ڈپران کا فرانسیسی اور لاطینی زبانوں میں سرِ اکبر کا ترجمہ دو جلدوں میں ۱۸۰۲ء کو شائع ہوا۔ ایک خطی نسخہ کراچی میوزیم ظفر الحسن کلیکشن میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ فارسی نسخہ کلیات دارا شکوہ میں گیانی پریس، گوجرانوالہ پنجاب سے بھی شائع ہوا تھا۔

Marfat.com

بھگوت گیتا :

یہ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں سے ایک مشہور کتاب ہے جسے سنسکرت زبان سے فارسی میں دارا شکوہ نے ترجمہ کیا۔ اس کا ایک خطی نسخہ نمبر ۱۹۴۹ انڈیا آفس لائبریری میں موجود ہے چونکہ نسخہ میں تاریخ وغیرہ نہیں ملتی اس لیے سن تالیف و ترجمہ کے بارے میں کچھ قطعی طور پر کہا نہیں جا سکتا۔ غالب گمان ہے کہ ۱۰۶۷ھ یعنی اپنشدوں کے ترجمے سے قبل بہر حال نہیں ہوا[1] ڈاکٹر ریو اس ترجمے کو ابوالفضل کی طرف منسوب کرتا ہے[2] لیکن فہرست نگار ڈاکٹر ایتھی نے دارا شکوہ کی تصنیف کہا ہے۔[3]

بیاض دارا شکوہ :

دارا شکوہ کی ایک بیاض کا تذکرہ صرف مخزن الغرائب کے مصنف نے کیا ہے بلکہ اس بیاض سے استفادہ بھی کیا ہے۔ اس بیاض کا ذکر کسی اور تذکرے میں موجود نہیں اور نہ یہ کسی لائبریری میں موجود ہے۔ دارا کے ذوق شاعری کے پیش نظر اس نوعیت کی بیاض مرتب کرنے کا گمان ہو سکتا ہے۔

مکاتیب :

دارا شکوہ نے اپنی زندگی میں بہت سے خطوط لکھے۔ سرکاری اور سیاسی خطوط ہمارا موضوع نہیں بلکہ وہ رقعات جو وقتاً فوقتاً علماء اور صوفیاء کو مذہبی مسائل کی تحقیق کے بارے میں لکھے گئے تھے۔ ان کا ذکر ایک کتاب "فیاض القوانین" میں ہے۔ اس میں دارا شکوہ کے آٹھ خطوط ملتے ہیں جو اس نے شاہ محمد دلربا، شیخ محب اللہ الہ آبادی، حضرت ملا شاہ قادری بدخشی اور شیخ سرمد وغیرہ کے نام ہیں۔ دارا شکوہ کے بعض خطوط پر پروفیسر محفوظ الحق کی نظر میں متفرق کتب انشاء اور دیگر مجموعوں میں گزرے ہیں[4]

---

[1] دیباچہ مجمع البحرین۔ محفوظ الحق ص ۱۴ (۲) فہرست فارسی مخطوطات برٹش میوزیم جلد اول ص ۳۹

[3] فہرست فارسی مخطوطات انڈیا آفس جلد اول کالم ۱۰۸۹ (۴) مجمع البحرین۔ محفوظ الحق ص ۱۵-۱۴

Marfat.com

دیباچہ مرقع :

کتب خانہ ملی پریس میں ایک نسخہ خطی بنام "نگارستان منیر" ہے جس کے آخری حصے میں ایک دیباچہ مرقع بخط دارا موجود ہے۔ فہرست نگار بلوچی نے اسے دارا شکوہ کی تصنیف شمار کیا ہے لیکن محفوظ الحق کا خیال ہے کہ یہ مرقع شاید وہی ہوگا جو شہزادہ دارا شکوہ نے ۱۰۵۱ھ میں اپنی بیوی نادرہ بیگم کو تحفہ میں پیش کیا تھا۔ اورنیٹل کالج میگزین لاہور ۱۹۵۵ء کے ضمیمہ میں علامہ مولوی محمد شفیع استاد جامعہ لاہور نے اپنے مضمون میں تحریر کیا ہے کہ ایک اصلی نسخہ مرقع دارا شکوہ کتب خانہ انڈیا آفس لندن میں موجود ہے لیکن کتب خانہ مذکور کی فہرست میں درج نہیں۔ اس مرقع کے ۸۱ اوراق ہیں جن میں خطاطی اور تصاویر کے نادر نمونے ہیں۔ یہ مرقع دارا شکوہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ بہت سے مشاہیر خوشنویسوں کے خطاطی کے نمونے اس میں موجود ہیں۔ خطاطانِ ذیل کے قطعات بھی موجود ہیں۔

سلطان علی مشہدی، سلطان محمد خندان، زین الدین محمود، میر علی، محمود بن اسحاق الشہابی، شاہ محمد نیشاپوری، محمد حسن کشمیری، محمد حسین زرین قلم اکبر شاہی، عبدالرحیم عنبریں قلم۔

مرقع کے آخر میں یہ عبارت درج ہے۔

"ایں مرقع نفیس بانیس خاص و ہمدم و ہمراز باختصاص نادرہ بانو بیگم دادہ شد"

حررہ محمد دارا شکوہ ابن شاہجہان بادشاہ غازی ۱۰۵۱ھ قیمت ہزار روپیہ [1]

---

[1] دارا شکوہ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نمونے کتبے، وصلیاں اور دستخط شدہ کاغذات ہندوستان و یورپ کی مختلف لائبریریوں میں پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے جو پروفیسر محفوظ الحق کے علم میں ہیں ان کا مختصر بیان درج ذیل ہے۔
سفینۃ الاولیاء :- اورنیٹل پبلک لائبریری پٹنہ مخطوطہ ۶۷۳ جس پر دارا شکوہ کے ہاتھ سے یہ نوٹ لکھا لکھا ہوا ہے ــــــــ "ہذا کتاب سفینۃ الاولیا حررہ محمد دارا شکوہ حنفی قادری ۱۰۵۰ھ"
قرآن شریف :- ورق الغزال پر لکھا ہوا ۱۰۵۱ھ جس پر یہ نوٹ بخط دارا شکوہ درج ہے۔
"کتبہ بندہ آثم دارا شکوہ بن شاہجہان بادشاہ غازی درمقام شاہجہان آباد سنہ ۱۰۵۱ھ"
شمس العلماء حافظ نذیر احمد جس نے یہ نسخہ عزیز آباد لائبریری حیدر آباد دکن میں خود دیکھا ہے۔

(باقی صفحہ ۶۲ پر ملاحظہ فرمایئے)

رسالہ معارف

جیسا کہ اس رسالہ کے نام سے ظاہر ہے یہ رسالہ تصوّف و معرفت کے متعلق ہے اس کا ذکر خزینۃ الاصفیا کے مصنف مفتی غلام سرور نے دارا شکوہ کی تصنیف کے طور پر کیا ہے [1] عبداللطیف نے اپنی تصنیف "لاہور" بزبان انگریزی، میں بھی اسے دارا شکوہ کی تصنیف بتایا ہے [2]

[1] لکھنؤ ایڈیشن ۱۸۷۴ء

[2] لاہور عبداللطیف۔ ایڈیشن ۱۸۹۲ء صفحہ ۶۴

— بقیہ حاشیہ

بتاتے ہیں کہ تمام آیات سنہری حروف میں لکھی گئی ہیں اور اس کے صفحات منقش ہیں اس کے علاوہ ایک قرآن مجید جس پہ دارا شکوہ روزانہ تلاوت کیا کرتا تھا نواب حسام الدین حیدر ساکنہ کو میلا بنگال کے ذخیرہ کتب میں موجود ہے۔ حاجی مظہر عالم ردولوی اپنے سفرنامۂ مظہری صفحہ ۹۵ میں اس کا ذکر یوں کرتے ہیں:۔
نواب حسام الدین نے قرآن شریف کا یہ نسخہ مجھے دکھایا تھا۔ یہ مطلّا و مذہب ہے اور عمدہ مولٹے کاغذ پہ لکھا گیا ہے۔ اسی نسخہ سے دارا شکوہ تلاوت پاک کیا کرتا تھا اور اس پہ شہزادہ کی مہر بھی موجود ہے۔ نواب موصوف نے یہ نسخہ ایک یورپین خاتون سے حاصل کیا تھا۔

پنجسورہ:۔ یہ پنجسورہ بہترین نسخہ ہے مطلّا و مذہب بخط دارا شکوہ ہو لہر لائبریری میں موجود تھا جسے بعدہٗ ذخیرہ کتب وکٹوریہ میموریل کلکتہ میں منتقل کر دیا گیا۔

دہ پند ارسطو:۔ یہ نستعلیق میں لکھا ہوا ہے جس کے حاشیے سنہری ہیں۔ وکٹوریہ کلکتہ ہال میں محفوظ ہے۔

رسالہ حکمت ارسطو:۔ اُسے دارا شکوہ نے ۱۰۴۱ھ میں اپنے ہاتھ سے نقل کیا تھا اور اب آصفیہ لائبریری حیدر آباد دکن میں محفوظ ہے۔

شرح دیوان حافظ:۔ یہ شرح سیف الدین ابوالحسن عبدالرحمان کے زور قلم کا نتیجہ ہے جسے دارا شکوہ نے اپنے ہاتھ سے لکھا۔ اس کا نسخہ آصفیہ لائبریری دکن میں موجود ہے۔

مثنوی سلطان ولد:۔ مولانا جلال الدین رومی کے لڑکے بہاؤ الدین کی مثنوی "سلطان ولد" پر دارا شکوہ کے دستخط اور ایک نوٹ بھی لکھا ہوا ہے۔ ایچ بلوخمن نے اس نوٹ کا عکس مجلہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۷۰ء صفحہ ۲۸۲ پر شائع کیا ہے نمونہ یہ ہے۔

هو القادر
مثنوی سلطان ولد
بخط مبارک ایشاں
راقمہ محمد دارا شکوہ

وصلیاں:۔ دارا شکوہ کی کتبہ وصلیاں مختلف ذخیرۂ کتب اور بعض لوگوں کے پاس ذاتی ملکیت میں موجود ہیں۔ ندوۃ العلماء بنارس کانفرنس ۱۹۰۶ء میں ایک وصلی دکھائی گئی تھی۔ ایک اور وصلی دوسری تاریخی کانفرنس منعقدہ ۱۹۲۰ء لاہور میں دکھائی گئی تھی۔ ایک وصلی بوڈلین لائبریری آکسفورڈ جس پر ۱۰۴۶ھ کی تاریخ ہے موجود ہے۔ اسی طرح چوتھی کانفرنس منعقدہ دہلی ۱۹۲۲ء میں ایک وصلی دکھائی گئی۔

مثنوی :

دارا شکوہ کی ایک فارسی مثنوی کا ذکر مجلہ "مخزن"، لاہور ۱۹۰۷ء اور مجلہ مجلس تاریخ پنجاب جلد ۲ شمارہ ۱ میں ملتا ہے کسی اور ادبی تاریخ یا تذکرہ میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

تنزک :

پنڈت شیو نرائن نے اپنے مضمون مجلہ مجلس تاریخ پنجاب جلد دوم ص۱ میں اسے دارا شکوہ کی تصنیف بتایا ہے لیکن کوئی نسخہ موجود نہیں۔ اس لیے یہ بیان مشکوک نظر آتا ہے۔

دیوان دارا شکوہ (اکسیر اعظم)

دارا شکوہ کی فارسی نثر کی اکثر کتابیں مختلف کتب خانوں کی زینت ہیں۔ نثر نگار کی حیثیت سے وہ ایک جداگانہ اسلوب کا ادیب مانا جاتا ہے۔ اس کی متعدد نثری تصانیف کی روشنی میں یہ برملا کہا جا سکتا ہے کہ اسے زبان و بیان پر ہر قسم کے مفاہیم و مطالب کے ادا کرنے کے لیے بڑا عبور حاصل تھا۔ وہ مشکل اور پیچیدہ مضامین کو بخوبی مناسب پیرائے میں ادا کرنے پر قادر تھا۔ لیکن اس کی شاعرانہ حیثیت ایک عرصہ تک پردہ خفا میں رہی جس کی وجہ اس کے دیوان کی نایابی تھی ہمارے پاس سوا منتخب اشعار اور چند رباعیات کے جو مختلف ادبی تذکروں کی زینت تھیں اور کچھ نہ تھا۔ دیوان کا ایک ناقص نسخہ ظفر الحسن کلیکشن کراچی میوزیم میں تھا جس کے ناقص ہونے کے سبب وہ محققین کی عدم دلچسپی کا شکار رہا۔ کچھ عرصہ بعد پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں ایک اور نسخہ معلوم ہوا۔ فہرست نگار نے اسے قیاساً مولانا عبدالقادر بدایونی کا دیوان لکھ دیا۔ اس میں سوائے "قادری" تخلص کے اور کوئی نشان مصنف کا نہ تھا لیکن کراچی والے نسخہ سے جب مقابلہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ دارا شکوہ کا دیوان ہے جس کا تخلص قادری تھا۔

چنانچہ احمد نبی خان نے دونوں نسخوں کے تقابلی مطالعے کے بعد اسے ۱۹۶۹ء میں مرتب کیا اور ادارہ تحقیقات پاکستان دانشگاہ پنجاب لاہور نے اُسے شائع کیا ہے پنجاب پبلک لائبریری کا نسخہ زرکار اور مطلا کاغذ پر خوشخط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ یہ ۷۰ اوراق پر مشتمل ہے

Marfat.com

اور ہر ورق پر ۱۴ سطریں ہیں۔ اس میں ۲۱۰ غزلیں اور ۱۴۱ رباعیات ہیں۔
موجودہ نسخہ میں مؤلف نے دیگر ذرائع سے بعض غزلوں اور رباعیوں کا متن میں اضافہ کیا ہے جو دونوں نسخوں میں موجود نہیں تھیں۔ اور مختلف تذکروں یا داراشکوہ کی نثری کتابوں میں درج تھیں اس طرح موجودہ شائع شدہ دیوان میں کل ۲۱۵ غزلیں اور ۱۴۵ رباعیات کا ذخیرہ مرتب ہو گیا ہے۔
دیوان میں غزلوں اور رباعیات کا ایک ہی موضوع ہے جو داراشکوہ کا پسندیدہ ہے۔ یعنی تصوف کے گوناگوں مسائل، ان کی تشریحات، رموز و نکات، فلسفہ وحدت وجود اور وبدآنت کے بیانات ہیں۔ یہی موضوعات اس کی نثری تصانیف میں جلوہ گر ہیں۔ اس کے علاوہ دیوان میں حمد و نعت کے علاوہ ان اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کو داراشکوہ نے خراج عقیدت پیش کیا ہے جو اس کی عقیدت کا مرکز تھے مثلاً سلسلہ تصوف "قادریہ" جس میں وہ خود بھی بیعت تھا، اس کی یوں تعریف کرتا ہے۔

سلسلۂ زلف یا سلسلۂ ما بود ✤ طالب آں روی را خوشتر ازیں جا بود
دست دریں سلسلہ ہر کہ زند قلب او ✤ نرم شود ہمچو موم گرچہ او خارا بود
سلسلۂ قادریست آں کہ بحکم خدا
برہمہ قادر بود تا ہمہ دنیا بود

حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی مدح میں یوں کہا ہے:

حضرت میراں خدا وندجہاں ✤ غوث جن و انس شاہ عارفاں
محی دین شیخ عبدالقادر راست ✤ آنکہ او را عرش باشد آشیاں
رہنمائی شاہراہ احمدی ✤ دستگیر جملۂ درماندگاں
کی توانم گفت من خود را مرید ✤ قادری باشد سگ ایں آستاں
✤

Marfat.com

سرِ شیخ بہاؤالدین زکریاؒ کی تعریف میں۔

قطبِ دنیا و دین بہاؤالدین :: نقشبندِ یقین بہاؤالدین

قادری سر کہ دامنش بگرفت :: دارِ خلد برین بہاؤالدین

ملا شاہ بدخشیؒ کی مدح سرائی میں:۔

حضرت ملا شاہ آں شاہ ما :: کہ مریدِ خاص میاں میرؒ ہست

ہر مسی را زر کند ارشاد او :: طالباں را فقرِ او اکسیر ہست

وحدت الوجود یا ہمہ اوست پر دارا شکوہ نے بہت لکھا ہے۔ پورا دیوان انہی مضامین سے بھرا پڑا ہے چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

خویشتن را جدنمی دانم :: لیک خود را خدا نمی دانم

قطرہ را نسبتے کہ با بحر است :: بیشتر زیں روا نمی دانم

دیگر:۔

گفت انا الحق و داد خود فتوی :: دار گفت و کشید و خود را خود

در پسِ پردہ گفتگو می کرد :: پردہ برداشت رو ید خود را خود

دارا شکوہ کی شاعری میں اخلاقیات کا عنصر نمایاں ہے۔ فقر اور اخلاق میں گہرا ربط ہے۔ وہ ایسے اصول پیش کرتا ہے جو آفاقی اقدار اور ہمہ گیر افادیت کے حامل ہیں وہ حبِ زر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ سچائی اور حقیقت کو اپنا ورثہ سمجھتا ہے۔ خواہ وہ کہیں سے حاصل ہو۔ وہ انسان دوست ہے اور صلح کل اس کا پیغام ہے۔ وہ ظاہر داری اور ریاکاری کو مکروہ عمل سمجھتا ہے۔ وہ کج بحثی میں نہیں پڑتا بلکہ حق و راستی کے لیے رسوائی اور طعن و ملامت کو بھی خندہ پیشانی سے برداشت کرتا ہے نام نہاد ملاؤں سے وہ نالاں ہے اس نوع کی چند مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

دستِ زر آلود بدبو می شود :: جانِ زر آلود را احوال چیست

Marfat.com

ے رازخودرا بغیر دل تو مگوئی ؛ رازداری بغیر دل نبود

ے تو ہم اندر جہاں ہستی مسافر ؛ یقیں میداں اگر ہستی تو ہوشیار

ے بقدر مال باشد سرگرانی ؛ بقدر ہیچ باشد یار دستار

ے تو تا باشی بدنیا باش آزاد ؛ تراچوں قادری کردہ خبردار

غزلیات میں مضمون کی یکسانیت کی وجہ سے ایک عام قاری کے لیے دلچسپی کا کوئی سامان نہیں۔ تاہم معلوم ہوتا ہے کہ دارا شکوہ نے اپنا دیوان اُن لوگوں کے لیے مرتب کیا تھا جو راہ سلوک کے راہرو تھے۔ گویا یہ دیوان ایک مخصوص طبقہ کے لوگوں کی ترجمانی کے لیے تھا۔ تاہم بعض اشعار زبان و بیان کے اعتبار سے بڑے رواں دواں ہیں۔ زبان نہایت سلیس اور عام فہم ہے اظہار مدعا پیش نظر ہے بعض غزلیات سہل ممتنع کا نمونہ ہیں۔ ایک غزل کے چند اشعار نقل کیے جاتے ہیں

ہر کہ بدنام باشد مبارک باد ؛ کام بر کام شد مبارک باد

آنکہ در فکر کس نمی گنجد ؛ بادلت رام شد مبارک باد

مژدہ بادہ بہ جملہ صیاداں ؛ باز در دام شد مبارک باد

آفتابی کہ بود در پردہ ؛ بر در و بام شد مبارک باد

قادری یار در برت آمد ؛ کار تو تام شد مبارک باد

دیگر

لب لعلت نبات راماند ؛ نطقت آب حیات راماند

زلف تو از دو جانب رخ تو ؛ شب قدر و برائت راماند

ہر کہ در خویشتن ترا بیند ؛ رویت بے جہات راماند

مثل تو در جہاں کجا جویم ؛ ذات تو عین ذات راماند

چوں کنم سجدہ سوئے ابرویت ؛ ہمہ گویند صلوٰت راماند

تا تو جا کردہ ای درون دلم ؛ دل من سومنات راماند

قادری بے صفت چو گشتی تو
صفتت آں صفات راماند

دیگرے ہر خم پیچی کہ شد از تاب زلف یار شد ؛ دام شد زنجیر شد تسبیح شد زنار شد
خاطر نقاش در تصویر حسنش جمع بود ؛ چوں بہ زلف او رسید آخر پریشانی کشید

اس خیال سے ہم متفق نہیں کہ داراشکوہ نے اپنی شاعری کے لیے موضوع اور اسلوب دونوں ملّا شاہ کے یہاں سے مستعار لیے ہیں [1] حضرت ملّا شاہ چونکہ داراشکوہ کے روحانی مرشد تھے لہٰذا ان کے خیالات، عقائد اور فلسفیانہ رموز و اسرار کی تشریحات وغیرہ کے اثرات کا اپنے مرید داراشکوہ کے ذہن و قلب پر مرتب ہونا قدرتی اور فطری امر ہے لیکن یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ داراشکوہ کا مزاج اور طبعی رجحان ابتدائے عمر سے روحانیت کی طرف مائل تھا۔ اُسے ایسے ایسے نکات سوجھتے تھے کہ اس کے ہمعصروں کے بس کی بات نہ تھی سوچ بچار اور فکر و تدبر میں داراشکوہ کا ذہن کورانہ تقلید کا قائل نہ تھا بلکہ اس میں ایک اپج اور مسئلہ کی تہ تک پہونچنے کی کوشش نمایاں ہوتی تھی۔ دوسری بات یہ کہ حضرت ملّا شاہ نے شاعری بہت بعد میں شروع کی اور تقریباً ۲۰ برس کی ریاضت و عبادت کے بعد جب وہ سعادت کامل حاصل کر چکے تو ان کی طبیعت خود بخود موزوں ہو گئی ان کا اپنا بیان ہے کہ:

"آخر سعادت کے تمام مرتبے مجھ پر ظاہر ہوئے اس وقت میری طبیعت بھی موزوں ہوئی اور شعر گوئی کے لیے زبان کھل گئی۔ اس سے پہلے میں نے کبھی شعر نہیں کہا تھا"

اس کے بعد حضرت ملّا شاہ، حضرت میاں جیوؒ کی اجازت سے لاہور سے رخصت ہو کر کشمیر میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ یہ گویا ان کی زندگی کا پختہ اور آخری دور تھا۔ ان حالات میں حضرت ملّا شاہ کی شاعری کا اثر کہاں ہو سکتا تھا۔ جبکہ شہزادہ داراشکوہ کا ذوق شاعری بہت پہلے سے نمایاں ہو چکا تھا۔ بلکہ حضرت ملا شاہ نے ایک مکتوب میں داراشکوہ کی شاعری کی داد دی ہے۔ داراشکوہ نہ صرف ایک سخنور تھا بلکہ بہترین

[1] مقدمہ دیوان داراشکوہ مرتبہ نبی احمد خاں

Marfat.com

سخن فہم بھی تھا۔ اساتذہ قدیم کے سینکڑوں اشعار اسے از بر تھے۔ اس کی جملہ کتب میں اشعار کی فراوانی نظر آتی ہے اور وہ شعر کا برمحل استعمال بھی جانتا تھا یہ تمام آثار اس کے ذوقِ شاعری اور موزونیٔ طبع پر دلالت کرتے ہیں۔

رہا یہ سوال کہ "اس کی شاعری تغزل سے بالکل ناآشنا ہے"[ل] اپنی جگہ درست ہے لیکن ہمیں اس کی افتادِ طبع اور اس کے مخصوص رجحانات و میلانات اور اس کے ماحول کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیئے۔ ان حقائق کی روشنی میں اگر دیوان کا مطالعہ کیا جائے تو تصوف الٰہیات کے مسائل اور اس کے متعلقات کا بیان جس سہل زبان اور انداز میں دارا شکوہ نے کیا ہے وہ ضرور قابلِ التفات ہے۔ اس میں ادبی شان بھی پائی جاتی ہے خصوصاً غزلوں کے مطلعے بڑے جاندار ہیں اس کی ردیفیں ایک آہنگ اور مرکزیت لیے ہوئے ہیں۔ تکرارِ الفاظ بھی مزہ دے جاتی ہے لیکن اس کے باوجود یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک مخصوص ذہن کا قاری ہی اس سے مستفید ہو سکتا ہے اس ضمن میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اُس نے ہمعصر اور مشاہیر شعرائے فارسی کی روایات اور روش سے ہٹ کر بڑی جراٴت کا ثبوت دیا ہے۔ جہاں غزل اور تغزل کا چرچا تھا اور اسے قبولِ عام کی سند حاصل تھی وہاں دارا شکوہ نے اس طبقے کے لیے شاعری کی جو درباروں کی بجائے خانقاہوں سے وابستہ تھا۔ ان کی اپنی دنیا تھی جو عوام کے مذاق سے جدا مقام رکھتی تھی۔

دارا شکوہ نے جہاں اولیائے کرام کی ارادت کے اظہار میں لکھا ہے وہاں اس کا قلم بڑا سبک رو نظر آتا ہے۔ الفاظ بولتے محسوس ہوتے ہیں۔ جذبے کی فراوانی نے شدتِ تاثیر پیدا کر دی ہے۔ ایک دوسرے نقاد کی رائے ہے:۔

"دیوان قادری اپنے دور کی فارسی شاعری کا ایک عمدہ نمونہ ہے زبان صاف و شستہ، خیالات صوفیانہ، انداز میں سرمستی جیسے یہ خیالات شاعر

ل ذکر ما جبت حسرت۔ دارا شکوہ حیات و تصانیف صـ۱۳۵

کے رگ وپے میں سرایت کر چکے ہیں"۔ مل

دورِ شاہجہان کے ایک مشہور شاعر بزرگ حضرت البشانؒ تھے۔ آپ کا نام محمدؐ اور عرف خواجہ خاوند محمود تھا۔ کشمیر میں سلسلۂ نقشبندیہ کو آپ سے فروغ ملا۔ مغلپورہ لاہور میں رہائش تھی۔ آپ بڑے محدث اور مفسر بھی تھے ۱۰۵۲ھ میں فوت ہو کر یہیں دفن ہوئے دارا شکوہ نے ان کا مرثیہ لکھا ہے جو درد و اثر سے بھرا ہوا ہے۔

چوں سفر فرمود شیخ بحر و بر ÷ چوں نباشد آسماں با چشم تر
پیشوائے اولیائے معتبر ÷ شیخ ہفت اقلیم طاؤس خرام
اہلِ شرق و غرب را گردیدہ سر ÷ آں محمدؐ کز نمی آمد بروں
کاں چناں گردش نیاید از بشر ÷ روز و شب می گرد بہ گرد حرم
لایموتو ہست چوں اندر خبر ÷ اولیاء را مرگ می باشد حرام
روز سہ شنبہ و پنج از صفر ÷ دو ہزار و پنج و دو چوں رفت او

قادری گریاں بماند از ہجر او
گرد از دارے بدارے چوں سفر

بہشت آنجا کہ ملائے نہ باشد ÷ زملا بحث و غوغائے نہ باشد
جہاں خالی شود از شور ملا ÷ زفتوا ہاش پروائے نہ باشد
در آں شہرے کہ ملا خانہ دارد ÷ در آنجا ہیچ دانائے نہ باشد

بیس اے قادری نو روئے ملا
مرو آنجا کہ شیدائے نہ باشد

مفتی غلام سرور رقمطراز ہے:

"سخنش دریائے توحید است کہ از زبانِ گوہر افشان او رواں گشتہ و باخوز شد

لہ مضمون پروفیسر سالک۔ نقوش دس سالہ نمبر لاہور ۱۹۵۸ء

Marfat.com

واحدانیت است کہ از افق لسان مطلع انوارش طلوع شدہ۔ مغزی باید کہ سخنش را بہ فہمد و دلے باید کہ معانی آں دروے امکاں پذیرد۔ وَدوے تمام عمر خود در معرفت حق گزاریند۔ آخر ازیں دار ناپائدار مردانہ رفت و شہادت یافت۔" ؎۱

دارا شکوہ کی سخن فہمی، شعراء کی پرورش اور اہلِ علم و فن کی سرپرستی کے بارے میں بھی تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے۔ وہ اچھے شعر کو دل کھول کر داد دیتا تھا میر رضی دانش جو دارا شکوہ کے زمرۂ ملازمین میں بھی تھا اس کا یہ شعر ؎

تاک را سیراب کن اے ابر نیساں در بہار
قطرہ تا مے میتواند شد چرا گوہر شود

اتنا پسند آیا کہ ایک لاکھ روپیہ انعام میں مرحمت فرمایا اور اسی طرح میں ایک شعر خود بھی کہا: ؎

سلطنت سہل است، خود را آشنائے فقر کن
قطرہ تا دریا تواند شد چرا گوہر شود

سرخوش اپنے تذکرہ میں لکھتا ہے:

" دارا شکوہ قادری ملقب بہ شاہ بلند اقبال، خوش خلق، خوش رُو، متحمل و صوفی مشرب فقیر دوست۔ موحد محقق بودہ۔ طبعی بلند و ذہنی رسا داشت مطالب صوفیہ را در رباعی و غزل منظوم میکرد۔۔۔۔ در علم تصوف تصانیف عالی دارد۔ سوالہائے دقیق نوشتہ۔ دیوان مختصر از و جمع شدہ۔" ؎۲

؎۱ خزینۃ الاصفیاء۔ مفتی غلام سرور۔ جلد اول صد ۱۷۵

؎۲ تذکرہ کلمات الشعراء۔ سرخوش صد ۸۹

Marfat.com

مجمع البحرین

یہ کتاب دارا شکوہ نے ۱۰۶۵ھ میں لکھی جبکہ اس کی عمر ۴۲ سال کی تھی[۱] یہ اس کی آخری تصنیف ہے اور اپنے موضوع کے اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ شہزادے کی دیگر تصانیف سے اس کے خیالات اور عقائد کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ تصوف سے لگاؤ اور اولیائے کرام سے روحانی عقیدت اسے ہمیشہ سے رہی ہے۔ اسلام کو صوفیاء کی تربیت میں اس نے سمجھنے اور پا لینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

دارا شکوہ نے ۱۰۵۰ھ میں ملّا شاہ بدخشی کے ہاتھ پر بیعت کی تو ان کی تربیت میں سلوک و معرفت کی منزلیں طے کرنے لگا۔ ملّا شاہ کا احوال گزشتہ اوراق میں گزر چکا ہے۔ لیکن یہ معلوم ہو کہ ان کا مسلک اہلِ ظاہر کا نہ تھا۔ بلکہ ریاضت و مجاہدہ کے سبب یہ گویا تارک الدنیا ہو گئے تھے۔ اکثر حالتِ وجد و جذب طاری رہتی، چنانچہ ان کی مصاحبت میں غیر مسلم جویائے حق بھی موجود رہتے اور یہ اپنی وسیع القلبی اور کمال انسانیت کے سبب سب کو معرفت و حقائق سے مستفیض کرتے۔ دارا کو ان کی مجلسوں میں دیگر مذاہب کے عالموں اور محققوں سے منتفع ہونے کا نہ صرف موقعہ ملا بلکہ اس کے دل میں دیگر مذاہبِ عالم کو کھنگالنے اور پرکھنے کی خواہش بھی پیدا ہوئی۔ دارا کا خیال تھا کہ سچائی ہر مذہب میں موجود ہے اور یہ کسی ایک مذہب کا ورثہ نہیں۔ اس غرض کی تکمیل کی خاطر دارا نے زبور، توریت، انجیل اور زرتشتی کتب کا مطالعہ بھی کیا۔ حسنات العارفین ۱۰۶۲ھ کی تصنیف بھی اسی تحقیق کی کڑی معلوم ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں دارا کو جو ولی عہد سلطنت بھی تھا، کوئی تکلیف پیش نہیں آئی۔ چنانچہ جہاں وہ شاہ دلربا اور مولانا محب اللہ سے شکوک و شبہات کا ازالہ کروانا چاہتا ہے

[۱] مجمع البحرین کا آخری حصہ: ''الحمد للہ والمنہ کہ توفیق اتمام رسالہ مجمع البحرین یافتہ شد در سنہ یکہزار و شصت و پنج ہجری نبوی کہ چہل و دویم از سنینِ عمرِ این فقیرِ بے اندوہ محمد دارا شکوہ بود۔'' والسلام!

وہاں بابا لعل بیراگی سے بھی جستجوئے حق کے لیے بحث وتمحیص کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ یہی جستجو اور فکر و تدبر اسے ہندو مذہب کی کتابوں کے مطالعے اور ترجمے پر راغب کرتا ہے۔

مجمع البحرین سے قبل ہندو مذہب کے بارے میں دارا شکوہ علمی اعتبار سے بہت کچھ جان چکا تھا اپنشد کے بعض ابواب کے تراجم (سرّ اکبر) بھگوت گیتا کا ترجمہ، جوگ بششٹ کا ترجمہ وغیرہ ایسے علمی اور تحقیقی کام تھے۔ کہ اب دارا شکوہ اسلام اور ہندو مت کے اصول وعقائد پر خود شرح و بسط سے گفتگو کر سکتا تھا۔ چنانچہ مجمع البحرین انہی دو بڑے مذاہب کو سمجھنے اور افہام وتفہیم کے ذریعے انہیں ملانے اور ربط دینے کے لیے تصنیف کی گئی۔ اس لحاظ سے یہ غالباً پہلی اور آخری کوشش ہے۔ بین المذاہب اختلافات، موافقات اور مماثلات کے مطالعہ کے لیے دارا کی یہ کوشش بڑا جرأت مندانہ اقدام تھا۔ کیونکہ اہلِ تحقیق کا اب یہ خیال ہے کہ اسی کتاب کی پاداش میں، اس پر تکفیر کا فتویٰ لگا کر اسے قتل کیا گیا۔ قبل اس کے کہ مذہب کے ٹھیکیداروں نے دارا کے ساتھ جو سلوک کیا اس کا محاکمہ کیا جائے۔ یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مجمع البحرین کے مضامین اور دارا شکوہ کے سببِ تصنیف پر نظر ڈال لی جائے۔

مجمع البحرین کا آغاز حمد ونعت سے ہوتا ہے اس کے بعد دارا شکوہ لکھتا ہے،

"فقیر بے اندوہ محمد دارا شکوہ کہتا ہے کہ جب اس کو حقیقت الحقائق اور صوفیائے کرام کے مذہب برحق کے رموز وحقائق معلوم ہو گئے اور یہ فقیر اس نعمت عظمیٰ پر فائز ہو گیا تو میں اس بات کے درپے ہوا کہ ہندو فقراء کا مشرب اور طریقہ کار بھی دریافت کروں۔ چنانچہ اس قوم کے بعض محققوں سے کئی بار گفتگو ہوئی اور میں نے انہیں خدا رسیدہ پایا۔ مجھے صوفیائے کرام اور جوگیوں میں سوائے لفظی اختلاف کے کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا چنانچہ میں نے فریقین کے کلام میں مطابقت پیدا کرنے کیلئے

یہ رسالہ لکھا اور اس کا نام مجمع البحرین رکھا۔ [1]

مجمع البحرین کے ۲۲ ابواب ہیں اور ان کا بیان بڑا مختصر لیکن مدلل ہے الہیات اور کائنات کے اسرار و رموز کا بیان ہے۔ عنوانات یہ ہیں۔

"بیان عناصر، حواس، شغل، صفات اللہ تعالیٰ۔ روح، بادہا، عوالم اربعہ آواز، نور، رؤیت، اسمائے اللہ تعالیٰ، نبوت و ولایت، برہمانڈ، جہات، آسمانہا، زمین، قسمت زمین، عالم برزخ، قیامت، مکت، روز و شب اور بے نہایتیٔ ادوار۔

ان عنوانات سے کتاب کی اہمیت اور مسائل کی نوعیت بخوبی ظاہر ہو سکتی ہے۔ جب سے یہ کائنات عالم وجود میں آئی ہے تب سے اہل علم و فکر اس قسم کے مسائل سے دوچار ہیں۔ ہر زمانہ میں مفکرین اور مدبرین عقل و وجدان دونوں سے کام لے کر ان کا حل اور جواب پیش کرتے رہے ہیں۔ جملہ مذاہب میں ان کی تفصیل و تشریح اپنے اپنے انداز میں موجود ہے لیکن یہاں داراشکوہ نے ہندو مذہب کی کتابوں اور اسلام کے حوالے سے ان نازک مسائل کو بیان کیا ہے دارا کا خیال ہے کہ ہندو مذہب قدیم ترین مذاہب میں سے ایک ہے اور اس کی کتابیں وید مقدس وغیرہ آسمانی اور الہامی ہیں۔ ہندومت بنیادی طور پر

[1] "امابعد میگوید فقیر بےحزن و اندوہ محمد داراشکوہ کہ بعد از دریافت حقیقت الحقائق و تحقیق رموز و حقائق مذہب برحق صوفیہ فائز گشتن بایں عطیہ عظمیٰ در صدد آں شد کہ درک کند مشرب موحدان ہند و بابعضی از محققان ایں قوم و کاملان ایشان کہ بہ نہایت ریاضت و ادراک و فہمیدگی و غایت تصوف و خدایابی رسیدہ بودند مکرر صحبتہا داشتہ و گفتگو نمودہ۔ جز اختلاف لفظی در دریافت و شناخت حق تفاوتی ندید۔ ازیں جہت سخنان فریقین را باہم تطبیق دادہ و بعضی از سخنان کہ طالبان حق را دانستن آں ناگزیر و سودمند است فراہم آوردہ رسالہ ترتیب دادہ و چوں مجموعۂ حقائق و معارف دو طائفہ حق شناس بود لہذا بمجمع البحرین موسوم گردانید۔"

Marfat.com

توحید کا تصور رکھتا ہے اور اس کے عالم اور جوگیوں میں روحانی ریاضت اور معرفت کی جستجو بہت زیادہ پائی جاتی ہے توحید کا تصور ہندوؤں کی تمام کتابوں میں موجود ہے مسلمان صوفیائے کرام کی طرح ان کے ہاں وحدت الوجود کا نظریہ بڑا راسخ ہے۔ اپنشدوں کے ترجمے کے سبب، دارا شکوہ کے خلاف بد عقیدہ ہونے کے الزامات عائد کئے گئے۔ حالانکہ دارا شکوہ نے علمی تحقیق کیلئے اپنشدوں کے مضامین کی چھان بین کی ہے سنسکرت ادب میں اپنشدوں کی سب کتابیں علم و عرفان کا خزانہ تسلیم کی جاتی ہیں اور اس کا خاص موضوع علم الٰہیات ہے ان کے مضامین سبھی اہل علم کو، خواہ وہ کسی مذہب سے متعلق ہوں متاثر کرتے ہیں جیسا کہ گزشتہ مباحث میں کئی ملکی اور غیر ملکی عالموں کے اقوال سے ثابت کیا گیا ہے۔

اپنشدوں میں بنیادی طور پر مسئلہ توحید (وحدت الوجود) کی توضیح کی گئی ہے اپنشدوں کی توحید کا حاصل یہ ہے کہ ماسوا یعنی انسانی نظر سے دکھائی دینے والی یہ پوری دنیا یا محسوس کثرت، حقیقی نہیں ہے اور ان تمام چیزوں میں حقیقتاً ایک خدا ہی کی ذات جلوہ گر ہو رہی ہے۔ چنانچہ روح انسانی پر چھایا ہوا مجازی پردہ اگر اٹھ جائے تو دیکھنے والے کی نظر میں خدا کی ہستی کے سوا اور کچھ باقی نہیں رہتا۔

اپنشدوں کے مطابق انسانی روح کو اگر اس کی حقیقت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو وہ خدا کی غیر نہیں ہے لیکن اس نے اپنی کرشمہ ساز اعتباری قدرت سے ارادتاً پوشیدہ ہو کر اور ان نمائشی بھول بھلیوں کو واقعی سی بنا کر اپنے اوپر خیالی لاعلمی طاری کر لی ہے۔ لہٰذا جب تک حقیقی علم کے ذریعے سے ان غیر واقعی بھول بھلیوں کا قلع قمع ہو کر روح اور خدا کی اندرونی بنیادی وحدت کا مشاہدہ نہیں ہوتا۔ اس وقت تک کسی کی بھی اصلی نجات نہیں ہو سکتی نیز اندرونی وحدت یعنی روح اور خدا کو از روئے حقیقت ایک ہی محسوس کرنے کا نام وحدت الوجود ہے اور اس مسئلہ کا دارومدار صرف اس یقین پر ہے کہ ایک خالص قدیم اور منزہ خدا کے سوا اور کسی کا وجود دراصل حقیقی وجود نہیں ہے۔

ذیل میں اپنشد ایش کے ایک منتر کی عبارت ملاحظہ کیجیے۔

Marfat.com

"تمام کائنات میں جو کچھ ساکن اور متحرک دنیا موجود ہے یہ سب ہستی ربانی سے ڈھک دینے کے قابل ہے ترک کی ہوئی اُس دنیا کے ذریعے سے تو اپنی پرورش کر۔" لے (ترجمہ بحوالہ آئینۂ حقیقت از حبیب الرحمان شاستری)

اس منتر میں بعض اصولی اور بنیادی باتیں بتائی گئی ہیں۔ مثلاً ان سب محسوس دنیاوی چیزوں کو پرمیشور کی ہستی سے ڈھانپ دینا چاہیئے یعنی خدا کی حقیقی ہستی کے مقابلے میں دنیا کی اس محسوس کثرت کو کالعدم سمجھ لینا چاہیئے۔ کثرت مذکور کو کالعدم سمجھ لینے کی وجہ سے دل سے گری ہوئی چیزوں سے ہٹ کر اپنی عالمگیر روح (آتما) کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ مطلب یہ ہے کہ جب دنیاوی چیزیں نظر انداز ہو کر دل سے گر جائیں گی تو ان سے گہری وابستگی بھی باقی نہ رہے گی اور اس وجہ سے ناجائز خواہشات بھی ختم ہو جائیں گی جو عالمگیر روحانیت اور آفتاب حقیقت کا حجاب بن کر قلب انسانی پر چھائی رہتی ہیں۔ اس پردے کو ہٹا کر اپنی روحانیت کو نمایاں کرنا ہی اس کی پرورش کرنا یعنی اس کی طرف متوجہ ہونا ہے۔

دنیاوی چیزوں کو ہستی ربانی سے ڈھک دینا یوں ہے کہ ڈھکنا صرف مادی چیزوں سے ہی نہیں ہوتا بلکہ صحیح اور سچے علم کے ذریعے سے بھی غلط علم کو ڈھانکا جا سکتا ہے جیسے کسی نے رات کے اندھیرے میں پڑی ہوئی رسّی کو نظر کی غلطی سے سانپ سمجھ لیا تو وہ خوف سے کانپنے لگا لیکن جب ٹھیک توجہ اور روشنی کی مدد سے اس پر اصل حقیقت کھل گئی تو اس کے دل سے سانپ کی غلط ہستی اس طرح غائب ہو گئی جس طرح پردہ ڈھکنے پر ڈھکی ہوئی چیز غائب ہو جاتی ہے۔ چنانچہ غرض یہ ہے کہ دنیاوی چیزوں کے غلط علم کو عرفانِ الٰہی کے علم سے ڈھانپ دیا جائے۔

اپنشدوں کی اس تعلیم سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز میں جلوۂ ربانی دیکھا جائے کیونکہ دنیا کی موجودہ صورتیں اور شکلیں اللہ تعالیٰ نے اپنی بے مثل اور کامل قوت اختیاری یا اپنی کرشمہ ساز قوت خیالی سے آراستہ کر دی ہیں۔ غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ مختلف

Marfat.com

حیثیتیں اور نام تو بول چال کی سہولت کے لیے ہیں ۔ اصل میں صاحبِ حیثیت (جس پر یہ حیثیتیں عارضی ہوتی ہیں) اسی کا وجود واقعی اور حقیقی ہے ۔ اسی حقیقت کی طرف اپنشدوں کی بہت سی شُرتیاں (آیتیں) اشارہ کرتی ہیں مثلاً :

" یقینی طور پر خُدا ہی دُنیا کی شکلوں اور ناموں کو (خارج میں) روشن اور نمایاں کرنے والا ہے اور یہ دونوں (شکلیں اور نام) جس کے اندر (علم میں) موجود ہیں وہی خدُا ہے ۔"

اِن شرتیوں اور دیگر شاستروں سے واضح ہو جاتا ہے کہ خدا کے علم میں یہ تمام دنیا صورِ علمیہ کی حالت میں پہلے ہی موجود تھی جس کو بھاگوت گیتا اور ہندو شاستروں میں وراٹ سوروپ کے نام سے ظاہر کیا گیا ہے اور اس دنیائے ظاہری کو اسی کا عکس بتایا گیا ہے ۔ مذکورہ صورِ علمیہ کو جب خدا نے عالم ظاہر میں پیدا کرنا چاہا تو ان کو زبردست قوتِ اعتباری کے ذریعے سے خواب میں اصلی معلوم ہونے والی چیزوں کے مانند اپنے علم سے باہر نمایاں کر دیا جیسا کہ خاص طور پر تیتریہ او پنشد میں موجود ہے :۔

" اوس ایشور نے چاہا کہ میں ظاہر ہو جاؤں اور دنیا کی طرح طرح کی صورتوں کے ذریعے سے کثرت میں آجاؤں تب اس نے زبردست اعتباری ارادہ سے کام لیا اور اسی کے ذریعے سے یہ جو کچھ ہے (سب) پیدا کر دیا اور پیدا کرنے کے بعد اسی میں داخل ہو گیا ۔"

اب یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ پیدائش سے پہلے کُل دنیا خدا کے علم میں ہونے کی وجہ سے ذات خداوندی کے پردے میں تھی اور صرف وحدت ہی وحدت نمایاں تھی لیکن مذکورہ بالا عینیت مفروضہ کے ذریعے دنیا کو باہر ظاہر کرتے وقت خدا تو چیزوں کے پس منظر میں مخفی ہو گیا اور شکلوں و ناموں کے اختلاف سے پیدا ہونے والی غیریت اور کثرت کا احساس پیشِ منظر میں آ گیا ۔ اس کی تشریح گیتا کے اس قول سے بھی ہوتی ہے :۔

"اے ارجن! ایشور تمام جانداروں کے ہردے (باطن) میں موجود ہے اور مشین پر چڑھی ہوئی تیلیوں کی طرح سب چیزوں کو گھما رہا ہے۔"

اب یہ مسئلہ یوں حل کیا جا سکتا ہے کہ انسان کو چاہیئے کہ اوپر کا مصنوعی احساس اور غیریت کا خول، اندرونی حقیقی احساس وحدت سے اتار پھینکا جائے۔ جیساکہ حضرت فریدالدین عطارؒ نے فرمایا :۔ "آنکھ کھول کیونکہ دلدار کا جلوہ در و دیوار (کل کائنات) پر چمک رہا ہے۔"[1]

اہل ہنود کی کتابوں کے علاوہ وحدت الوجود یا ہمہ اوست کا تصور دیگر مذاہب میں بھی کسی نہ کسی شکل میں پایا جاتا ہے۔ آسمانی مذاہب میں تو توحید کا عنصر بنیادی اہمیت کا حامل ہے اور جملہ الہامی کتابوں میں خالص توحید کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان کتابوں میں امتداد زمانہ کے ساتھ تحریف کا عمل بہت زیادہ ہوا اور آج کوئی کتاب بھی اپنی اصلی شکل اور تعلیم کے لحاظ سے نہیں ملتی، تاہم تحقیق و تجسّس کرنے والوں کے لیے ان بنیادی عوامل اور عناصر کا تلاش کر لینا چنداں مشکل نہیں۔ مثلاً اہلِ کلیسا کا مشہور عقیدہ توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید[2] دراصل وحدت الوجود ہی کی ایک شکل ہے۔ اس مسئلہ کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ ایک شخص بازار میں تین مٹی کے کھلونے دیکھتا ہے جو مختلف شکلوں اور ناموں کے ہیں۔ اگر ظاہری شکلیں دیکھیں تو تین چیزیں نظر آئیں گی۔ اور حقیقت بیں نظروں سے دیکھا جائے تو ایک چیز یعنی مٹی نظر آئے گی اور دوسری شکلیں غائب ہو جائیں گی چنانچہ بائیبل کی تعلیم بھی خدا اور مخلوق کے درمیان غیریت کی نفی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اسی طرح زرتشتی یعنی پارسی مذہب میں بھی خدا کا اعتبار ہی دنیا کی پیدائش کا اصل ٹھہرتا ہے جیساکہ ان کی مذہبی کتاب "دساتیر" میں موجود ہے :۔

---

[1] چشم بکشا کہ جلوۂ دلدار ۔ متجلی است بر در و دیوار (از قصیدہ عطارؒ)

[2] ایک ہونے پر بھی تین اور تین ہونے پر بھی ایک۔

"اے خدا۔ آپ ہی سب سے پہلے ہیں۔ آپ سے پہلے کچھ نہ تھا۔"
اس کے علاوہ نہ صرف یہودی، شنٹو اور تاؤ دھرم میں خدا کو واحد بتایا گیا ہے بلکہ ہر مذہب میں خدا کے ایک ہونے کا عقیدہ کسی نہ کسی رنگ میں ضرور پایا جاتا ہے۔
صوفیائے اسلام نے بھی اسی طرح کے خیالات وعقائد کا اظہار کیا ہے۔ اور قرآن مجید میں ایسی بہت سی آیات موجود ہیں جن کے حوالے سے وحدت الوجود کے مسئلہ کو قطعی طور پر ثابت کیا جا سکتا ہے قرآن کا ارشاد ہے:
"کہ جب خدا کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس سے کہتا ہے کہ تو ہو جا۔ پس وہ پیدا ہو جاتی ہے۔" [1]
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے علم میں دنیا کی تمام شکلیں موجود تھیں ورنہ "تو ہو جا" کیسے کہا جا سکتا تھا جبکہ لفظ "تو" کی مخاطب کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ ایک اور جگہ ارشادِ ربانی ہے "کہ خشک اور تر کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جو خدا کے علم میں موجود نہ ہو" [2] اور اسی طرح فرمایا "کیا انسان پر ایسا وقت نہیں آیا جبکہ وہ ذکر کی ہوئی چیز نہ تھا" [3] چنانچہ پیدائش سے پہلے انسان کو علم الٰہی میں بھی معدوم مانا جائے تو قرآن کا ارشاد کہ اس پر ضرور ایسا وقت آیا" غلط ہو جائے گا کیونکہ جب وہ سرے سے تھا ہی نہیں تو اس پر وقت کیسے آتا۔ اس لیے ان آیات کی روشنی میں امام غزالیؒ اور ابن عربیؒ وغیرہ نے دنیا کی شکلوں کو ان کے خارجی ظہور سے پہلے ہی خدا کے علم میں موجود مانا ہے تفسیر ابن عربی میں ہے:۔ "ہر چیز جو دنیا میں پیدا ہوتی ہے اس کی شکل پہلے ہی سے عالم روحانی میں موجود ہوتی ہے۔" [4]

[1] :۔ اذا اراد اللّٰہ شیئاً فانّما یقول لہٗ کن فیکون۔ (سورہ یٰسین)
[2] :۔ لا رطب ولا یابسٍ الّا فی کتابٍ مُبین (سورہ انعام)
[3] :۔ ھل اتیٰ علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئاً من مذکورہ (سورہ دھر)
[4] :۔ تفسیر ابن عربی مطبوعہ مصر صـ۲۶ ۔ اذ کل ما یحدث فی العالم الکون لہ صورۃ قبل التکوین فی عالم روح الذی ھو عالم قضاء السابق۔

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ آیت "اللہ نور السموات والارض" کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں "آسمان و زمین (کل عالم) اللہ تعالیٰ کے نور کے ذریعے عدم کے اندھیرے سے نکل کر دنیائے ظاہری میں نمودار ہوئے ہیں۔" اس کے بعد فرماتے ہیں کہ پیدائش عالم اللہ کے اعتبارِ اعظم اور صفتِ علمی ہی کے ذریعے سے موجودہ شکل میں ظاہر ہوا ہے نہ کہ اس کے ذاتی نور سے۔ اگر پیدائش میں صفات کا واسطہ نہ ہوتا تو اشیاء میں سے کسی شے کا حاصل ہونا متصور نہ ہوتا کیونکہ اشیاء کو حق تعالیٰ کی ذاتی شعاعوں کے غلبہ میں ہلاک اور فانی اور نیست و نابود ہونے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوتا۔" [۱]

حضرت مجددؒ صاحب مکتوب ۴۸ دفتر دوم میں فرماتے ہیں:۔

"اور یہ جو میں نے کہا کہ حق تعالیٰ نے اس کو (عالم کو) مرتبہ حس و وہم میں پیدا فرمایا ہے یعنی اشیاء کو اس مرتبہ میں ایجاد کیا ہے کہ اس مرتبہ کے لیے حس و وہم کے سوا کوئی حصول و ثبوت نہیں جس طرح شعبدہ باز غیر واقع چیزوں کو واقع ظاہر کرے اور ایک چیز کی دس چیزیں دکھائے۔ ان دس چیزوں کا ثبوت و حصول وہم و حس کے سوا نہیں۔" [۲]

حضرت مجددؒ صاحب، ایک اور مثال میں موجوداتِ عالم کو پہاڑ یا آسمان کی صورت میں، جو آئینہ میں ظاہر ہوتی ہے۔ بتاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ کوئی بیوقوف ہی ہوگا جو آئینہ

---

[۱] مکتوب ۱۲۲ دفتر سوم۔ "اگر توسط صفات نبود حصول شی از اشیاء متصور نباشد زیرا کہ اشیاء را در سطوات آئینہ انوار حضرت ذات تعالیٰ و تقدس جز ہلاک و فنا و احراق و انعدام نصیبے نیست"

[۲] "و آنکہ گفتم کہ حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ آنرا در مرتبہ حس و وہم خلق فرمودہ است یعنی اشیاء را در مرتبہ ایجاد فرمودہ است کہ آں مرتبہ را حصول و ثبوتے نیست مگر در حس و وہم در رنگ آنکہ شعبدہ باز یے چیز ہائے غیر واقع را نماید و یک چیز را دہ چیز نماید آں دہ چیز حصولی نیست مگر در حس و وہم و در نفس امر جز یک چیز موجود نیست"

Marfat.com

میں منعکس صورتوں کو اجسام خیال کرے گا اور جو ہر سمجھ کر قائم بذات خود جانے گا۔ چنانچہ اسی طرح ارباب کشف و شہود کے نزدیک تمام ممکنات آئینہ کی ان صورتوں کی طرح ہیں اور تماثیل سے زیادہ کچھ نہیں۔ اس کے علاوہ اپنے ایک مکتوب میں بعنوانِ "رقعہ وہمی" دنیا کے نمائشی اور اعتباری وجود کو ثابت کرنے کے لیے ایک مثال بیان کرتے ہیں :۔

"شعلہ جوالہ کو جب لڑکے تیزی سے گھماتے ہیں تو اگرچہ خارج میں کوئی دائرہ نہیں ہوتا مگر مرتبہ وہم و حس میں کھلے طور پر دائرہ محسوس ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عالم کا وجود خارج میں محض وہم کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ اصل میں سوائے خدا کے کوئی بھی دوسری چیز صحیح معنوں میں موجود نہیں ہے۔" [۱]

موجوداتِ عالم کے متعلق شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی "فیصلہ وحدت الوجود و وحدت الشہود" میں ایسے ہی خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ فیصلہ کے صفحہ ۱۳ میں لکھتے ہیں

"اور جو کچھ ما سوا اللہ کا وجود محسوس اور دکھائی دیتا ہے وہ وہمی اور اعتباری ہے۔ مثلاً بہت سی اشیاء انسان کو خواب میں نظر آتی ہیں اور ان کے آثار تک مرتب ہو جاتے ہیں مگر فی الواقعہ اور نفس الامر میں ان کا وجود نہیں ہوتا۔" [۲]

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلعم کے سامنے لبید ابن ربیعہ شاعر نے آکر یہ شعر پڑھا "آگاہ ہو کہ اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے [۳]" یعنی جھوٹی ہستی رکھتی ہے۔ اس کو سن کر حضور صلعم نے فرمایا "یہ سب سے سچا قول ہے جو شاعر نے کہا ہے۔" [۴] نیز یہ حدیث "کہ جس نے

---

[۱] مثال آں نقطہ جوالہ و دائرہ موہوم است کہ موجود ہماں نقطہ است و بس و دائرہ در خارج معدوم است و نامے و نشانے در خارج ندارد و معہذا الث آں دائرہ در مرتبہ حس و وہم ثبوتے پیدا کردہ است ۔۔۔۔ الخ

[۲] فیصلہ وحدت الوجود و وحدت الشہود۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی ص ۱۳

[۳] :۔ الا کل شیی ماسوی اللہ باطل

[۴] :۔ اصدق قولٍ ما قال الشاعر (بخاری شریف)

Marfat.com

اپنے آپ کو پہچان لیا، اس نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا۔" [1] سے صاف ظاہر ہے کہ انسان کی ہستی اور رب حقیقت میں تو ایک ہی چیز ہے لیکن وہی فرضی غیریت اور کثرت بینی کا مصنوعی غلاف اوڑھ لینے کی وجہ سے نمائشی نمود اپنی حقیقت سے الگ محسوس ہونے لگی ہے۔

امام غزالیؒ اپنی کتاب "کیمیائے سعادت" میں توحید پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"چوتھے درجے کی توحید یہ ہے کہ انسان ایک کے سوا دوسرے کو دیکھے ہی نہیں۔ ساری دُنیا کو ایک ہی دیکھے اور ایک ہی سمجھے۔" [2]

اس قول سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ دوسری چیزوں کی ہستی محض خیالی ہے اور حقیقتِ حال کھلنے پر معدوم ہو جاتی ہے۔ حضور صلعم نے ہجرت کے وقت محاصرہ کرنے والے مخالفین پر کنکریاں پھینکیں اور وہ لوگ اندھے ہو گئے۔ چنانچہ اس کے متعلق قرآن فرماتا ہے:۔ کہ اے پیغمبر جب تم نے کنکریاں پھینکیں تو تم نے نہیں پھینکیں بلکہ اللہ نے پھینکیں۔" [3] اس آیت شریفہ میں آنحضرت صلعم کے فعل کو اللہ کا فعل اور اللہ کے کام کو آنحضرت صلعم کا کام کہا گیا ہے اور یہ اسی طرح ممکن ہے کہ آپ صلعم کی ہستی اور اللہ کی ہستی کو ایک حیثیت سے عینیت اور دوسری حیثیت سے غیریت تسلیم کیا جائے۔

ﮨ ادھر مخلوق میں شامل اُدھر اللہ سے واصل :: خواص اس برزخ کبریٰ میں تھا حرف مشدّد کا (شہیدیؒ)

گزشتہ اوراق میں جو بحث کی گئی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ پیدائش عالم اللہ تعالیٰ کی زبردست اعتباری قوت سے ہوئی ہے اور یہ مستحکم نہیں بلکہ ظلی اور مرتبۂ وہم وحس میں ہے

---

[1] من عرف نفسہ فقد عرف ربہ

[2] "بلکہ صافی باکمال توحید چہارم است کہ دراں حق ماند وبس وجز یکے را نہ بیند وخود را نیز فراموش کنند و درحق دیدار خود نیست شود چنانکہ دیگر چیز ہا نیست شد در دیدار او۔" (کیمیائے سعادت ص۱۵ مطبوعہ مدرسہ عالیہ کلکتہ ۱۲۵۳ھ)

[3] وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی (سورہ انفال)

حقیقت اسی وقت کھلتی ہے جب یہ حجابات اُٹھا دیئے جائیں۔ اس ضمن میں جملہ مذاہب کے عالموں اور ان کی کتابوں کی تعلیم کا ذکر بھی ہو چکا۔ اہلِ اسلام میں سے بھی ثبوت فراہم ہوئے۔ نتیجتاً معلوم ہوا کہ بہ جز لفظی اختلاف کے ان میں مسئلہ توحید یعنی وحدت الوجود یا ہمہ اوست وہمہ از وست میں کوئی فرق نہیں۔

"مجمع البحرین" میں ایسے ہی دیگر مسائل ہیں جہاں اہلِ ہنود اور اہلِ اسلام قریب ہیں۔ دارا شکوہ نے کہیں اپنے ان خیالات کو ٹٹولنے کی کوشش نہیں کی بلکہ ایسے اختلافی بنیادی مسائل کو اس نے عمداً چھیڑا تک نہیں جو دونوں مذاہب کے ماننے والوں کے لیے نفرت و انتقام کا باعث بن سکتے تھے۔ اپنے صوفی ہونے کے ناطے سے یہ بات ہرگز پسند نہ تھی کہ کسی انسان کا دل دُکھ یا جائے۔ بقول صوفیاء؛ التصوف هو الانصاف والتصوف ترك التكليف؛

جیسا کہ پہلے بھی لکھا گیا ہے، دارا شکوہ کو تحقیق و تجسس کا چسکا تھا اور وہ بلا تفریق مذہب و ملت علماء اور فقرائے ہند سے مذہبی مسائل اور باطنی مدارج کے متعلق تبادلہ خیالات کرتا رہتا۔ صوفیائے اسلام کا تو وہ اکثر تذکرہ کرتا ہے اور رسالے میں کئی ایک نام اس نے گنوائے بھی ہیں لیکن وہ جوگیوں، پنڈتوں، مجذوبوں اور ہندو سنیاسیوں سے بھی اس سلسلے میں رابطہ رکھتا اور علمی صحبت کرتا۔ چنانچہ پنڈت چندر بھان جو دارا شکوہ کا میر منشی اور تصوف ہند کا اچھا عالم تھا، اس نے وہ تمام بات چیت جو مکالمات کی شکل میں دارا شکوہ اور بابا لال بیراگی کے درمیان مختلف مسائل پر ہوئی، مرتب کی تھی جس کا نام "مکالمہ دارا شکوہ بابا لال بیراگی" رکھا تھا۔ یہ مکالمات بڑے دلچسپ ہیں اور ان میں پوچھے گئے سوالات کی نوعیت بڑی اہم ہے۔ مثال کے طور پر چند سوالات یہاں درج کیے جاتے ہیں:-

سوال دارا شکوہ:- ہندوؤں میں اصنام پرستی کیا ہے؟ اور اُسے کس نے جاری کیا؟

جواب بابا لال بیراگی:- بت پرستی کا اجراء دل کو تقویت بہم پہنچانے کے لیے ہوا ہے وہ شخص جو چیزوں کی باطنی حقیقت جان لیتا ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہو جاتا ہے لیکن وہ جو علمِ باطن نہیں رکھتا اُسے خارجی عبادت سے منسلک رہنا

Marfat.com

پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک کنواری لڑکی کھلونوں سے دل بہلاتی ہے لیکن شادی کرنے کے بعد وہ انہیں ترک کر دیتی ہے اس لیے کہ وہ کھلونوں کی حقیقت اور تہہ تک پہنچ چکی ہوتی ہے۔ یہی حال خارج میں بت پرستی کا ہے۔

سوال دارا شکوہ: خالق اور مخلوق کے درمیان کیا فرق ہے۔ میں نے یہ سوال بعض اور لوگوں کے سامنے بھی کیا جنہوں نے مقابلہ کرتے ہوئے کہا کہ جو فرق درخت اور اس کے بیج میں ہے۔ کیا یہ ایسا ہے کہ نہیں؟

جواب بابالال: خالق ایک سمندر کی مانند ہے اور مخلوق ایک پانی سے بھرے ہوئے گھڑے کی مانند۔ اگرچہ گھڑے اور سمندر میں وہی پانی ہے لیکن ان دونوں کی مقدار اور ظرف میں بہت بڑا فرق ہے، اس لیے خالق، خالق ہے اور مخلوق مخلوق ہے۔

سوال دارا شکوہ: پرآتما اور جیوآتما میں کیا فرق ہے؟ جیوآتما دوبارہ پرآتما سے کسطرح مل کر ایک ہو جاتی ہے۔؟

جواب بابالال: شراب پانی سے بنتی ہے جب اسے زمین پر گرا دیا جائے، تو اس کا نشہ و خمار اور اثر ختم ہو جاتا ہے جبکہ پانی زمین میں جذب ہو جاتا ہے اور پھر بھی خالص پانی رہتا ہے۔ یہی حال انسان کا ہے جو کہ آج تک جیوآتما ہے۔ اگر وہ اپنے وجود و حواس خمسہ کو ترک کر دے تو وہ پرآتما سے واصل ہو جاتا ہے۔

دارا کو ان مسائل سے ایسی دلچسپی تھی کہ وہ ہمہ وقت پیچیدہ مسائل کی گرہ کشائی میں مصروف رہتا۔ وہ اکثر صوفیاء سے ہمہ اوست اور فنا کے مسائل پر خط و کتابت کیا کرتا تھا۔ یہ خط و کتابت نہ صرف دلچسپ ہے بلکہ موضوعات کے اعتبار سے بڑی اہم ہے فنا کے

Marfat.com

وہ سرمد کو لکھتا ہے :-

"پیر و مرشد من ۔ ہر روز قصد ملازمت می ۔ مسیر نمی شود ۔ اگر من منم ارادہ من معطل چرا ؟ اگر من نیستم ، چہ تقصیر مرا ؟ قتل امام حسینؓ اگر مشیت ایزدیست پس یزید در میان چیست ؟ و اگر غیر مشیت است پس معنیٰ "یفعل اللّٰہ مایشاء و یحکم مایرید" چیست ؟ نبی مختار صلعم بہ جنگ کفار می رفت ۔ شکست در اسلام می افتاد ۔ علمائے ظاہر می گویند ، تعلیم صبر است ۔ منتہی را تعلیم چہ درکار ؟"

سرمد نے اس کا جواب ایک نہایت بلیغ شعر میں دیا :

"اے عزیز"

ما آنچہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الا حدیث یار کہ تکرار مے کنم

شیخ سرمد کا اصل نام معلوم نہیں لیکن یہ ارضِ پاک و ہند کی ایسی شخصیت ہے جس کا وجود عرفانِ باطنی اور عقائدِ ظاہری کی طاقتوں کا نبردگاہ بن گیا تھا ۔ اپنے تخلص سرمد سے مشہور ہیں لیکن بعض تذکرہ نگاروں نے سعید ائے سرمد لکھا ہے ۔ یہ یہودی الاصل تھے لیکن مسلمان ہو گئے تھے ۔ ریاض الشعراء کے مطابق کاشان کے رہنے والے تھے ۔ علی شیر مصنف "مراۃ الخیال" لکھتا ہے کہ :-

"اصلش ارمنی بود و در اثنائے تجارت بہ شہر تتہ (ٹھٹھہ) افتاد و ہندو پسرے عاشق گزشت ۔"

اس ہندو کے بیٹے کا نام ابھے چند تھا ۔ اسی دُھن میں تمام مال و متاع لٹا دیا اور سرمد ابھے چند کی رفاقت میں رہنے لگے ۔

"بر ابھے چند مذکور عشق بداں غایت داشت کہ چوں جائی سوار شدی و

Marfat.com

اُو ہمراہ بر اسپ دیگر در عقب مے بود۔ خود بر اسپ روئے طرف دُم سوار می شد تا از دیدن محروم نماند۔ کسے پرسیدش کہ خدا بیت کیست؟ گفت "نمی دانم ایں چند است یا غیر"

سرمد نے علائق دنیا سے اس قدر کنارہ کشی اختیار کرلی کہ کپڑے پہننا چھوڑ دیئے اور برہنہ رہنے لگے۔ پھرتے پھرتے دہلی پہنچ گئے اور بقول علی شیر "چوں خاطر سلطان دارا شکوہ بجانب مجاذیب میل داشت، صحبت بہ وے در گرفت" مولانا ابوالکلام آزاد اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ علی شیر کو کیا خبر کہ دنیا میں ایسے ترازو بھی ہیں۔ جنکے ایک پلے میں دیوانگی رکھ دی جائے تو دوسرا پلہ تمام عالم کی ہوشیاری رکھنے سے بھی نہیں جھک سکتا۔" سرمد علم و فضل میں یکتائے زمانہ تھے اور سارا شاہجہان آباد ان کا معتقد تھا۔ سرمد حالتِ وجد میں شعر گوئی بھی کرتے جو اہلِ دل ہی سمجھتے تھے ـــــ جب سلطنت اورنگ زیب عالمگیر کے ہاتھوں میں آئی تو دارا کی مصاحبت کی وجہ سے سرمد بھی عتاب شاہی کی زد میں آ گئے۔ احتساب شرعی نے ان کی ایک رباعی پر گرفت کی جو بخیالِ ان کے معراجِ جسمانی کے عقیدہ کے منافی تھی۔

رباعی:۔ ہر کس کہ سرِ حقیقتش باور شد ✤ او پہن تراز سپہر پہنا در شد
ملا گوید کہ بر فلک شد احمد ✤ سرمد گوید فلک بہ احمد در شد

دربارِ اورنگ زیب یہ چاہتا تھا کہ سرمد کو لوگوں کی توجہ کا مرکز نہ بننے دیا جائے۔ چنانچہ سلطنت کی طرف سے احتساب شرعی کے بہلانے قاضی القضاۃ ملا عبدالقوی کو سرمد کے پاس بھیجا گیا تاکہ اس سے برہنگی کا جواز طلب کرے اور عدم جواب کی صورت میں اسے کیفرِ کردار تک پہنچایا جائے۔ جب ملا قوی نے سرمد سے برہنگی کے بارے میں استفسار کیا تو اس نے جواب دیا کہ "شیطان قوی است" اور ساتھ یہ رباعی پڑھی :۔

ے خوش بالائے کردہ چنیں پست مرا ✤ چشمے بدو جام بردہ از دست مرا
او در بغل نیست و من در طلبش ✤ دزدے عجبے برہنہ کرد ست مرا

ملا قوی نے سرمد کے جواب کو ذاتی طنز پر محمول کیا اور برہمی کا اظہار کیا۔ چنانچہ عالمگیر

نے سرمد کو طلب کیا اور پوشاک پہننے کو کہا۔ سرمد یوں مخاطب ہوا۔

ے آنکس کہ ترا کار جہانبانی داد ✿ مارا ہمہ اسباب پریشانی داد
پوشاند لباس ہر کرا عیبے دید ✿ بے عیباں را لباس عریانی داد

پھر سرمد کو کلمہ طیبہ پڑھنے کا حکم دیا گیا لیکن وہ لا الٰہ سے آگے نہ بڑھنا۔ چنانچہ علمائے دربار کے شور کرنے پر اُس نے کہا "میں ابھی تک نفی کے مرحلہ میں ہوں، اثبات تک نہیں پہونچا۔ الا اللہ کیسے کہہ دوں۔ اس پر علماء نے قتل کا فتویٰ صادر کیا۔ بقول مولانا آزادؔ شاہ اسداللہ نامی ایک مرد درویش راوی ہیں کہ مجھے سرمد کی خدمت میں کمال خصوصیت حاصل تھی جب ہنگامہ شروع ہوا تو میں نے موقعہ پا کر کہا کہ اگر وضع بدل دی جائے تو کوئی نقصان نہیں۔ سرمد نے یہ سُن کر نظر اُٹھائی اور اپنا یہ شعر پڑھا:-

ے عمر لیست کہ آوازۂ منصور کہن شد
من از سر نو جلوہ دہم دار و رسن را

جب سرمدؔ کو قتل گاہ لے چلے تو سارا شہر ٹوٹ پڑا۔ جلاد آگے بڑھا تو سرمد نے مسکرا کر کہا —— "فدائے تو شوم، بیا بیا کہ تو بہر صورتے کہ می آئی۔ من ترا خوب می شناسم" اور یہ شعر پڑھا۔

ے سر جدا کرد از تنم شوخیکہ با ما یار بود
قصہ کوتاہ گشت، ورنہ دردِ سر بسیار بود

سرمد جامع مسجد دہلی کے عقب میں ۱۰۷۲ھ میں شہید ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔ والہ داغستانی لکھتا ہے کہ خلیفہ ابراہیم بدخشانی نے سُنا کہ سرمد کے سر کشتہ سے تین بار الا اللہ کی صدا بلند ہوئی۔ واللہ اعلم [1]

[1] فٹ نوٹ شعر العجم فی الہند۔ مقدمہ اکرام الحق۔

اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۳۳ء ص ۶۶۲/۶۶۳ و جنرل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۹۲۴ء ص ۱۱۱ تاریخ اورنگ زیب انگریزی ص ۹۵ حصہ سوم فٹ نوٹ۔

Marfat.com

دارا شکوہ نے الہیات کے مسائل پر شیخ محب اللہ الہ آبادی سے بھی خط و کتابت کی۔ شیخ موصوف نہایت آزاد خیال اور وسیع المشرب بزرگ تھے۔ ان کی مشہور کتاب "تسویہ" جو عربی زبان میں لکھی گئی۔ تصوّف کے موضوع پر نئے خیالات کی آئینہ دار ہے۔ اورنگ زیب نے اس کتاب کی ضبطی کا حکم دیا۔ اور شیخ کے شاگردوں سے اس کی باز پرس کی۔ تسویہ میں وحی پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جبرائیل کسی پروں والے فرشتوں کا نام نہیں بلکہ ایک باطنی قوت کا نام ہے جب اس باطنی قوت کا غلبہ ہوتا تو وحی کا نزول ہوتا۔ چنانچہ اسی طرح پیغمبر کے باطن میں اس کا جبرائیل ہوتا ہے۔

دارا شکوہ نے ۱۶۴۵ء میں الہ آباد کی گورنری محض اس لیے منظور کی کہ شیخ محب اللہ وہاں قیام پذیر تھے۔ دارا نے شیخ موصوف کو سوالات لکھ بھیجے اور جوابات کے ملنے کے بعد مزید تشریح و تفصیل کے لیے دارا نے شیخ سے درخواست کی۔ شیر خان لودھی کی تصنیف "مرأۃ الخیال" میں شیخ محب اللہ الہ آبادی کے کچھ حالات پائے جاتے ہیں۔

اسی طرح شیخ دلربا سے بھی اکثر مسائل پر خط و کتابت رہتی۔ "فیاض القوانین" میں دارا شکوہ کے چند خطوط کا حال درج ہے جو اس نے شاہ دلربا کو لکھے تھے۔ دارا شکوہ نے اپنی تصنیف "حسنات العارفین" یا شطحیات میں بھی ان کا ذکر کیا ہے۔

گذشتہ ابواب میں سلطان دارا شکوہ کے نظریات اور احوال و آثار کا مفصل جائزہ پیش کیا جا چکا ہے۔ کوئی بھی عقلِ سلیم رکھنے والا اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ کفر و الحاد کی آلائش سے دارا شکوہ بالکل بری نظر آتا ہے۔ اس کا قتل خالصتاً سیاسی نوعیت کا تھا۔ اور اسلام اس طرح کے قتل کی اجازت نہیں دیتا۔ اس میں شک نہیں کہ اورنگ زیب عالمگیر ایک عالم، متشرع اور متدین شخصیت کا مالک تھا نیز اس میں قائدانہ صلاحیتیں بھی موجود تھیں۔ جو کسی فرماں روا کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔ لیکن فتاویٰ عالمگیری کے مصنف کو یہ حق نہیں پہونچتا کہ محض ملکی و سیاسی مصلحتوں کے پیشِ نظر

Marfat.com

داراشکوہ پر تکفیر کا جرم عائد کر کے اس کی زندگی کا چراغ گل کر دے۔ خاص کر ایسے حالات میں جبکہ داراشکوہ شکست خوردگی کے باعث اس کا قیدی بن چکا تھا آل تیمور میں تاج و تخت کے حصول کے لیے خون کی ہولی کھیلنے کی جو روایت پہلے سے تھی، اس سے یہ عالم اور باشرع شہنشاہ بھی اپنا دامن نہ بچا سکا۔ اورنگ زیب عالمگیر کے کردار کا بہ تفصیل محاکمہ کرنا ہمارے موضوع سے خارج ہے تاہم عالمگیر کا تخت حاصل کرنے کے بعد جو سلوک دوسرے بھائیوں کے ساتھ رہا اور جس طرح ایک ایک کر کے اسلام اور شرعی قوانین کی آڑ میں اس نے سب کو راہ سے ہٹایا۔ یہ ایک ایسا باب ہے جو کسی شرح کا محتاج نہیں اپنے والد شہنشاہ شاہجہان کو جس طرح بے دست و پا کیا گیا، اس کے جواز کے لیے بھی شرع کو ڈھال بنایا گیا۔ خزانہ عامرہ کو پُر کرنے کے لیے تمام نقدی و جواہرات وصول کر لیے۔ اس لیے کہ اب ان سب اشیاء پر عوام کا حق تھا۔ اور اس کے والد کو انھیں اپنے پاس رکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ اس کارروائی میں پہلے پہل نرمی اور پھر حکماً اور جبراً عمل کرایا گیا یہاں تک کہ ایک مالا مروارید کو واپس کرنے کا جب حد سے زیادہ اصرار ہوا تو شاہجہان نے کہا کہ اس تسبیح کو میں درود و وظائف کے لیے استعمال کرتا ہوں اس لیے اسے جدا نہیں کرنا چاہتا اور اگر جبر کیا گیا تو میں اس کے قیمتی دانوں (موتیوں) کو پیس ڈالوں گا۔

اورنگ زیب کی خزانہ عامرہ کے لیے یہ کوششیں بظاہر درست تھیں لیکن اپنے بیٹوں کی شادیوں پر لاکھوں روپے کے جو مصارف اٹھے تھے اور جن کی تفاصیل کتب تاریخ میں موجود ہیں۔ کیا ان کے خزانہ عامرہ پر بوجھ نہیں پڑتا تھا؟ کیا شاہانہ کرّوفر اور دبدبے کے لیے درویش بادشاہ بظاہر مجبور تھا؟ کیا اسلام میں سلطانی اور درویشی دو الگ الگ راستے ہیں۔؟ کیا اسلام موم کی ناک ہے کہ جس طرف چاہا موڑ لیا؟ بایں ہمہ اورنگ زیب عالمگیر برِصغیر کے مسلمانوں کا آئیڈیل ہے اور چونکہ عالمگیری تشہیر نے داراشکوہ پر الحاد و زندقہ کی تہمیں چڑھا دی تھیں اس لیے آج تک ہم داراشکوہ کو اس کی تمام

Marfat.com

خوبیوں اور علمی کارناموں کے باوجود دہریت کا علمبردار سمجھتے رہے ۔حقیقت یہ ہے کہ تاریخ میں اس بدنصیب شہزادے کی شخصیت کو ابھی تک وہ مقام نہیں ملا جس کا وہ بجا طور پر حقدار نظر آتا ہے اورنگ زیب کے مقابلہ میں داراشکوہ کا امیج اسطرح دھندلا گیا ہے کہ اس کی صورت گرد و غبار کے نیچے دب کر رہ گئی ہے ۔

مجمع البحرین دارا کی آخری تصنیف ہے اور یہی اس کے الحاد کا سبب ٹھہری ہے بعض تعلیمیافتہ حضرات کا خیال ہے کہ بے شک دارا پہلے راسخ العقیدہ مسلمان تھا اور اس کا ثبوت اس کی تصانیف ہیں لیکن جوں جوں وہ ویدانت اور دیگر ہندوؤں کے علوم سے آشنا ہوتا گیا۔ اس کا عقیدہ کمزور اور وہ اسلام سے دور ہٹ گیا۔ اس مفروضے میں کوئی جان نہیں ہے ۔مجمع البحرین اور دیگر سنسکرت کے تراجم محض اس کی تحقیق اور تجسّس علمی کی دلیل ہیں۔ اس نے کبھی اسلام سے ترک تعلق کا اعلان نہیں کیا۔ اس تصنیف میں متعدد بار وہ لوگوں کے تعصب اور کند فہمی کے بارے میں لکھتا ہے یوں لگتا ہے کہ اسے اس کتاب کے نتائج کا پہلے سے علم تھا۔ اسی لیے بار بار وہ کہتا ہے کہ میری یہ تحقیق محض خواص کیلئے اور اپنے اہل بیت کے لیے ہے مجھے عوام سے جو ان مسائل کو نہیں سمجھتے کوئی واسطہ نہیں ہے ۔لیکن اس کے کفر پر مجمع البحرین مہر ثابت ہوئی اور اس کے لکھنے پر کسی نے کان نہیں دھرا۔ بہرکیف زمانہ یہ ثابت کردے گا کہ مذہب کی آڑ لے کر سیاسی مصلحتوں کی تکمیل کرنے والے زیادہ دیر تک پس پردہ نہیں رہ سکتے ۔

قتل داراشکوہ میں ملک کے چیدہ چیدہ سرکاری و درباری علماء نے اورنگ زیب کی مرضی کے مطابق صاد کیا اور کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ حق و باطل کے درمیان تمیز کر سکے ۔الا ماشاءاللہ ۔ ان نام نہاد مذہب کے ٹھیکیداروں کا پول ایک نقشبندی اور مجددی بزرگ مولوی محمد یعقوب نے کھول کر رکھ دیا۔ اورنگ زیب کے جاری کردہ کفر کے فتوی پر موصوف نے دستخط کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ مولوی محمد یعقوب عالمگیر کے بیٹوں سلطان محمد و محمد معظم کے استاد تھے ۔ بیس برس تک" مدرس مدرسہ بادشاہی عقب مسجد جہاں نما،" رہے ۔عالمگیر ان کی لیاقت کا اس

حد تک معترف تھا کہ قاضی عبدالوہاب کی جگہ انہیں عہدہ قضا قبول کرنے کیلئے کہا۔ لیکن آپ نے کہا ''من لیاقت قضا ندارم'' مولانا موصوف وہی بزرگ تھے جنہوں نے بادشاہ کے اصرار بلکہ عتاب کے باوجود داراشکوہ کے محضر الحاد پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ذکر جمیع اولیائے دہلی (قلمی) میں یوں مذکور ہے۔

''مدتے بداروغگی عدالت و وکالت شرعی ظل سبحانی امتیاز داشت محضریکہ علماء برالحاد داراشکوہ ساختند۔ مولانا بر آں مہر نکرد۔ ہر چند بادشاہ خطاب پُرعتاب نمود۔ کہ ایں ہمہ اہلِ فضل مہر کردند۔ وجہ مہر نہ کردن شما چیست؟ عرض نمود۔ کسانیکہ کردہ اند۔ علم برالحاد داراشکوہ دارند، مرا علم برالحاد اُو نیست'' [1]

[1] بحوالہ شیخ اکرام مصنف رودکوثر ص ۴۹۰-۴۹۱

مجمع البحرین از دارا شکوه

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بنام آنکہ او نامی ندارد ⁂ بہر نامی کہ خوانی سر برآرد

حمد موفور یگانہ را کہ دو زلف کفر و اسلام کہ نقطہ مقابل ہم اند۔ بر چہرہ زیبای بے مثل و نظیر خویش ظاہر گردانید و ہیچ یکے را از آنہا حجاب رخ نیکوی خود نساختہ۔

کفر و اسلام در رہش پویان ⁂ وحدہ لا شریک لہ گویان

در ہمہ اوست ظاہر و ہمہ از وست جلوہ گر اول اوست و آخر اوست و غیر او موجود نباشد

رباعی:-

ہمسایہ و ہمنشین ہمرہ ہمہ اوست ⁂ در دلق گدا و اطلس شہ ہمہ اوست

در انجمن فرق و نہانخانہ جمع ⁂ باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

و درود نامحدود بر مظہر اتم باعث ایجاد عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم و بر آل کرام و بر اصحاب عظام او باد۔ اما بعد میگوید فقیر بے حزن و اندوہ محمد دارا شکوہ کہ بعد از دریافت حقیقت الحقائق و تحقیق رموز و دقائق مذہب برحق صوفیہ و فائز گشتن باین عطیہ عظمی در مدد آں شد کہ درک کند مشرب موحدان ہند۔ و با بعضی از محققان این قوم و کاملان ایشان کہ بنہایت ریاضت و ادراک و فہمیدگی و غایت تصوف و خدایابی رسیدہ بودند مکرر صحبتہا داشتہ و گفتگو نمودہ۔ جز اختلاف لفظی در دریافت حق تفاوتی ندید۔ ازین جہت سخنان فریقین را باہم تطبیق دادہ و بعضی از سخنان کہ طالبان حق را دانستن آں ناگزیر و سودمند است فراہم آوردہ رسالہ ترتیب دادہ۔ و چون مجموعہ حقائق و معارف دو طائفہ حق شناس بود لہذا مجمع البحرین موسوم گردانید بموجب قول اکابر کہ التصوف ھو الانصاف والتصوف ترک التکلیف۔ پس ہر کہ انصاف دارد و از اہل ادراک است در خواہد یافت

Marfat.com

در تحقیق این مراتب چه غور رفته ولیقین که فہمیدگانِ صاحب ادراک حظِّ وافراز ین رسالہ خواہند بُرد۔ وکند فہمانِ طرفین را نصیبہ از فوائدآں نخواہد شد۔ واین تحقیق راموافق کشف وذوق خود برای اہلِ بیت خود نوشتہ ام، ومرا باعوام ہردو قوم کاری نیست چنانچہ خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ، فرمودہ کہ اگر دانم کہ کافری پُرخطا زمن ترحید بہ ہنجاری می سراید، میروم وازوی میشنوم ومن اللہ التوفیق والاستعانہ۔

(۱) بیان عناصر

بدانکہ عناصر پنج اند ماده جمیع مخلوقات ناسوتی ہمین پنج اند۔ اوّل عنصر اعظم کہ آنرا اہلِ شرع عرش اکبر میگویند۔ دوم باد، سیوم آتش۔ چہارم آب و پنجم خاک واین را بزبان اہل ہند پانچ بھوت می نامند۔ آکاس و بائی و تیج وجل و پرتھی۔ وآکاس سہ اند بھوت آکاس، من آکاس وچید آکاس۔ آنچہ محیط عناصر باشد آنرا بھوت آکاس گویند۔ وآنچہ محیط موجود است۔ آنرا من آکاس نامند وآنچہ برہمہ محیط ودرہمہ جا باشد آنراچد آکاس خوانند چد آکاس برحق است یعنی حادث نیست وبرحدوث وفنا ی آں ہیچ آیہ قرآنی و بید کہ کتاب آسمانی باشد دلالت نمی کنند۔ ازچد آکاس اوّل چیزے کہ بہم رسید "عشق" بود کہ آں را بزبان موحدان ہند مایا گویند۔ وکُنت کنزاً مخفیاً فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلق بریں دال است، یعنی بودم من گنجی پنہاں پس دوست داشتم کہ شناختہ شوم پس ظاہر کردم خلق را برای شناخت خود۔ واز "عشق"، روح اعظم یعنی جیو آتمان پیدا شد کہ آنرا حقیقت محمدی گویند وآں اشارہ بروح کلّی آں سرور صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ است۔ وموحدان ہند آں را ہرن گربھ واوستھات آتمان نامند کہ اشارہ بمرتبہ اعظمیت است وبعدازآں عنصر باد است کہ آنرا نفس الرحمان گویند، وازاں نفس باد پیدا شد وچوں آں نفس بہ جہت حبس درحضرت وجود کہ درہنگام نفخیت برای ظہور داشت گرم برآمد از باد آتش پیدا شد۔

Marfat.com

وچوں در ہمہ نفس صفتِ رحمانیت وانحاد بود سرد شد وازآتش آب پیدا شد - اما چوں عنصر باد و آتش از غایت لطافت محسوس نیستند و آب بہ نسبت آں ہر دو محسوس است - بجہت محسوس بودنِ آں بعضی گفتہ اند کہ اوّل آب پیدا شد و بعد از آں عنصر خاک، و ایں خاک بمنزلۂ کفِ آں آب است، چوں شیری کہ در زیرِ آں آتش باشد و بجوش آید و کف کند:-

بیت :- چہ دانستم کہ ایں دریای بے پایاں چنیں باشد
بخارش آسماں گردد کفِ دریا زمیں باشد

دیگر :- یک قطرۂ چو بیضہ جوشیدہ گشت دریا
کف کرد و کف زمیں شد و زدُودِ او سما شد

و برعکس ایں در قیامت کبریٰ کہ آنرا بزبانِ اہلِ ہند مہا پرلی گویند اوّل فنای خاک خواہد شد و آں را آب فرو خواہد برد و آب را آتش خشک خواہد ساخت و آتش را باد فرو خواہد نشاند - و باد در روحِ اعظم در مہا آکاس فرو خواہد رفت - كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ[1] یعنی ہمہ چیز فانی خواہد شد مگر روئے خدا تعالیٰ کہ مہا آکاس باشد - كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ[2] یعنی ہمہ آنچہ بر روئے زمین بود فانی خواہد شد و باقی ماند روئے پروردگارِ تو کہ صاحب جلال و اکرام است - پس درین دو آیۂ کریمہ کہ برائے فنای جمیع اشیا ست قید وجہ کرفتہ مراد مہا آکاس است کہ آں فنا پذیر نیست و اِلّا میفر مودی كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا هُوَ یعنی ہمہ چیز فانی خواہد شد مگر ذات او و قید رُو برای مہا آکاس باشد چہ مہا آکاس بمنزلہ بدن لطیف آں ذات مقدس است - و خاک را بزبانِ اہلِ ہند دیوی نامند کہ ہمہ چیز ازو پیدا شدہ است و باز ہمہ چیز در و فرو میرود بموجب آیۂ کریمہ فِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا

[1] قرآن مجید ۲۸ : ۸۸

[2] قرآن مجید ۲۶ : ۵۵

Marfat.com

نُخرِجُکُمْ تَارَةً اُخرٰی[1] یعنی از خاک خلق کردیم شما را و در آن خاک باز خواہیم برد شما را و
از ان خاک بیرون می آریم شما را بار دیگر ۔

(۲) بیان حواس

موافق این پنج عناصر پنج حواس اند که بزبان اہلِ ہند آنرا پنج اندری گویند۔ شامہ، ذائقہ، باصرہ
سامعہ و لامسہ که آنرا بزبان اہلِ ہند گہران، رسنا، چچھہ، سروتر و توک میگویند و محسوسات آن را
گندھ، رس، روپ، سبد و سپرس نامند۔ و ہر یکی ازین حواس پنجگانہ از جنس یکی ازین عناصر باشد
منسوب است ۔ بخاک چہ، ہیچ یکی از عناصر بوئی ندارد الا خاک و احساس بوی شامہ میکند۔ و ذائقہ
منسوب است ، بہ آب چنانچہ آب ظاہر است در زبان و باصرہ مناسبت دارد بہ آتش چنانچہ
درکِ رنگہا بچشم است و نورانیت در ہر دو ظاہر است و لامسہ را نسبت است بہ باد چراکہ
سببِ احساس ملموسات باد است۔ و سامعہ منسوب است بعنصر اعظم که مہا آکاس باشد که
سبب ادراک اصوات است و از راہ سمع حقیقتِ مہا آکاس بر اہل دل ظاہر میشود و دیگری بر آن
مطلع نیست ۔ و این شغلیست مشترک در میانِ صوفیہ و موحدان ہند که صوفیہ این را شغلِ پاس
انفاس میگویند و ایشان در اصطلاح خود دھن می نامند ۔ اما حواس باطن نیز پنج اند، حسِ مشترک، متخیلہ
متفکرہ، حافظہ و واہمہ و نزد اہلِ ہند چہار اند۔ بدھ و من و اہنکار و چت و مجموعہ این چہار را
انتہکرن گویند که بمنزلۂ پنجم آنہا است ۔ چت یک عادت دارد که آنراست پرکرت گویند و
این عادت بمنزلہ پای اوست که اگر آن منقطع شود چت از دویدن باز ماند۔ اول بدھ یعنی
عقل، و بدھ آلتیست که طرف خیر رود و طرف شر نرود۔ دویم من که عبادت از دل است و آن
دو قوت دارد سنکلپ بیکلپ یعنی عزیمت و فسخ، سیوم چت، که پیک دل است و کار او دوید

---

[1] ۔ قرآن مجید ۲۰ : ۵۵

باشد بهر سو و تمیز میان خیر و شر بکند، چهارم اهنکار یعنی نسبت دهندهٔ چیزها بخود۔ و اهنکار صفت پرم آتما است بسبب مایا۔ و مایا بزبان ایشان عشق است و اهنکار نیز سه قسم است۔ ساتگ و راجس و تامس۔ اهنکار ساتگ یعنی گیان سروپ که مرتبهٔ اعلیٰ است آنست که پرم آتما بگوید که هر چه هست همه منم و این مرتبهٔ احاطهٔ کلی است همه اشیاء را اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ یعنی دانا و آگاه باش بدرستیکه اوست همه چیز را احاطه کننده۔ دیگر آنکه هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ یعنی اوست اوّل و اوست آخر و اوست ظاهر و اوست باطن۔ و اهنکار راجس مدّهم است که اوسط باشد و این آنست که نظر بر جیو آتمان داشته بگوید که ذات من از بدن و عناصر منزّه است و جسمانیت بمن نسبت ندارد۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ یعنی نیست مانند او چیزی فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ۔ یعنی خدای تعالیٰ بے نیاز است از ظهور عالم۔ و اهنکار تامس ادهم است که ادنیٰ باشد و این او دیا است یعنی مرتبهٔ عبودیت حضرت وجود۔ و ادنیٰ بودن از جهت آنست که از نهایت تنزل و تقید و تعین نادانی و جهل و غفلت را بخود نسبت میکند و نظر بر حیات محسوسهٔ خود نموده میگوید که "من" و "تو" از مرتبهٔ یگانگی دور می افتد۔ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یعنی بگو اے محمّد که جز این نیست که منم بشری مانند شما۔ چنانچه بشست میگوید که چون حضرت وجود خواست که متعین شود بمجرّد این اراده پرم آتما شد و چون این تقید زیاده شد۔ اهنکار بهم رسید و چون تقیّد دیگر بر آن افزود مهاتت که عقل کل باشد نام یافت، و از سنکلپ و مهاتت من یعنی قلب پیدا شد که آن را پرکرت نیز گویند و از سنکلپ من پنج گیان اندری که شامه و لامسه و باصره و سامعه و ذائقه باشند بظهور آمد و از سنکلپ و این پنج گیان اندری اعضاء و اجسام بهم رسید و این مجموعه را بدن گویند۔ پس پرم آتما که ابو الارواح باشد (که ظهور اوّل او حقیقت محمدی و ثانی او روح القدس که جبرائیل امین باشد است) این همه تقیّدات را از خود پیدا کرده و خود را بآن بسته گردانیده چنانکه کرم پیله تار تار های

ابریشم از لعابِ خود برآوردہ خود را در آں بستہ است، ہم چناں حضرت واجب الوجود ایں ہمہ قیود وہمی را از خود برآوردہ وخود را درو درآوردہ است مثلِ تخم درخت کہ درخت را از خود برآوردہ خود در درخت درمی آید و در بند شاخہا و برگہا و گلہا می شود۔ پس بداں وہوش دار کہ پیش از ظہورِ ایں عالم در ذات پنہاں بود والحال ذاتِ مقدسِ او در عالم پنہاں است۔

(۳) بیان شغل

شغل نزد موحدانِ ہند اگرچہ اقسام است اما بہتریں شغلہا اجپا را میدانند و آں شغلیست کہ چہ در خواب و چہ در بیداری بے قصد و بے اختیار از جمیع ذی نفوس ہمیشہ و ہر آں صادر می گردد۔ چنانچہ در آیۂ کریمہ وان من شئ الا یسبح بحمدہٖ ولٰکن لا تفقہون تسبیحہم۔ اشارہ بہمیں است۔ و آں درون رفتن و برون آمدنِ دم را بدو لفظ تعبیر کردہ اند۔ نفسی کہ بالا میرود "او" میگویند و نفسی کہ درون می آید۔ "من" می نامند یعنی "او منم"۔ و صوفیہ مشغولیِ ایں دو لفظ را "ھو اللہ" میدانند کہ در بالا رفتنِ نفس "ھو" و در بیرون آمدن "اللہ" ظاہر میشود و ایں دو لفظ از ہر ذی حیات جاریست و او بے خبراست۔

(۴) صفات اللہ تعالیٰ

نزد صوفیہ دو صفت است، جمالی و جلال کہ جمیع آفرینش از تحتِ ایں دو صفت بیرون نیست۔ و نزد فقرائے ہند سہ صفات اند کہ آنرا ترِگن میگویند، ست و رج و تم۔ ست یعنی ایجاد و رج یعنی ابقا و تم یعنی افنا۔ و صوفیہ صفت ابقا را در ضمن صفت جمال دیدہ و اعتبار کردہ اند۔ چوں ہر یکے ازیں سہ صفت در یک دیگر مندرج اند فقرای ہند ایں سہ صفت را ترِمورت نامند کہ برہما و بشن و مہیش باشد و بزبان صوفیہ جبرائیل و میکائیل و اسرافیل گویند۔ برہما موکل ایجاد است کہ جبرائیل باشد و بشن موکل ابقا است کہ میکائیل باشد و

Marfat.com

مہیش موکل افنا است کہ اسرافیل باشد۔ و آب و باد و آتش نیز منسوب باین موکلانند، آب بجبرئیل و آتش بمیکائیل و باد بہ اسرافیل و این سہ چیز در جمیع جانداران نیز ظاہر است، برہما کہ آب باشد در زبان مظہر کلام الٰہی گشت و نطق ازین ظاہر شد، و بشن کہ آتش است، در چشم، روشنی و نور و بینائی ازو ظاہر شد و مہیش کہ باد است در بینی، دو نفخۂ صور ازین ظاہر شد کہ در نفس باشد و چوں آں منقطع گردد فانی شود۔

ترگن سہ صفت حق باشد کہ ایجاد و ابقا و افنا ست و مظہر این سہ صفت ہم برہما و بشن و مہیش اند کہ صفات آنہا در جمیع مخلوقات ظاہر اند۔ اوّل مخلوقات ظاہر اند۔ اوّل مخلوق پیدا می شود باز بقدر موعود میماند و باز فانی میشود، و شکتی کہ قدرت این سہ صفت است آں را تر دیوی گویند و ازاں تر موّرت کہ برہما و بشن و مہیش باشند و ازین تر دیوی این سہ چیز برآمد کہ آں را سرستی، پاربتی و لچھمی میگویند، سرستی بہ رجوگن و برہما تعلق دارد و پاربتی بہ تموگن و مہیش و لچھمی بہ ست گن و بشن۔

(۵) بیان روح

روح دو قسم است، یکی روح و دیگر ابوالارواح کہ بزبان فقرای ہند این دو روح را آتما و پرم آتما گویند (چوں) ذات بجہت متعین و مقید گردد چہ بہ لطافت و چہ بہ کثافت بہ جہت مجرّد بودن در مرتبۂ لطافت او را روح و آتما گویند و در مرتبۂ کثافت جسد و سریر گویند و ذاتی کہ متعین بہ ازل گشت روح اعظم باشد کہ باذات مجمع الصفات مرتبۂ احدیت دارد و ذاتی کہ جمیع ارواح در آں مندرج اند آنرا پرم آتما و ابوالارواح گویند۔ مثل آب و موج آب بمنزلۂ بدن و روح و سریر و آتما است، و مجموعہ امواج از روی کلیت بہ ابوالارواح و پرم آتما ماند و آب صرف بمنزلۂ حضرت وجود وسدہ و چتن است۔

(۶) بیانِ بادہا

بادی کہ در بدن انسان حرکت میکند چوں در پنج موضع می باشد پنج نام دارد، پران، اپان، سمان، اودان و ویان۔ پران حرکت آں از بینی است تا بہ انگشتِ پا و دم زدن خاصیت ایں باد است۔ اپان: حرکت ایں از نشستگاہ است تا بہ عضو مخصوص وایں باد گرد ناف ہم حلقہ زدہ است و باعثِ حیات ہمان است۔ سمان، در سینہ و ناف وحرکت میکند۔ اودان، حرکت ایں از حلق است۔ تا اُمّ الدماغ وویان، کہ ظاہر و باطن از باد پُر است۔

۷ بیان عوالم اربعہ

عوالم کہ جمیع مخلوقات را ناچار گزر بر آنست بطور بعضی از صوفیا چہار اند، ناسوت و ملکوت و جبروت و لاہوت و بعضی پنج میگویند و عالم مثال را داخل میکنند، وجمعی کہ عالم مثال را با عالم ملکوت یکے می انگارند چہار میگویند۔ وبقول فقرائے ہند او سفات کہ عبارت ازیں عوالم اربعہ باشد چہار اند، جاگرت و سپن و سکھوپت و تریا جاگرت مناسب بہ ناسوت کہ عالم ظاہر و عالم بیداری باشد و سپن موافق است بہ ملکوت کہ عالم ارواح و عالم خواب باشد، سکھوپت موافق است بہ جبروت کہ در آں نقوش ہر دو عالم و تمیز ''من'' ''تو'' نباشد خواہ چشم واکردہ بینی خواہ پوشیدہ' ولبسیاری از فقرای ہر دو قوم بریں عالم مطلع نیستند، چنانچہ سید الطائفہ استاد ابوالقاسم جنید بغدادی قدس اللہ سرہ، خبر دادہ کہ فرمودہ تصوف آں بود کہ ساعتی بنشینی بے تیمار، شیخ الاسلام کہ بے تیمار چہ بود۔ فرمود کہ یافت بے جستن و دیدار بی نگریستن چہ بیننده در دیدار علت است' پس ساعتی بے تیمار نشستن ہمین است کہ نقوش عالم ناسوت و ملکوت در آں ساعت بخاطر نگزرند، و نیز آنچہ مولانای روم قدس اللہ سرہ، فرمودہ اشارہ بہ ہمین معنی است۔

Marfat.com

خواہی کہ ببیابی یک لحظہ مجوبیش
خواہی کہ بدانی یک لحظہ مدانش
چوں در نہانش جوئی دوری ز آشکارش
چوں آشکار جوئی محجوبی از نہانش
چوں ز آشکار و پنہاں بیروں شوی بہ برہان
پاہا دراز میکن خوش خسپ در امانش

ونیز با موافق است بہ لاہوت کہ ذات محض باشد و محیط و شامل و جامع و عین ایں ہر سہ عالم۔ اگر سیر انسان از ناسوت بہ ملکوت و از ملکوت بہ جبروت و از جبروت بہ لاہوت باشد ایں ترقی از وست و اگر حضرت حقیقت الحقائق کہ موحدان ہند آنرا اوسن گویند از مرتبۂ لاہوت نزول فرماید/ و از جبروت و ملکوت بگذرد سیر او منتہی بہ عالم ناسوت می شود، و اینکہ صوفیہ مراتب نزول را بعضی چہار بعضی پنج قرار دادہ اند اشارہ بایں معنی است۔

(۸) بیان آواز

آواز از ہمان نفس الرحمان است کہ بوقت ایجاد بلفظ "کُن" ظاہر شد آں آواز را فقرای ہند سرستی گویند، و جمیع آوازہا و صوتہا و صداہا ازاں آواز پیدا گشتہ۔

بیت:-
ہر کجا بشنوی چو نغمۂ اوست
کہ شنید ایں چنیں صدای دراز

و ایں آواز کہ ناد باشد نزد موحدان ہند بر سہ قسم است، اوّل، اناہت یعنی آوازیکہ ہمیشہ بود و ہست و خواہد بود۔ و صوفیہ ایں آواز را آواز مطلق و سلطان الاذکار گویند کہ قدیم است و احساس مہاآکاس ازیں است، و ایں آواز را در نیابند مگر اکابر آگاہ ہر دو قوم دویم آہت یعنی آوازیکہ از زدن چیزی بی ترکیب الفاظ پیدا شود، سیوم سبد کہ بترکیب الفاظ پیدا شود

Marfat.com

آواز سبدرا بہ سرستی مناسب است، واز ہمین آواز اسم اعظم کہ میان اہل اسلام است وکلمہ کہ فقرای ہند آں را ابید مکھ گویند۔ اہ و ہم ظاہر شد ومعنی این اسم اعظم آنست کہ اوست صاحب سہ صفت کہ ایجاد وابقا وافنا ست، وفتحہ وضمہ وکسرہ کہ آنرا اکار، وکار ومکار گویند از ہمین ظاہر شدہ، ومراین اسم را صورتی خاص است نزد موحدان ہند کہ باسم اعظم ما مشابہت تمام دارد ونشان عنصر آب وآتش وخاک وباد وذات بجہت نیز درین ظاہر است۔

(۹) بیان نور

نور سہ قسم است۔ اگر بہ صفت جلال ظاہر شود یا برنگ آفتاب است یا برنگ یاقوت یا برنگ آتش۔ واگر بصفت جمال ظاہر شود یا برنگ ماہ است یا برنگ نقرہ یا برنگ مروارید یا برنگ آب۔ ونور ذات کہ منزہ است از صفات آنرا جز اولیای خدا کہ حق سبحانہ تعالی درحق ایشان فرمودہ۔ یَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ۔ دیگری درنمی یابد یعنی ہدایت میکند اللہ تعالی ہر کرا میخواہ بنور خود وآں نوریست کہ چوں شخص درخواب شود یا چشم پوشیدہ بنشیند۔ نہ بچشم بیند ونہ بگوش شنود ونہ بزبان گوید ونہ بینی بوید ونہ بہ لامسہ احساس کند وحال آنکہ درخواب ہمیشہ این ہمہ کارہا بیک چیز کند ومحتاج اعضا وحواس ظاہری وروشنائی چراغ نباشد وباصرہ وسامعہ وذائقہ وشامہ ولامسہ عین یک دیگر شوند ویک ذات گردند۔ آں را نور ذات گویند وآں نور خدا است جَلَّ شَانُہٗ۔

اے دوست فکر کن کہ چہ گفتم کہ جای فراست وفکر است ورسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم در تعریف این فکر فرمودہ تفکر ساعۃٍ خیرٌ من عبادۃ سنۃٍ یعنی این فکریست کہ ساعتے درین فکر بودن بہتر از عمل آدمی ویریست ونوریکہ از آیۂ کریمہ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی اللہ تعالی نور آسمانہا وزمین ہا است مفہوم میگردد آنرا فقرائے ہند جوت سروپ وسواپرکاس وسپن پرکاس گویند، یعنی این نور ہمیشہ

Marfat.com

بخود روشن است خواہ درعالم نماید خواہ نہ نماید۔ چنانچہ صوفیہ نور را منور تفسیر میکنند و ایشاں اہل ہند نیز بمنور تعبیر کردہ اند و ترجمہ ایں آیۂ کریمہ کہ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ چنیں است کہ اللہ تعالیٰ نور آسمانہا و زمینہا است۔ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ (مثل نور او مانند طاقچہ است کہ دراں مصباح باشد۔ (اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ) و آں چراغ در شیشہ بود۔ (اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ) و شیشہ گویا کہ ستارۂ درخشندہ است کہ (يُوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ) افروختہ شدہ است از درخت مبارک زیتون کہ نہ شرقی است و نہ غربی، (يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ) نزدیک است کہ روغن آں زیتون مبارک روشنی بخشد بانکہ آتش باُو نرسیدہ باشد و (نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ) نور لیست برنور (يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ) و راہ می نماید اللہ تعالیٰ بنور خود ہر کرا کہ میخواہد۔ اما آنچہ کہ فقیر فہمیدہ ایں باشد کہ مراد از مشکوٰۃ کہ طاق باشد عالم اجسام است و مراد از مصباح کہ چراغ باشد نور ذات است و مراد از شیشہ روح است کہ مانند ستارۂ درخشندہ است کہ از روشنی آں چراغ ایں شیشہ ہم مانند چراغ می نماید و "افروختہ شدہ است آں چراغ" عبارت از نور وجود است و از شجرۂ مبارک، ذات حق سبحانہ، تعالیٰ مراد است کہ منزّہ است از جہات شرقی و غربی و مراد از "زیت" روح اعظم است کہ نہ ازلی و نہ ابدی است یعنی آں زیت از غایت لطافت و صفا خود بخود روشن و تاباں است و محتاج بافروختن نیست، چنانچہ استاد ابوبکر واسطی علیہ الرحمۃ در تعریف میفرماید کہ زجاجۂ روح بمرتبۂ روشن است کہ محتاج لمس نار ناسوت و شعاع نیست و از غایت استعدادِ ذاتی نزدیک است کہ خود بخود روشن شود۔ و ایں نور زیت "نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ" است یعنی از نہایت صفا و روشنی نور لیست پُر نور، و بایں روشنائی نمی بیند کسی اُو را تا اُو خود پس مراد از مجموعہ آیۂ کریمہ اینست کہ حق سبحانہ، تعالیٰ بنور ذات خود در پردہ ہائے لطیف و نورانی ظاہر است و ہیچ ظلمتے و حجابی درمیان نیست و نور ذات در پردۂ روح الارواح

Marfat.com

ظاہر است و روح الارواح در پردۂ ارواح و ارواح در پردۂ اجسام، ہمچین "چراغ" باآں نور زیت در پردۂ شیشہ تاباں و ظاہر است و "شیشہ" در پردۂ طاقچہ و این ہا اکتساب نور ذات میکند لہذا روشنی بر روشنی افزودہ۔

(۱۰) بیان رویت

رویت خدائی تعالیٰ را موحدان ہند ساچھات کار گویند یعنی دیدن خدا بچشم سر بدانکہ در دیدن خدائی تعالیٰ در دنیا و آخرت بچشم ظاہر و باطن ہیچ یکی انبیاء علیہم السلام و اولیائے کامل قدس اللہ سرہم شکی و شبہے نیست و جمیع اہل کتاب و کاملان و بینایان ہر ملت باین معنی ایمان دارند، چہ اہل قرآن و چہ اہل بید و چہ اہل توریت و انجیل و زبور۔ و از نا فہمیدگان و نابینایان ملت خود بود ہر کہ انکار رویت نماید، چہ ذات مقدسی کہ بر ہمہ چیز قادر باشد بر نمودن خود ہم چرا قدرت نداشتہ باشد و این مسئلہ را علمای سنت و الجماعت خوب بے پردہ گفتہ اند۔ اما اگر ذات بے جہت را گفتہ اند کہ تواں دید این محال است چہ ذات بے جہت لطیف و بے تعین است و متعین نگردد و در پردۂ لطافت جلوہ گر بشود و پس نتواں دید و چنیں رویت محال باشد۔ و آنچہ گفتہ اند کہ در آخرت تواں دید و در دنیا نتواں دید اصلی ندارد زیرا کہ ہرگاہ کمال قدرت در ذات است ہر طور و ہر جا و ہر گاہ کہ خواہد قادر بر نمودن خود است و ہر کہ اینجا ندید مشکل است کہ تواند در آنجا دید، چنانچہ خود در آیۂ کریمہ فرمودہ وَمَن كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ۔ یعنی ہر کہ دریں دنیا از دولت دیدار من محروم است۔ در آخرت نیز محروم خواہد ماند از نعمت جمال من۔ و منکران رویت کہ حکمائے معتزلہ و شیعہ باشد دریں مسئلہ خطائی عظیم کردند، چرا کہ اگر می گفتند کہ دیدن ذات بے جہت ممکن نیست بہر حال صورتی داشت و چوں ایشان جمیع اقسام رویت را منکر شدہ اند ایں نہایت خطاست زیرا کہ اکثری از انبیای مرسل و اولیائے اکمل خدا را بچشم ظاہر دیدہ و کلام با احترام او را بے واسطہ شنیدہ اند و ہرگاہ

که ایشاں شنیدنِ کلامِ حق را از ہمہ جہت قابل اند چه دیدن را ہم از ہمہ جہت قابل نباشد۔ البتہ باشند وچنانکہ ایمان بخدا وملائکہ وکتابہا وانبیاء وقیامت وقضا وقدر وخیر وشر وخانہای متبرک وغیرہ، فرض است ایمان بروبیت ہم فرض ولازم است۔ واختلافیکہ از نارسیدگان علمای سنت والجماعت کردہ اند در معنی ولفظ این حدیث کہ عائشہ صدیقہؓ پرسید از حضرت رسول صلعم کہ ھل رائت ربك یعنی آیا دیدی تو پروردگار خود را؟ فرمودہ نورٌ انّی اراہ یعنی نور است چگونہ بینم اورا۔ لاکن این دلیل نادیدنِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نمیشود اگر معنی اوّل گیریم اشارہ بروبیت نام اوست در پردہ نور، واگر چنین خواندہ شود کہ نور است چگونہ بینم اورا اشارہ بذاتِ بے جہت وبیرنگ است۔ این اختلاف عبارتی نیست بلکہ اعجاز نبویست کہ در یک حدیث دو مسئلہ بیان تواں کرد۔ وآیۂ کریمہ وُجُوہٌ یومئذٍ ناضرۃٌ اِلیٰ ربّہا ناظرۃٌ یعنی دراں روزیکہ رُوہا تر وتازہ خواہند بود وبینندہ بسوئے پروردگار خود برہانی ظاہر است بر روبیت پروردگار جلّ شانہٗ وآیۂ کریمہ لاتدرکہ الابصار وھُوَ یُدرِكُ الابصار وَھُوَ اللطیف الخبیر۔ اشارہ بہ بیرنگیست یعنی نمی بینند بصرہا در مرتبہ اطلاق وبے رنگی واُو ہمہ را می بیند لطافت وبیرنگیست، ودریں آیۂ کریمہ اسم ھُوَ کہ واقع شدہ اشارہ بہ نادیدن ذات بے جہت است۔ دیدن خدای تعالیٰ پنج قسم است۔ قسم اوّل درخواب بچشم دل، دوم در بیداری بچشم سر، سیوم درمیان بیداری وخواب کہ آں بے خودیٔ خاص است، چہارم در یک تعیّن خاص، پنجم دیدن ذات واحد است در کثرات تعینات عوالم ظاہر وباطن، واین چنین دید حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم در وقتیکہ خود نبود درمیان ورائی ومرئی یکی بود، وخواب وبیداری وبیخودی او یکی نمود وچشم ظاہر وباطن او یکی شدہ بود، مرتبہ کمال روبیت اینست واین را دنیا وآخرت درکار نیست وہمہ وقت میسر است۔

(۱۱) بیان اسمائی اللہ تعالیٰ

بدانکہ اسمائی اللہ تعالیٰ بی نہایت است واز حد حصر بیرون۔ ذات مطلق بے جہت وصرف غیب الغیب وحضرت واجب الوجود را بزبان فقرای ہنداسن وترگن و نرنکار و نرنجن وست و چت گویند۔ اگر علم را باو نسبت دہند کہ اہل اسلام او را علیم میگویند، قادر را سمرتھ وسمیع را سرو تا وبصیر را درشنا خواندہ، واگر کلام را بآں ذات مطلق نسبت دہند وکتا نامند واللہ را اوم و ہو راسہ و فرشتہ را بزبان ایشان دیوتا گویند ومظہر اتم را اوتار نامند واوتار آں باشد کہ قدرت الٰہی آنچہ در وظاہر شود واز وجود او بنظر آید در ہیچ از افراد نوع او در آں وقت ظاہر نشود، ووحی را بر پیغمبر نازل شود آکاس بانی نامند و آکاس با بجہت آں گویند کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ کہ صعب ترین اوقات برمن وقت وحی است کہ میشنوم وحی را مانند آواز جرس یا مانند آواز زنبور، وچوں ایں آواز از آکاس ظاہر میشود آکاس بانی میگویند۔ وکتب آسمانی را بید گویند، وخوبان جنیاں را کہ پری باشند اپچھرا گویند وبدان آں ہا را کہ دیو وشیاطین اند راچھس گویند وآدمی را منکھ، ولی را رکھی ونبی را مہاسدہ نامند۔

(۱۲) بیان نبوت وولایت

انبیاء بر سہ قسم اند یکی آنکہ خدا را دیدہ باشند بچشم، خواہ بچشم ظاہر خواہ بچشم باطن۔ دیگر آنکہ آواز خدا شنیدہ باشند خواہ آواز صرف، خواہ آواز مرکب از حروف کلمہ۔ دیگر آنکہ فرشتہ را دیدہ باشند یا آواز فرشتہ باشند۔ ونبوت وولایت بر سہ قسم است۔ یکی نبوت و ولایت تنزیہی، دوم نبوت و ولایت تشبیہی۔ سیوم نبوت وولایت جامع التشبیہ والتنزیہ۔ اوّل نبوت تنزیہی، چوں نبوت حضرت نوح علیہ السلام کہ خدا را بہ تنزیہ دید ودعوت کرد امت بجہت تنزیہ ایمان نیاوردند مگر قلیلی وہمہ در بحر فنا غرق شدند۔ چوں زاہدان زمان ماکہ بہ تنزیہہ خدا را مرید آنرا خواندہ وہیچکس از آں مریدان عارف نشود واز قول آنہا

نفعی نبرد و در راه سلوک و طریقت فنا و ہلاک گردد و بخدا نرسد۔

دوم نبوت تشبیہی چون نبوت موسیٰ است علیہ السلام کہ خود خدا را در آتش درخت دید وازا بر سخن حق شنید و اکثر امت از تقلید موسیٰ در تشبیہ افتادہ گوسالہ پرست شدند و عصیان در زیدند و امروز بعضی از مقلدان زمان ما آنانکہ محض تقلید کاملان پیشہ کردہ اند و برین زندگانی کنند از تنزیہ دور افتادہ در تشبیہ فرو رفتند و بدیدن صورتہای خوب و مرغوب در لہو و لعب گرفتار اند و پیروی ایشان نشاید۔

> ہر صورت دلکش کہ ترا روی نمود — خواہد فلک از چشم تواش زود ربود
>
> رو دل بکسی دہ کہ در اطوار وجود — بوداست و ہمیشہ با تو خواہد بود

سیوم نبوت جامع التنزیہ و التشبیہ یعنی جمع کنندہ تنزیہ و تشبیہ و آن نبوت محمدیست صلی اللہ علیہ وسلم کہ مطلق و مقید رنگ و بیرنگ و نزدیک و دور را یکجا کردہ و اشارہ بایں مرتبہ است دریں آیۂ کریمہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَّھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ یعنی نیست مثل او چیزی و ایں اشارہ بمرتبہ تنزیہ است و شنوائی و بینائی اشارہ بہ تشبیہ بود۔ و ایں مرتبہ بلند ترین و اعلیٰ ترین مرتبۂ جامعیت و خاتمیت است کہ مخصوص بذات آں سرور صلعم است پس رسول ما ہمہ عالم را از مشرق تا غرب فرو گرفتہ۔ و نبوت تنزیہی محروم است از نبوت تشبیہی و نبوت تشبیہی عاریست از نبوت تنزیہی، و نبوت جامع شامل تنزیہ و تشبیہ چون ھو الاوّل والآخر والظاہر والباطن ہمچنیں ولایت مخصوص است بکاملان ایں امت کہ حق تعالیٰ در وصف ایشاں فرمودہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ یعنی بہترین امتیاں ایشانند کہ جمع کنندہ تشبیہ و تنزیہ اند۔ چنانچہ در زمان پیغمبر ما صلی اللہ علیہ وسلم از اولیاء ابوبکر و عمر و عثمان و علی و حسن و حسین و ستہ باقیہ و عشرۂ مبشرہ و اکابر مہاجرین و انصار و اہل صوفیہ بودند و از آنجملہ در تابعین چون اویس قرنی وغیرہ۔ و در زمان دیگر ہم چون ذو النون مصری، و فضیل عیاض و معروف کرخی و ابراہیم ادہم و بشر حافی و سری السقطی و بایزید بسطامی و

Marfat.com

اُستاد ابوالقاسم جنیدی وسہل بن عبداللہ التستری وابوسعید خراز ورویم وابوالحسن النوری، وابراہیم خواص وابوبکر شبلی ابوبکر واسطی وامثال ایشان۔

ودرزمان دیگر چوں ابوسعید ابوالخیر وشیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری وشیخ احمد جام و محمد معشوق طوسی واحمد غزالی وابوالقاسم ودرزمان دیگر چوں پیر من شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی وابومدین المغربی وشیخ محی الدین العربی وشیخ نجم الدین کبری وشیخ فریدالدین عطار و مولانا جلال الدین رومی۔ ودرزمان دیگر چوں شیخ من جنید ثانی شاہ میر واستاد من میاں باری و مرشد من ملا شاہ وشاہ محمد دلربا وشیخ طیب سرہندی وباوالال بیراگی۔

۱۳ بیان برہماند

مراد از برہماند "کل" وتقید ظہور وجود است بصورت کرۂ مدور وچوں اورا بہ ہیچ طرف میل وتعلق نیست اوباہمہ برابرست وہمہ پیدائش ونمایش درمیانِ ایں است لہذا موحدانِ ہند ایں را برہماند گویند۔

۱۴ بیان جہات

موحدان اسلام ہریک از مشرق ومغرب وشمال وجنوب وفوق وتحت را جہتی اعتبار نمودہ شش جہت گفتہ اند وموحدان ہند جہات رادہ میگویند یعنی مابین مشرق ومغرب وشمال و جنوب رانیز جہتی اعتبار نمودہ دہ دشا می نامند۔

۱۵ بیان آسمانہا

آسمانہا کہ آنرا اکَش میگویند بطور اہل ہند ہشت است ما ہفت ازاں مقرر ہفت کواکب سیارہ است کہ زحل ومشتری ومریخ وشمس وزہرہ وعطارد وقمر باشند وبزبان اہلِ ہند ایں ہفت

Marfat.com

ستاره را ہفت گرہ یعنی سنیچر و برسپت و منگل و سورج و سکر و بده و چندرما س میگویند۔ و آسمانی که جمیع ثوابت در آن اندرا ہشتم میدانند و ہمیں آسمان را حکما فلک ہشتم و فلک ثوابت میگویند که بزبان اہل شرع کرسی است وَسِعَ کُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ یعنی آسمانہا و زمینہا در کرسی میگنجد و نہم که آن را مہا آکاس میگویند داخل آسمانہا نکرده اند جہت آنکه آن محیط ہمه است و کرسی و آسمانہا و زمینہا را احاطه کرده است۔

۱۶ بیان زمین

زمین نزد اہل ہند ہفت طبقه است که آنرا سپت تال میگویند و ہر طبقه این یک نام دارد۔ اتل، بتل، سوتل، مہاتل، رساتل و پاتال۔ بطور اہل اسلام نیز زمین ہفت است بموجب آیه کریمه اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یعنی الله تعالیٰ آن خدائیست که خلق گردانید ہفت آسمانہا را و از زمین ہم مانند آسمانہا۔

۱۷ بیان قسمت زمین

ربع مسکون را حکما بہفت طبقه قسمت کرده اند و ہفت اقلیم میگویند و اہل ہند آنرا سپت دیپ می نامند و این ہفت طبقه زمین را بر روی زمین ہم مثل پوست پیاز نمیدانند بلکه بمراتب مثل پایہای نردبان تصور میکنند۔ و ہفت کوه را که اہل ہند آنہا را سپت کلاچل گویند بر گرد ہر زمینی کوہی را محیط میدانند و نام کوہها اینست۔ اول سُمیرو دوم سموپت سیوم ہمکوت چہارم ہمون پنجم مکده ششم پارجاتر ہفتم کیلاس۔ چنانچه در آیه کریمه وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا واقع است یعنی گردانیدم کوه ہا را میخہای زمین۔ و بر گرد ہر یکی از آن ہفت دریا اند که محیط ہر کوه اند و آن را سپت سمندر میگویند و نامہای این ہفت دریا این اند۔ اول لون سمندر یعنی دریای شور۔ دوم انچه رس سمندر یعنی دریای آب نیشکر، سیوم سرا سمندر یعنی دریای شراب، چہارم گھرت سمندر یعنی دریای روغن زرد۔ پنجم دده سمندر یعنی دریای جغرات، ششم کھیر سمندر یعنی دریای شیر۔ ہفتم سواد جل یعنی

دریای آب زلال۔ بودن دریا بعد دیگر هفت ازین آیه معلوم میشود ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام و البحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمٰت اللہ یعنی بدرستیکه از درختان که بر زمین اند قلمها شود و آن هفت دریا ها سیاهی شوند تمام نمیشوند کلمات خدا یعنی مقدرات خدا و در هر زمینی و کوهی و دریای اقسام مخلوقات هستند۔ و زمین و کوه و دریا که فوق همه زمینها و کوه و دریا ها است بطور محققان هند آنرا سرگ خوانند که بهشت و جنت باشد و زمین و دریا که تحت همه زمینها و کوه ها و دریا ها ست آنرا نرک گویند که عبارت از دوزخ است و جهنم۔ و تحقیق موحدان هند است که بهشت و دوزخ از همین عالم که آنرا برهماند گویند خارج نیست، و این هفت آسمان را که مقر این هفت ستاره اند میگویند که برگرد بهشت میگردند۔ نه بر بالای بهشت۔ و سقف بهشت را من آکاس میدانند که عرش باشد و زمین بهشت را کرسی

۱۸ بیان عالم برزخ

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرموده من مات فقد قام قیامته یعنی شخصیکه مرد پس تحقیق که قایم شد قیامت او و بعد از موت آنما که روح باشد از بدن عنصری مفارقت نموده بی تخلل زمان ببدن محت که آنرا سوچهم سریر گویند در می آید و آن بدن لطیف است که از عمل صورت گرفته باشد عمل نیک را صورت نیک و عمل بد را صورت بد۔ و بعد از سوال و جواب بی درنگ و بی توقف اهل بهشت را به بهشت و اهل دوزخ را بدوزخ میبرند۔ موافق این آیه کریمه فاما الذین شقوا ففی النار لهم فیها زفیر و شهیق خٰلدین فیها ما دامت السمٰوٰت والارض الا ما شاء ربک ان ربک فعال لما یرید و اما الذین سعدوا ففی الجنۃ خٰلدین فیها ما دامت السمٰوٰت والارض الا ما شاء ربک عطاء غیر مجذوذ۔ یعنی آنانکه بدبخت شده اند در آتش اند مر ایشان را در آتش فریاد و ناله و زاری جاودان باشد در آن آتش تا هنگامیکه آسمانها و زمینها ست مگر آنچه خواهد پروردگار تو

بدرستی کہ پروردگار تو کنندہ است ہر چیزی راکہ خواہد و اما آنکہ نیک بخت در بہشت اند ہمیشہ تا ہنگامیکہ باشند آسمانہا و زمینہا مگر تا وقتیکہ خواہد پروردگار تو کہ آنہا را آنجا برآرد و بخشش ادبی نہایت است - برآوردن از دوزخ آں باشد کہ پیش از برطرف شدن آسمانہا و زمینہا اگر خواہد از دوزخ برآوردہ بہ بہشت بُرد و ابن مسعود رضی اللہ عنہ در تفسیر ایں آیہ فرمودہ کہ لَاَتِیَنَّ عَلٰی جَہَنَّمَ زَمَانٌ لَیْسَ فِیْہَا اَحَدٌ وَ ذٰلِکَ بَعْدَ مَا یَسْکُنُوْنَ فِیْہَا اَحْقَابًا یعنی آید بر دوزخ زمانی کہ نباشد ہیچکس از دوزخیاں در آں بعد از انکہ مدّت طویل در آں ماندہ باشند - و برآوردن اہلِ بہشت را از بہشت آں باشد کہ پیش از برطرف شدن آسمانہا و زمینہا اگر خدا خواہد ایشاں را در فردوس اعلےٰ در آرد کہ عطای ادبی نہایت است و نیز از یں آیہ کریمہ ثابت شدہ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ ذٰلِکَ ہُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ یعنی اللہ تعالیٰ را بہشتی است بزرگ تر از بہشت ہا کہ اہلِ ہند آں را بیکنٹھ گویند و ایں بزرگ ترین رستگاریست بطور موحّداں ہند -

۱۹ بیان قیامت

بطورِ موحّدان ہند انیست کہ بعد از بودن در دوزخ و بہشت چوں مدتہای طویل بگذرد مہا پرلی شود کہ عبارت از قیامتِ کبریٰ است کہ از آیہ کریمہ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّۃُ الْکُبْرٰی یعنی وقتیکہ بیاید قیامت کبریٰ مفہوم میشود و از یں آیہ نیز معلوم میشود وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ یعنی وقتیکہ دمیدہ میشود صُور پس بے ہوش میشود ہر کہ در آسمانہا و زمینہا ست مگر شخصی را کہ خواستہ باشد خدای تعالیٰ از بے ہوش شدن نگاہ دارد - و آں جماعت عارفاں باشد کہ محفوظ اند از بے ہوشی و بے خبری ہم در دنیا و ہم در آخرت - و بعد از برطرف شدنِ آسمانہا و زمینہا و فانی شدن دوزخہا و بہشتہا و تمام شدنِ مدّت عمر برہماند و نبودنِ برہماند اہلِ بہشت و دوزخ را مکت خواہد شد یعنی ہر دو

Marfat.com

درحضرت ذات مستہلک ومحو شدند۔ بموجب این آیۂ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّ یَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔

۲۰ بیانِ مُکت

مُکت عبارت از استہلاک ومحو شدن تعینات باشد درحضرت ذات کہ از آیۂ کریمہ ورِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ظاہر میشود وداخل شدن در رضوان اکبر کہ فردوس اعلیٰ باشد رستگاری بزرگ است کہ مُکت باشد و مُکت بر سہ قسم است۔ اوّل جیون مکت یعنی رستگاری در زندگانی وجیون مکت نزد ایشان آنست کہ در ایام حیات خود بدولتِ عرفان وشناسائی حق تعالیٰ رستگار وخلاص باشد ودرین جہان ہمہ چیز را یکی بیند ویکی داند واعمال وافعال وحرکات وسکنات ونیک وبد را نسبت بخود وبغیر نکند وخود را با جمیع اشیای موجودہ عین شناسد ودر ہمہ مراتب حق را جلوہ گرداند وتمام برہماند را کہ صوفیای کرام آنرا عالم کبریٰ گفتہ اند وصورت کلیتِ خداست بمنزلۂ بدن جسمانی خدا گرداند۔ عنصرِ اعظم کہ مہا اکاس باشد بمنزلۂ سوچھم سریر یعنی بدن لطیف خدا، وذاتِ خدا بمنزلۂ روحِ آں بدن، وآں را یک شخص معیّن دانستہ از ذرّہ تا بکوہ با عوالم ظاہر وباطن سوای ذاتِ آں یگانۂ بی ہمتا نبیند ونداند۔ چنانچہ یک انسان کہ او را عالم صغیر گفتہ اند باختلافِ عضوہای مختلفۂ متکثرّہ یک فرداست وبکثرتِ اعضا رذات او متعدد نیست، آں ذات واحد را نیز بکثرتِ تعینات متعدد نشناسد۔

بیت:۔ جہاں یکسر چہ ارواح وچہ اجسام ⁂ بود شخصی معیّن عالمش نام

پس حق سبحانہٗ تعالیٰ را روح وجانِ این شخصِ معیّن داند کہ از ہیچ سرِ موی جدا نیست چنانچہ شیخ سعد الدین حموی فرماید۔

Marfat.com

رباعی:۔ حق جانِ جہان است وجہان جملہ بدن ∴ ارواح وملائک وحواس ایں ہمہ تن
افلاک وعناصر وموالید واعضا ∴ توحید ہمین است ودگر شیوہ وفن

وہمچنیں موحدان ہند مثل بیاس وغیرہ تمام برہماند را کہ عالم کبیر است شخص واحد دانستہ عضو ہای بدنِ او را چنیں بیان نمودہ اند بجہت آنکہ صوفی صافی در ہر وقت بر ہرچہ نظر کند بداند کہ بر فلاں عضو مہاپرس کہ اینجا عبارت از ذات حق سبحانہ تعالیٰ است نظر داشتم۔ پاتال کہ طبقہ ہفتم زمین باشد کفِ پای مہاپرس است۔ رساتل کہ طبقہ ششم زمین باشد پشت پای مہاپرس است وشیاطین انگشتہای پای مہاپرس اند۔ مہاتل کہ طبقہ پنجم زمین است شتالنگ مہاپرس است۔ تبل کہ طبقہ دوم زمین است ران مہاپرس است۔ اتل کہ طبقہ اوّل زمین است عضو مخصوص مہاپرس است۔ کال یعنی زمانہ رفتار مہاپرس است۔ پرجانت دیوتا کہ باعث توالد وتناسل تمام عالم است مردی وقوت ورجولیت مہاپرس است۔ باران نطفہ مہاپرس است بھولوک یعنی از زمین تا آسمان پائین نافِ مہاپرس است۔ سہ کوہ جنوبی دست راست مہاپرس است وسہ کوہ شمالی دستِ چپ مہاپرس است دسمیر پربت سرین مہاپرس است۔ روشنی صبح کاذب تارِ مغزنی جامہ مہاپرس است۔ روشنی صبح صادق رنگِ سفید جامہ چادر مہاپرس است (کہ الکبریاءُ ردائی اشارہ بآں میکند) ووقت شام کہ رنگ شفق دارد پارچہ سترِ عورت مہاپرس است (کہ العظمۃُ اِزاری کنایہ بآں میکند) سمند یعنی بحرِ محیط حلقہ وعمیق ناف مہاپرس است وبدوانل مکانِ آتشیست کہ آب ہفت دریا را حالاہم جذب میکند وطغیان شدن نمید ہد ودر قیامت کبریٰ تمام آب را خشک خواہد کرد وایں حرارت دگرمی معدہ مہاپرس است ودریاہای دیگر رگہای مہاپرس است وچنانکہ ہمہ رگہا بناف میرسد ہمہ دریاہا بسمندر منتہی میگردد۔ گنگا وجمنا وسرستی شہ رگ مہاپرس است۔ انکلا جمنان بیکلا جمونا سکھمنا سرستی بھولوک کہ بالای بھولوک است ودیوتہای گندھرپ آنجا میباشند وآواز از آنجا میخیزد شکم مہاپرس است۔

آتش قیامت صغری اشتہای حاضری مہاپرس است و خشک شدنِ آبہا در قیامت صغری تشنگی (و آب خوردن) مہاپرس است۔ سرگ لوک کہ بالای بھولوک است و طبقہ الیست از طبقاتِ بہشت سینۂ مہاپرس است کہ ہمیشہ شادی و خوشحالی و آرام در وست۔ و جمیع ستارہ ہا از اقسام جواہر مہاپرس است۔ بخشش پیش از سوال کہ جُود و فضل است پستان راست و بخشش بعد از سوال کہ عطا ست پستان چپ مہاپرس است و اعتدال کہ رجوگن و تموگن باشد و آں را پرکرت گویند دل مہاپرس است و چنانکہ کنول سہ رنگ دارد، سفید و سرخ و بنفشی، دل ہم کہ بصورت کنول است۔ سہ صفت دارد، و این از سہ رنگ ظہور است کہ برہما و بشن و مہیش باشند۔ برہما کہ من ہم نام دارد حرکت و ارادۂ دل مہاپرس است۔ بشن رحم و مہر مہاپرس است مہیش قہر و غضب مہاپرس است۔ ماہ تبسم و خوشحالی مہاپرس است کہ حرارتِ الم و اندوہ را برطرف میسازد و شب کمانِ مہاپرس است۔ کوہ سمیر پربت استخوانِ میانِ پشت مہاپرس است و کوہ ہای دست راست و چپ سمر استخوانِ فرعہای یعنی پسلی ہای مہاپرس است۔ و ہشت فرشتہ کہ کوتوال اند و اندر کہ سردارِ آنہاست و کمال قوت دارد و بخشیدن و باریدن و نہ بخشیدن و نہ باریدن متعلق باوست ہر دو دستِ مہاپرس اند، دستِ راست بخشش و بارش و دستِ چپ امساکِ بخشش مہاپرس است۔ اَچھرا کہ حورانِ بہشت اند خطوطِ کف دستِ مہاپرس است۔ سہ فرشتۂ لوک پال دستِ راست مہاپرس است (از بند دست تا آرنج اگن نام فرشتہ) و جم فرشتہ بازوی مہاپرس است و لوکپال فرشتہ دست چپ مہاپرس است۔ کبیر فرشتہ زانوی پای مہاپرس است و کلپ برچھ کہ طوبیٰ باشد عصای مہاپرس است، قطبِ جنوبی کتف راست و قطب شمالی کتفِ چپ مہاپرس است و برن نام فرشتہ لوک پال کہ موکل آب است و در سمتِ مغرب میباشد مہرۂ گردنِ مہاپرس است۔ اناہت کہ سلطانِ الاذکار است آواز باریک مہاپرس است۔ مہرلوک کہ بالای سرگ لوک است گلو و گردنِ مہاپرس است۔ جن لوک کہ بالای

Marfat.com

مہرلوک است ردی مبارک مہاپرس است۔ شرم وحیا لب بالای مہاپرس است۔ سینہ یعنی محبت و الفت بُنِ دندانہائی مہاپرس است وخورشِ خوراک مہاپرس است۔ عنصرآب کام ودھرا مہاپرس است۔ سرستی قوتِ ناطقہ مہاپرس وچار بید یعنی چہار کتب صدق و راستی گفتار مہاپرس است۔ مایا یعنی عشق کہ باعثِ ایجاد عالم است خندہ وخوش طبعی مہاپرس است۔ ہشت جہت عالم ہردو گوش مہاپرس است۔ اشنی کمار کہ دو فرشتہ درکمال حسن اند۔ ہردو پردہ بینی مہاپرس اند۔ گندھ تن ماتر یعنی عنصرِ خاک قوتِ شامہ مہاپرس است۔ عنصر بادِ نفس زدنِ مہاپرس است۔ میانِ جن لوک طبقۂ پنجم وششم بہشت است و از نورِ ذات پُر است نصف جنوبیٔ آن چشم راست ونصف شمالیٔ آن چشم مہاپرس است۔ واصل نور کہ آن را آفتابِ ازلی گویند قوت بینائی مہاپرس است۔ تمام آفرینش نگاہِ لطفِ مہاپرس است۔ روز وشبِ عالم چشم برہم زدنِ مہاپرس است۔ مترنام و فرشتہ کہ موکل دوستی و محبت است۔ ذنوستا نام فرشتہ کہ موکل قہر وغضب است ہردو ابروی مہاپرس است۔ پت لوک کہ بالای جن لوک است پیشانیٔ مہاپرس است۔ ولوک کہ بالای ہمہ لوکہا ست کاسۂ سرِ مہاپرس است۔ آیاتِ توحید وکتاب التّام الدماغ مہاپرس است ابرہای سیاہ کہ بارانِ مہاپرلی دارد موی سرِ مہاپرس است۔ ونباتاتِ ہمہ کوہ ہا موی بدنِ مہاپرس است لچھمی کہ دولت وخوبیٔ عالم است حُسن مہاپرس است۔ آفتابِ درخشاں صفای بدن مہاپرس است۔ بھوت اکاس مساماتِ بدن مہاپرس است۔ جداکاس روحِ بدنِ مہاپرس است صورتِ ہرفردِ انسان خانۂ مہاپرس است۔ انسانِ کامل خلوت خانہ ومحلِ خاص مہاپرس است۔ چنانچہ بفرمود بداؤد علیہ السلام کہ داؤد برای من خانۂ بساز۔ گفت خداوند تو منزّہ ای از خانۂ فرمود خانۂ من توئی دل را از غیر خالی کن۔ وہرچہ درین برہماند بر سبیل تفصیل است۔ در انسان کہ نسخۂ عالم کبیر است بطریق اجمال ہمہ موجود است، کسیکہ چنین داند وبیند او راست جیون مکت ودر حق اوست آیۂ کریمہ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ یعنی خوشحال است آن جماعت

آنچہ دادہ است ایشان را خدای تعالیٰ از فضلِ خود۔

دوم: سرِّ سُمکت یعنی رستگاریٔ ہمہ و آن استہلاک در ذاتست و آں شامل ہمہ موجودات است و بعد از قیامت کبریٰ و فنای آسمان و زمین و بہشت و دوزخ و نبودن بر نماند نبودن روز و شب از محویت در ذات رستگار و خلاص باشند و آیۂ کریمہ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وَاَلَا اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ یعنی بدرستیکہ عارفان خدارا نیست ترسی و نیستند آنہا اندوہگین اشارہ بہمین مکت است۔

سیوم: سرِّ ابدا مکت یعنی رستگاری پس سرِّ ابدا مکت آں باشد کہ در ہر مرتبہ کہ سیر کند خواہ در روز خواہ در شب خواہ در عالم باطن خواہ در عالم ظاہر خواہ برہا نمایند خواہ ننماید و خواہ در ماضی خواہ حال و خواہ در مستقبل کہ بھوت بھوشت برتمان گویند عارف و رستگار و خلاص باشد۔ و ہرجا کہ در آیاتِ قرآنی در بابِ بودن در جنت خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا واقع شدہ یعنی ہمیشہ خواہند بود در آں بہشت مراد از جنت معرفت است و مراد از لفظ اَبَدًا ابدیت ایں مکت است چہ در ہر نشاء کہ باشد استعداد معرفت و عنایاتِ ازلی درکار است۔ چنانچہ ایں دو آیۂ کریمہ در باب ایں چنیں جماعت وارد است۔ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ یعنی مژدہ میدہد ایشاں را پروردگار ایشاں برحمتی از خود و مژدہ میدہد بفردوسِ اعلےٰ و بہشتہا کہ مر ایشاں را است۔ در آں بہشتہا نعمتہای دائمی و رستگاریٔ بے انقطاع از نزدیک حق تعالیٰ بدرستیکہ بزرگ۔ و نیز آیۂ کریمہ دیگر وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَجْرًا حَسَنًا مّٰكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا یعنی مژدہ بدہید (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) مومنان را کہ عمل میکنند نیک کہ حصولِ معرفت حق سبحانہ تعالیٰ باشد و بدرستیکہ مر عارفان راست مزدی نیکو کہ فردوس اعلیٰ باشد و درنگ کنندگان باشند و ہمیشہ ماندگان اندران فردوس اعلیٰ۔

Marfat.com

۲۱ بیان روز و شب

الوہیت ظہور و بطون بطور موحدان ہند عمر برہما کہ جبرئیل باشد و فنای برہماند تمامی روز الوہیت باشد شدہ انج سال دنیاست کہ ہر انجی ہزار سال دنیا باشد بموجب این دو آیۂ کریمہ وَاِنَّ یَوۡمًا عِنۡدَ رَبِّکَ کَاَلۡفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ یعنی بدرستیکہ روزیست نزد پروردگار تو مانند ہزار سال می شمارند اہل دنیا و آیۂ کریمہ تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوۡحُ اِلَیۡہِ فِیۡ یَوۡمٍ کَانَ مِقۡدَارُہٗ خَمۡسِیۡنَ اَلۡفَ سَنَۃٍ :- یعنی راجع می شوند بسوئے پروردگار خود فرشتگان و روح کہ عبادت از جبرئیل و برہماست درروزیکہ مقدار آں روز پنجاہ ہزار سال و ہر روز از یں پنجاہ ہزار سال متعارف است کہ در آیۂ اول باآں تصریح شدہ۔ پس مدت عمر جبرئیل و مدت عمر روز و عمر تمامی عالم کہ برہماند باشد حساب میکنم ہیجدہ انج سال دنیا باشد و ہر انجی ہزار سال باشد بی کم و زیاد، مطابق حساب موحدان ہند۔ و بدانکہ خصوصیت اعداد شدہ نزد ایشان منحصر بر ہشت دہ است و از یں بالا نرمرتبۂ شمار قرار نہ دادہ اند۔ و قیامت ہای صغری کہ دریں میان گزشتہ اند و خواہند گزشت آں قیامت ہا را کھنڈ پرلی میگویند مثل طوفان آب یا طوفان آتش یا طوفان باد، چوں این مدت تمام گردد این روز شام شود و قیامت کبری خواہد شد کہ آنرا مہاپرلی گویند بحکم این دو آیت کریمہ:- یَوۡمَ تُبَدَّلُ الۡاَرۡضُ غَیۡرَ الۡاَرۡضِ یعنی روزیکہ بدل کردہ شود زمین بغیر زمین و یَوۡمَ نَطۡوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلۡکُتُبِ یعنی روزیکہ بپیچیم آسمان را مانند کاغذ برای کتابت۔ و بعد از قیامت کبری در شب بطون کہ در برابر روز ظہور است و استہلاک جمیع تعینات در حضرت ذات خواہد شد نیز ہژدہ سال انج دنیاست او ستھانم کہ عبارت از سکھوپت و جبروت است، مدت این سکھوپت حضرت ذات است کہ اورا فراغ است۔ از ایجاد خلق و اعدام عالم و آیۂ کریمہ سَنَفۡرُغُ لَکُمۡ اَیُّہَ الثَّقَلٰنِ۔ یعنی زود است کہ فارغ میشوم از شما ای جن و انس اشارہ باین سکھوپت است۔

Marfat.com

و حضرتِ ذات در ایام ظہورِ عالم در مقام ناسوت است ۔ و در قیامت ہای صغریٰ در مقام ملکوت و بعد از قیامتِ کبریٰ در مقام جبروت ۔

اے عزیزِ آنچہ درین باب نوشتہ شدہ بعد از دقتِ تمام و تحقیق بسیار مطابق کشفِ خود است و این کشف بایں دو آیۂ کریمہ مطابق افتاد و باآنکہ تو در ہیچ کتابی ندیدہ و از ہیچکس نشنیدہ ۔ اگر بر گوشِ بعضی از ناقصاں گراں آید مارا ازین معنی باکی نیست ۔ فَإِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ

(۲۲) بیان بی نہایتیٔ ادوار

نزدِ محققانِ اہلِ ہند حق تعالیٰ را نہ ہمیں یک شب دیک روز بلکہ ایں شب کہ تمام شود باز روز میشود و روز کہ آخر شود شب می آید ۔ اِلٰی غیر النہایت و ایں را نادیرداہ میگویند خواجہ حافظ علیہ الرحمتہ اشارہ بہمیں بی نہایتیٔ ادوار نمودہ گفتہ است ۔

ماجرای من و معشوق مرا پایان نیست ∴ ہرچہ آغاز ندارد نپذیرد انجام

و ہرچہ از خصوصیات ظہورِ ذات و مخفیات در روز و شب پیشین شدہ بی کم و بیش در روز و شبِ دیگر بعینہٖ عود کند بموجب آیۂ کریمہ : کَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُہٗ یعنی چنانکہ ظاہر گردانیدیم در اوّل خلقت موجوداتی را کہ معدوم گشتہ بود پس بعد از تمام شدن (این) دورہ باز عالم ابو البشر آدم علیہ السلام بعینہٖ پیدا شود ولا یزال چنیں باشد و آیہ کریمہ کَمَا بَدَاَکُمْ تَعُوْدُوْنَ نیز دلالت بریں معنی میکند یعنی چنانکہ اوّل شمارا پیدا کردم باز ہماں طور پیدا کنیم ۔ اگر کسی شبہ کند کہ خاتمیت پیغمبر ما صلی اللہ علیہ وسلم ازیں ثابت نمیشود میگویم کہ در روزِ دیگر نیز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بعینہٖ موجود خواہد گردید و خاتم پیغمبران آں روز خواہد گردید و اہل حدیثِ شبِ معراج نیز دلالت برہمیں معنی میکند ۔ میگویند کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم قطار شتراں را دید کہ لاینقطع میروند و بر ہر یکی دو صندوق بار است و در ہر صندوق عالمی است مثل ہمیں عالم و در ہر عالم مثل خود محمدی ۔ از جبرئیل پرسید کہ ایں چیست ۔ گفت یا رسول اللہ از وقتیکہ آفریدہ شدہ

Marfat.com

ام می بینم کہ ایں قطار شتران با صندوق میروند و من ہم نمیدانم کہ ایں چیست و ایں اشارہ بہ بی نہایتیٔ ادوار است۔

۱۰۶۵ھ

الحمد للہ و المنّہ کہ توفیق اتمام رسالہ مجمع البحرین یافتہ شد در سنۂ یکہزار شصت و پنج ہجریٔ نبوی کہ چہل و دویم از سنین عمر ایں فقیر بی اندوہ محمد دارا شکوہ بود۔

و السلام

اُردو ترجمہ ــــ مجمع البحرین

بنام آنکہ او نامے نہ دارد ⁂ بہر نامیکہ خوانی سر برآرد

میں اس کتاب کو خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں جس کا کوئی خاص نام نہیں ہے لیے جس نام سے بھی پکارا جائے وہی اس پہ جچتا ہے۔

سب تعریفیں اس خدائے وحدہٗ لاشریک کے لائق ہیں جس نے اپنے بے نظیر بے مثل رُخِ زیبا پر کفر و اسلام کی دو متضاد صفتوں کی دو زلفیں ظاہر فرمائیں لیکن ان دونوں میں سے کسی کا بھی اپنے رُخِ زیبا پر نقاب نہیں ڈالا۔

؎ کفر و اسلام در رہش پویاں ⁂ وحدہٗ لاشریک لہٗ گویاں [۲]

یعنی مسلمان اور کافر دونوں راہ خدا میں سعیٔ بلیغ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور دونوں ہی خدا کو وحدہٗ لاشریک سمجھتے ہیں۔

ہر ایک چیز میں اسی کی ذات کے کرشمے نظر آتے ہیں اور ہر چیز اسی سے جلوہ گر ہوئی ہے تمام مخلوقات سے پہلے بھی اسی کی ذات موجود تھی، آخر بھی رہے گی۔ اور اس کے سوا کوئی بھی چیز باقی نہ رہے گی۔

---

[۱] یہ شعر کتاب حدیقۃ الحقیقت مصنفہ حکیم سنائیؒ سے منقول ہے۔ داراشکوہ نے بھی اسی مضمون میں ایک رباعی کہی ہے:-

؎ یک ذرہ ندیدیم زخورشید جدا ⁂ ہر قطرۂ آب ہست عین دریا
حق را بہ چہ نام کس تجواند خواندن ⁂ ہر نام کہ ہست از اسمائی خدا

اسی مضمون کو مولانا جامیؒ نے حسب ذیل رباعی میں بیان کیا ہے۔

؎ گہ بادہ و گہ جام خوانیم ترا ⁂ گہ دانہ و گہ دام خوانیم ترا
جز نام تو بر لوح جہاں چیزے نیست ⁂ آیا بکدام نام خوانیم ترا

[۲] یہ شعر ابوالفضل نے اس عمارت کے لیے منتخب کیا تھا جس کی بنیاد اکبر بادشاہ نے کشمیر میں رکھی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ عمارت ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ تھی۔ ﴿حوالہ دربار اکبری مصنفہ محمد حسین آزاد صفحہ ۴۵۲﴾۔

رباعی:- ہمسایہ وہم نشین وہمرہ ہمہ اُوست ؛ در دلق گدا و اطلس شہ ہمہ اوست
در انجمن فرق و نہانخانۂ جمع ؛ باللہ ہمہ اوست ثمُ باللہ ہمہ اوست [1]

یعنی ہمسایہ ہمنشیں اور ساتھی سب اسی ذات کے کرشمے ہیں گداگر کی گدڑی ہیں اور بادشاہ کے ریشمی لباس میں اسی کی ذات ہے۔ خدا کی قسم محفلوں اور پردہ خانوں میں اسی کی ذات ہے۔

اور بیحد وحساب درود وسلام نزول ہو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات پر جس پر صفات الٰہی مکمل طور پر ظہور پذیر ہوئیں اور ان کے طفیل یہ سارا جہان پیدا ہوا۔ نیز آپ کی آل کرام اور اصحاب عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر بھی رحمت نازل ہو۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد فقیر بے حزن و اندوہ محمد دارا شکوہ عرض کرتاہے کہ جب اس خاکسار کو حقیقت الحقائق اور صوفیائے کرام کے مذہب برحق کے رموز و دقائق معلوم ہو گئے اور اس نعمت عظمیٰ (ولایت) سے مشرف ہو گیا تو میں اس بات کے درپے ہوا کہ ہندو فقرا (جوگیوں) کا مشرب اور طریقہ بھی دریافت کروں چنانچہ اس قوم کے بعض محققوں کاملوں کے فیض صحبت سے بارہا فیضیاب ہوا اور حق شناسی کے متعلق ان سے مکرر گفتگو ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے ان بزرگوں (جوگیوں) کو نہایت ریاضت کش، بڑے سمجھدار اور خدا رسیدہ پایا اور حق شناسی و معرفت الٰہی کے متعلق صوفیا اور جوگیوں میں سوائے لفظی اختلاف اور نزاع کے اور کوئی فرق مجھے معلوم نہیں ہوا۔ لہٰذا میں نے فریقین کے کلام میں مطابقت پیدا کر کے اور بعض اور اہم باتیں جمع کر کے ایک رسالہ مرتب کیا چونکہ یہ رسالہ ہر دو گروہ کے حقائق و معارف کا مجموعہ ہے اس لیے میں نے اس رسالہ کا نام مجمع البحرین رکھا۔ اکابر صوفیائے کرام کا قول ہے:- التصوف ھو الانصاف والتصوف ترک التکلیف یعنی تصوف انصاف کا نام ہے نیز تصوف اس بات کو کہتے ہیں کہ کسی کو تکلیف نہ پہنچائی جائے پس اہل انصاف اور عقلمند لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ تحقیق حق وہی ہے جو میں نے بیان کی ہے مجھے یقین ہے کہ

---

[1] یہ رباعی مولانا جامیؒ کی ہے جو دارا شکوہ نے اپنی کتاب حسنات العارفین صفحہ نمبر ۴۲ پر شطحیات کے ضمن میں نقل کی ہے۔

Marfat.com

سلیم الطبع اور سمجھدار لوگ اس رسالہ سے نہایت محظوظ ہوں گے اور فریقین کے کج فہم اور کند ذہن لوگ اس کے لطف سے محروم رہیں گے اس رسالہ میں صوفیائے اسلام اور جوگیان ہند کے تصوفِ موحدہ کی میں نے تحقیق کی ہے یہ میں نے اپنے کشفِ صحیح کے مطابق محض اپنے اہلِ بیت کی خاطر قلمبند کی ہے مجھے فریقین کے عوام اور اہلِ ظاہر سے کوئی تعلق نہیں چنانچہ خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہٗ کا قول ہے کہ" اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کوئی بہت بڑا مجرم کافر توحید کے متعلق نغمہ سرائی کر رہا ہے۔ تو میں ضرور بالضرور جا کر اس کافر کا نغمۂ توحید سنوں اور اس کا ممنونِ احسان بن جاؤں"[1]۔ میں اس کتاب کی تیاری میں اللہ تعالیٰ ہی سے توفیق اور امید چاہتا ہوں۔

(۱) عناصر کا بیان

جاننا چاہیئے کہ عناصر پانچ ہیں تمام مادی مخلوقات انہی پانچ عناصر سے ظہور پذیر ہوتی ہے۔

(۱) عنصر اعظم جس کو شریعت کی اصطلاح میں عرش اکبر کہتے ہیں۔

(۲) عنصر ہوا (۳) عنصر آتش (۴) عنصر آب (۵) عنصر خاک۔

ان پانچوں عناصر کو ہندی زبان میں "پانچ بھوت" کہتے ہیں۔ اکاس، بائی، تیج، جل، پرتھی اکاس کی تین قسمیں ہیں۔ بھوت اکاس، من اکاس اور چدا کاس، بھوت اکاس اس کو کہتے ہیں جو تمام عناصر کو گھیرے ہوئے ہے اور من اکاس اسے بولتے ہیں جو تمام مخلوقات کو محیط ہے اور چدا کاس اس کو کہتے ہیں جو سب کو گھیرے ہوئے ہے اور ہر جگہ موجود ہے۔ چدا کاس (خداوند کریم) برحق اور قدیم ہے قرآن شریف کی کسی آیت اور وید مقدس کے کسی شبد سے چدا کاس کا حادث ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ سب سے پہلے چدا کاس سے عشق پیدا ہوا اس عشق کو فقراء ہند کی زبان میں مایا کہتے ہیں

[1] خواجہ ناصر الدین عبید اللہ خواجہ احرار کے لقب سے مشہور ہوئے ان کا یہ قول داراشکوہ نے حسنات العارفین صفحہ نمبر ۳۹ میں بھی منقل کیا ہے۔

اتصاف :۔ موصوف بہ صفات ہونا
ترک التکلیف :۔ تکلفات سے بری ہونا۔ باہم ملاپ۔ بے تکلفی۔

Marfat.com

چنانچہ یہ حدیث بھی اسی کی موید ہے یعنی مٹی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی مٹی میں تمہیں پھر لے جائیں گے۔ (موت دے دیں گے) اور اسی مٹی سے دوبارہ زندہ کریں گے۔

۲ حواس کا بیان

عناصر کی طرح حواس بھی پانچ ہیں (۱) شامہ (سونگھنے کی قوت) (۲) ذائقہ (چکھنے کی حس) (۳) باصرہ دیکھنے کی قوت) (۴) سامعہ (سننے کی قوت) (۵) لامسہ (ٹٹولنے اور چھونے کی حس) ان حواس خمسہ کو ہندی زبان میں "پنج اندری" کہتے ہیں (۱) گھران (قوت شامہ (۲) رسنا (قوت ذائقہ) (۳) چچھہ (قوت باصرہ) (۴) سرونتر (قوت سامعہ) (۵) توک (قوت لامسہ) اور ان حواس خمسہ سے محسوس ہوتی ہیں ان کو ہندی زبان میں گندھ، رس، روپ، سبد اور سپرش کہتے ہیں۔

ان حواس خمسہ میں سے ہر ایک حواس ایک ایک عنصر کی جنس ہے اور اس کی طرف منسوب ہے چنانچہ قوتِ شامہ عنصر خاک کی طرف منسوب ہے کیونکہ عناصر خمسہ میں سے خاک ہی ایک ایسا عنصر ہے جس کی بو محسوس ہوتی ہے اور اس بو کا احساس قوتِ شامہ کرتی ہے اور ذائقہ عنصر آب کی طرف منسوب ہے چنانچہ عنصر آب (لعاب کی شکل میں) زبان میں پایا جاتا ہے اور قوتِ باصرہ عنصر آتش کی طرف منسوب ہے۔ کیونکہ جیسا کہ عنصرِ آتش میں نور پایا جاتا ہے اسی طرح قوتِ باصرہ میں بھی نور البصر پایا جاتا ہے جس کے ذریعے آنکھیں اشیاء کا رنگ روپ دیکھ سکتی ہیں۔ قوت لامسہ عنصرِ باد سے مناسبت رکھتی ہے کیونکہ جس قدر اشیاء ٹٹولی جاتی ہیں وہ سب ہوا کے ذریعے سے ہی ٹٹولی جاتی ہیں اور قوتِ سامعہ عنصرِ اعظم کی طرف منسوب ہے جس کو فقراء ہند "مہا اکاس" (رخ باری تعالیٰ) کہتے ہیں۔ قوتِ سامعہ کے ذریعے آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ اور کانوں کے ذریعے ہی سے اہلِ دل پر "مہا اکاس" کی حقیقت منکشف ہوتی ہے دوسرا کوئی حواس اس کی حقیقت پر مطلع نہیں ہوسکتا اور یہ (مہا اکاس اور وجہ اللہ) کی شناخت کا ایک ایسا شغل (وظیفہ) ہے جو صوفیائے اسلام و فقراء اہلِ ہند کا مشترکہ معمول ہے صوفیائے کرام اس شغل کو "پاس انفاس" کہتے ہیں

Marfat.com

اور فقرائے ہند اپنی اصطلاح میں اس کو "دھن" بولتے ہیں۔

یہ تو حواس خمسہ ظاہری کا ذکر تھا۔ اب جاننا چاہیئے کہ حواس باطنی بھی پانچ ہی ہیں حس مشترک، متخیلہ، متفکرہ، حافظہ، واہمہ اہل ہند کے نزدیک حواس چار عدد ہیں۔ بدھ، من، اہنکار، چت۔ ان چاروں کے مجموعہ کو "انتھ کرن" کہتے ہیں۔ یہ انتھ کرن گویا پانچوں حواس (واہمہ) کے جا بجا ہیں۔ چت میں ایک عادت پائی جاتی ہے جس کو ہندی زبان میں "ست برگرت" کہتے ہیں یہ عادت چت کے پاؤں کے جا بجا ہے۔ اگر یہ عادت مفقود ہو جائے تو چت معطل و بیکار ہو جاتا ہے۔

پہلا حواس بدھ عقل کو کہتے ہیں۔ بدھ کا یہ کام ہے کہ انسان کو نیکی کی ہدایت کرنی ہے اور بدی سے منع کرنی ہے دوسرا حواس "من" ہندی میں دل کو کہتے ہیں۔ من میں دو قوتیں پائی جاتی ہیں۔ سنکلپ یعنی کسی کام کا ارادہ کرنا "بکلپ" یعنی ارادہ کو توڑ دینا۔ تیسرا حواس چت دل کے تی لعد کو کہتے ہیں جس کا کام یہ ہے کہ وہ ہر طرف بلا امتیاز بھلائی اور برائی کے دوڑتا پھرتا ہے چوتھا حواس اہنکار اس کے معنی ہیں۔ اشیاء کو اپنی طرف منسوب کرنے والا۔ اہنکار دراصل پرماتما کی ہی ایک صفت ہے جو اس کو بذریعہ مایا (عشق) لاحق ہوئی ہے اہنکار کی تین قسمیں ہیں ساتگ، راجس، تامس اہنکار ساتگ یعنی گیان سروپ ایک اعلیٰ ترین صفت ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ پرماتما کہتا ہے کہ جو کچھ بھی ہے وہ سب میرا ہی ظہور ہے۔ یہ مرتبہ اور صفت تمام اشیاء کو کلی طور پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:۔ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ یعنی ہوشیار رہو۔ خدا تعالیٰ ہی تمام اشیاء کا احاطہ کرنے والا ہے نیز ارشاد باری ہے:۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ یعنی خدا تعالیٰ ہی اول ہے اور وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے۔

اور "اہنکار راجس" اہنکار ساتگ اور اہنکار تامس کے مابین اوسط درجہ کی صفت ہے جس کے معنی ہیں کہ جیو آتما کو ملحوظ رکھتے ہوئے خدا تعالیٰ یہ کہتا ہے کہ میری ذات بدن اور عناصر سے پاک ہے جسمانیت کو مجھ سے کوئی نسبت نہیں ہے چنانچہ ارشاد باری ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ یعنی خدا تعالیٰ کی مانند کوئی چیز نہیں ہے نیز ارشاد خداوندی ہے

Marfat.com

فانّ اللّٰہ غنیٌّ عن العالمین یعنی خدا تعالیٰ ظہورِ عالم سے بے نیاز و بے پرواہ ہے۔

"اہنکار تامس"، یہ اہنکار راجس و اہنکار ساتک سے ادنیٰ درجہ کی صفت ہے اہنکار تامس کو ہندی زبان میں اودیا یعنی مرتبۂ عبودیت (بندگی) کہتے ہیں۔ اس صفت کے ادنیٰ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انسان نہایت عجز و انکسار سے اپنے آپ کو نادان اور غافل سمجھے اور اپنی بندہ (محسوس دنیاوی زندگی) کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کہے کہ مجھ میں اور تجھ میں بہت بڑا فرق ہے تیری ذات اقدس وحدہٗ لاشریک ہے اور میں بندۂ پُرگناہ ہوں چنانچہ اسی مضمون کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے کہہ دیجئے کہ لوگو! میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہوں۔ پشت کہتا ہے کہ جب حضرت وجود نے متعین ہونا چاہا تو محض اس ارادہ سے وہ پرم آتما ہو گیا۔ جب اس کا تعین اور بڑھ گیا تو اہنکار بن گیا اور جب ذرا تقید اس میں بڑھ گیا تو وہ مہاتت (عقلِ کل) کے نام سے موسوم ہوا۔ سنکلپ (عزم مصمم) اور مہاتت سے من یعنی دل بنا۔ دل کو ہندی میں پرکرت بھی بولتے ہیں۔ اور سنکلپ و من سے پنج گیان اندری (حواس خمسہ ظاہری) پیدا ہوئے سنکلپ اور پنج گیان اندری سے تمام اعضاء جسمانی پیدا ہوئے ان سب کے مجموعہ کو بدن یا سریر کہتے ہیں پس پرم آتما کا مظہر اوّل محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور مظہر ثانی حضرت روح القدس (جبرئیل علیہ السلام) میں پرماتما نے یہ تمام تقیدات (مخلوقات) خود پیدا کیے ہیں۔ اور اپنے آپ کو خود ہی ان تقیدات سے وابستہ کیا ہے جیسا کہ ریشم کا کیڑا ریشم کی تاریں اپنے لعاب دہن سے نکال کر ان میں اپنے آپ کو لپیٹ لیتا ہے۔ اسی طرح خداوند تعالیٰ نے یہ تمام ذہنی قیود از خود پیدا کر کے اپنے آپکو ان میں ظاہر فرمایا ہے جیسا کہ درخت کا بیج اپنے اندر سے ایک درخت نمودار کرتا ہے پھر اسی درخت میں خود بھی ظاہر ہو جاتا ہے بلکہ تمام شاخوں، پتوں اور پھولوں میں بھی اس کا بیج ظاہر ہوتا ہے پس اچھی طرح سمجھ لو کہ خدا تعالیٰ جہاں پیدا ہونے سے پیشتر اپنی ذات اقدس میں مخفی تھا اور ظہور عالم کے بعد تمام جہان میں پوشیدہ ہے۔

Marfat.com

(۳) شغل کا بیان

فقرائے ہند کے نزدیک ویسے تو بہت سے اشغال ہیں لیکن سب سے بہتر شغل ان کے نزدیک "اجپا" کا شغل ہے یہ شغل "اجپا" اس قسم کا شغل ہے کہ تمام جانداروں سے ہمیشہ اور ہر وقت خواب و بیداری میں قصداً اور بلا قصد صادر ہوتا رہتا ہے چنانچہ اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے "یعنی درحقیقت ہر ایک چیز خدا کی حمد و تسبیح میں مشغول رہتی ہے لیکن ان کی یہ حمد و تسبیح تمہاری سمجھ میں نہیں آسکتی" (قرآن مجید)

الغرض شغل "اجپا" کا یہ طریقہ ہے کہ فقراء ہند سانس کی آمد و رفت کو دو لفظوں سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی جب سانس باہر آتا ہے تو اس وقت لفظ "او" کہتے ہیں اور جب سانس اندر جاتا ہے تو لفظ "من" کہتے ہیں جس کا مجموعہ اونم ہو جاتا ہے اور صوفیائے اسلام بجائے اونم کے "ھو اللہ" کا شغل کرتے ہیں یعنی سانس جب باہر جاتا ہے تو "ھو" کہتے ہیں اور جب اندر جاتا ہے تو "اللہ" کہتے ہیں تو یہ دونوں لفظ (ھو اللہ) ہر جاندار سے ہر وقت بلا قصد و اختیار صادر ہوتے رہتے ہیں اور اس کو اس بات کی خبر بھی نہیں ہوتی۔

(۴) صفات الٰہی کا بیان

صوفیائے کرام کے نزدیک خدا تعالیٰ کی دو صفتیں جمال اور جلال ہیں تمام مخلوقات ان دونوں صفات کے ماتحت ہے اور فقرائے ہند کے نزدیک صفات الٰہی تین ہیں جن کے مجموعہ کو ترگن کہتے ہیں ست۔ رج۔ تم۔ ست کے معنی ایجاد اور رج کے معنی القاء (باقی رکھنا) اور تم کے معنی افناء (نابود کرنا) صوفیائے کرام القاء کی صفت کو جمال میں داخل سمجھتے ہیں۔ چونکہ یہ تینوں صفات الٰہی ایک دوسری میں مندرج ہیں لہٰذا فقراء ہند ان تینوں صفات کو دوسرے لفظوں میں ترمورت بولتے ہیں اور الگ الگ ہر صفت کو علی الترتیب برہما، بشن اور مہیش کہتے ہیں اور صوفیائے عظام کی اصطلاح میں جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل بولتے ہیں۔ برہما (جبرئیل) ایجاد عالم کا موکل

Marfat.com

ہے اور بشن (میکائیل) البقاء عالم کا موکل ہے اور مہیش (اسرافیل) افنا عالم کا موکل ہے۔ عنصر آب و باد و آتش بھی انہی موکلوں کی طرف منسوب ہے۔ عنصر آب جبرئیل علیہ السلام کی طرف اور عنصر باد اسرافیلؑ کی طرف اور عنصر آتش میکائیل علیہ السلام کی طرف منسوب ہے اور یہ تینوں اشیاء (آب، باد، آتش) تمام جانداروں میں پائی جاتی ہیں۔ برہما کی صفت جو کہ عنصر آب سے مناسبت رکھتی ہے جانداروں کی زبان میں پائی جاتی ہے جس کے ذریعے وہ جاندار بولتے ہیں اور یہی صفت برہما کلام الٰہی کی مظہر ہے اور صفت بشن جو کہ عنصر آتش سے مناسبت رکھتی ہے جانداروں کی آنکھوں میں پائی جاتی ہے۔ اسی صفت بشن کی بدولت روشنی، نور اور بینائی ظہور پذیر ہوئی۔ اور صفت مہیش جو کہ عنصر باد کی طرف منسوب ہے جانداروں کے ناک میں پائی جاتی ہے۔ اس صفت کے ذریعے ہی جانداروں کے سانس کی آمد و رفت ہے۔ یہ سانس کی آمد و رفت دو نفخہ صور کی جا بجا ہے جب سانس کی آمد و رفت کا یہ سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے تو جاندار فانی اور مردہ ہو جاتا ہے۔ تر گن خداوندی کی صفات کا نام ہے وہ تین صفات ایجاد، البقاء اور افنا ہیں۔ ان تین صفات کے نام برہما، بشن اور مہیش ہیں جن کے صفات تمام مخلوقات میں ظاہر ہیں۔ پہلے مخلوق پیدا ہوتی ہے پھر ایک معین مدت تک باقی رہ کر نابود ہو جاتی ہے ان تینوں صفات کی قدرت "شکت" کہلاتی ہے شکت کو تردیوی بولتے ہیں اس شکت سے ترمورت یعنی برہما بشن اور مہیش پیدا ہوئے اور تردیوی سے یہ تین چیزیں پیدا ہوئیں۔ سرستی و پاربتی اور لچھمی، سرستی، رجوگن اور برہما سے تعلق رکھتی ہے اور پاربتی تموگن اور مہیش سے اور لچھمی ست گن اور بشن سے تعلق رکھتی ہے

(۵) روح کا بیان

روح کی دو قسمیں ہیں ایک مطلق روح اور دوسری ابوالارواح، فقراء ہند مطلق روح کو "آتما" اور ابوالارواح کو "پرماتما" کہتے ہیں جب ذات باری تعالیٰ لطافت یا کثافت سے متعین اور مقید ہوتی ہے تو وہ مجرد اور لطیف ہونے کے باعث روح اور آتما کہلاتی ہے اور جسمانی و کثیف ہونے

Marfat.com

کے باعث سریر (بدن) کہلاتی ہے اور جو ذات کہ ازل میں متعین ہوگئی اس کو روحِ اعظم بولتے ہیں۔
یہ روحِ اعظم ذات مجمع الصفات کے ساتھ یگانہ صفت ہے اور جس ذات میں تمام ارواح داخل ہیں اسے پرماتما اور ابوالارواح کہتے ہیں پانی اور موج کی مثال بدن اور روح یا سریر اور آتما کی سی ہے اور تمام موجوں کے مجموعہ کی مثال کلی طور پر ابوالارواح اور پرماتما کی سی ہے اور محض پانی کی مثال حضرت وجود سدھ اور چیتن کی سی ہے۔

(۶) ہوا کا بیان

جو ہوا بدنِ انسانی میں حرکت کرتی ہے جب وہ پانچ جگہوں میں پہنچتی ہے تو وہ پانچ ہی ناموں سے موسوم ہو جاتی ہے پران، اپان، سمان، اودان، ویان پران وہ ہوا ہے جو ناک سے لے کر پاؤں کی انگلیوں تک سرایت کئے ہوئے ہے سانس کی آمد و رفت اسی ہوا کی خاصیت ہے اپان وہ ہوا ہے جو نشتگاہ (چوتڑوں) سے لے کر تناسل تک حرکت کرتی ہے یہ ہوا ناک کے ارد گرد پھرتی رہتی ہے اور انسان کی زندگی اسی ہوا پر منحصر ہے۔ سمان وہ ہوا ہے جو سینہ اور ناف میں حرکت کرتی ہے اودان وہ ہوا ہے جو حلق سے لے کر اُمّ الدماغ تک پھرتی رہتی ہے ویان وہ ہوا ہے جو انسان کے تمام ظاہری و باطنی اعضاء میں بھری ہوئی ہے۔

(۷) چار عالموں کا بیان

تمام مخلوقات کو عالموں میں سے گزرنا ضروری اور لازمی امر ہے عوالم کی تعداد میں اختلاف ہے بعض صوفیائے کرام کے نزدیک عوالم پانچ ہیں عالمِ ناسوت، عالمِ ملکوت، عالمِ جبروت، عالمِ لاہوت اور عالمِ مثال اور بعض صوفیائے عظام کے نزدیک عالم چار ہیں۔ ان کے نزدیک عالمِ مثال کوئی الگ عالم نہیں ہے بلکہ وہ عالمِ ملکوت کو ہی عالم قرار دیتے ہیں۔
فقراء ہند کے نزدیک بھی عالم چار ہی ہیں جاگرت، سپن، سکھوپت، ترُیا، عالمِ ناسوت، عالمِ ظاہری

Marfat.com

وعالم بیداری کو کہتے ہیں" سپن یا عالم ملکوت" عالم ارواح وعالم خواب کو بولتے ہیں" سکھوپت یا عالم جبروت" اس عالم کو کہتے ہیں جس میں مذکورہ بالا ہردو عالم کے نقوش اور میرے تیرے کا امتیاز نہ ہو۔ یہ عالم آنکھیں بند کرکے بھی دکھائی دے سکتا ہے اور آنکھیں کھلی رکھ کر بھی۔ بہت سے فقراء کو اس عالم (جبروت) کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ چنانچہ سردار صوفیائے کرام حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ "کچھ دیر بے تیمار بیٹھنے کا نام تصوّف ہے۔"

شیخ الاسلام (ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد انصاری ہروی) نے حضرت جنید بغدادیؒ سے روایت کیا ہے کہ بے تیمار کسے کہتے ہیں؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ: بے تیمار اسے کہتے ہیں کہ مطلوب بلا تلاش مل جاوے اور ان ظاہری آنکھوں سے دیکھے بغیر ہی اس کا دیدار ہو جاوے۔ کیونکہ دیدارِ مطلوب کا باعث خود دیکھنے والا ہوتا ہے (نہ کہ اس کی آنکھیں) پس بے تیمار بیٹھنے کے یہی معنی ہیں کہ اس وقت عالمِ ناسوت وعالمِ ملکوت کے نقوش کا دل میں گزر نہ ہونے پائے حضرت مولانا رومؒ نے بھی حسب ذیل ابیات میں اس قولِ جنیدؒ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

خواہی کہ بیابی یک لحظہ مجویش ❊ خواہی کہ بدانی یک لحظہ مدانش
چوں در نہانش جوئی دوری ز آشکارش ❊ چوں آشکار جوئی محجوبی از نہانش
چوں ز آشکار و پنہاں بیروں شوی ببرہان ❊ پاہا دراز میکن خوش خسپ در امانش

(یعنی اے طالب اگر تم مطلوبِ حقیقی تک رسائی چاہتے ہو تو اسے ظاہری تلاش سے مت ڈھونڈو۔ نیز اگر تم اس کی معرفت کے طالب ہو تو ظاہری طریقوں سے معرفت حاصل نہ کرو۔ اگر تم اسے باطنی طور پر (عالم ملکوت) میں تلاش کرو گے تو عالمِ ناسوت سے بے خبر اور دور ہو جاؤ گے۔ لیکن اگر تم ظاہر و باطن (عالم ناسوت وعالم ملکوت) سے نکل کر برہان اور دلیل کے ذریعے عارف الہٰی بن جاؤ گے۔ تو پھر تم پاؤں پھیلا کر پناہ خداوندی میں میٹھی نیند سو جاؤ۔"

"تریا" یا عالم لاہوت ذات باری تعالیٰ کو کہتے ہیں چونکہ مذکورۃ الصدر ہر سہ عالم کو محیط اور شامل ہے اور ان کا عین ہے اگر انسان کی سیر عالم ناسوت سے عالم ملکوت تک اور عالم ملکوت سے

Marfat.com

عالم جبروت تک اور عالم جبروت سے عالم لاہوت تک ہو تو یہ انسان کی ترقی ہے اور اگر حضرت حقیقت الحقائق (جس کو فقراء ہندا وُسن بولتے ہیں) مرتبہ لاہوت سے نزول فرمائے اور عالم جبروت و ملکوت سے گزر جائے تو اس کی سیر عالم ناسوت پر جا کر ختم ہو جائے گی اور یہ جو نزول کے درجے بعض صوفیوں نے چار اور بعض نے پانچ قرار دیئے ہیں وہ اسی سیر حقیقت الحقائق کی طرف اشارہ ہے۔

(۸) آواز کا بیان

آواز اسی نفس الرحمان (خدا کی سانس) سے پیدا ہوئی ہے جو کہ ایجاد عالم کے وقت لفظ "کن" سے ظاہر ہوئی۔ اسی خدائی آواز کو فقراء ہند ست کہتے ہیں باقی تمام آوازیں اور صدائیں اسی آواز (ست) سے پیدا ہوئی ہیں: ؎

ہر کجا بشنوی چو نغمۂ اوست ؎ کہ شنید ایں چنیں صدائے دراز

جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ایک نور ہے جس کو میں دیکھتا ہوں۔ اگر اس حدیث کو علمائے ظاہر بین کے مطابق نورٌ انی اراہ ہی پڑھا جائے تو بھی اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ حضور علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کا دیدار دنیا میں نہیں کیا۔ البتہ اس سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے کہ اس کی ذات محض کا دیدار ناممکن ہے نہ یہ کہ مطلقاً اس کا دیدار ناممکن ہے اگر اس حدیث میں اِنّی پڑھا جائے تب تو اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ پردۂ نور میں اس کا دیدار کامل ہو سکتا ہے اور اگر اَنّیٰ پڑھا جاوے تو اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ محض ذات باری تعالیٰ کا دیدار ناممکن ہے۔ یہ اختلاف دراصل عبارتی نہیں ہے بلکہ اعجاز نبوی ہے کہ ایک حدیث میں دو مسئلے بیان کر دیئے اور یہ آیت دیدار الٰہی کی بیّن دلیل ہے۔ وجوہ یومئذٍ ناضرۃٌ الیٰ ربہا ناظرۃٌ یعنی اس روز بہت سے چہرے تروتازہ ہوں گے اور اپنے پروردگار کا دیدار کریں گے۔ اور یہ آیت اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اس کی ذات محض کا دیدار ناممکن ہے لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر یعنی اس کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور وہ سب آنکھوں کو دیکھتا ہے

Marfat.com

اور وہ نہایت لطافت اور بیرنگی میں ہے۔ اس آیت میں جو "ہو" کا لفظ ہے یہ اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات محض کا دیدار نہیں ہو سکتا۔

دیدار الٰہی کی پانچ قسمیں ہیں اوّل خواب میں دل کی آنکھوں سے۔ دوم بیداری کی حالت میں ان ظاہری آنکھوں سے، سوم بیداری اور خواب کی درمیانی حالت (بیخودی و استغراق کی حالت) چہارم ایک خاص تعیّن میں دیدار ہونا۔ پنجم عالم ظاہری و باطنی کے کثرات تعینات میں خدا تعالیٰ کی ذات واحد کا دیدار ہونا۔ یہ پانچواں دیدار حضور علیہ السلام کو اس وقت ہوا جبکہ باری تعالیٰ میں آپ فنا ہو گئے اور دیکھنے والے اور دکھائی دینے والے میں بظاہر کوئی فرق نہیں رہا۔ اور آپ کا خواب و بیداری بیخودی سب ایک دکھائی دینے لگا۔ اور آپ کی ظاہری و باطنی آنکھیں ایک ہو گئی تھیں دیدار الٰہی کا کمال درجہ یہی ہے اس درجہ میں دنیا و آخرت دونوں یکساں ہیں۔ نیز یہ دیدار ہر جگہ اور ہر وقت میسر ہوتا ہے [1]

۹ اسمائے الٰہی کا بیان

جاننا چاہیئے کہ اسمائے الٰہی بے انتہا ہیں۔ ذاتِ مطلق و بحت و صرف و غیب الغیب و حضرت واجب الوجود کو فقراء ہند کی زبان میں اسن، نرگن، نرنکار، نرنجن، ست چت کہتے ہیں۔ اگر علم کو اس کی طرف منسوب کیا جائے تو اہلِ اسلام کے نزدیک اس کو علیم اور فقراء ہند کے ہاں چیتن کہتے ہیں اور اسم حق کو فقراء ہند اننت کہتے ہیں اور قادر کو سمرتھ، سمیع کو سروتا، بصیر کو درشٹا اور کلیم کو وکتا، اللہ کو اوم اور ھو کو سہ بولتے ہیں۔ فرشتہ کو یہ لوگ دیوتا کہتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے مظہر اتم کو اوتار یعنی پیغمبر کہتے ہیں۔ اوتار اس کو بولتے ہیں کہ قدرت الٰہی کا اس میں ظہور ہوا اور جو کام خلاف عادت اس سے سرزد ہوں اور قدرت الٰہی اور خارق عادت کام اس وقت کسی دوسرے بنی نوع انسان سے ظاہر نہ ہو۔ جو وحی کہ پیغمبروں پر نازل ہوتی ہے اس کو یہ لوگ اکاس بانی بولتے ہیں اکاس بانی اس کو اس لیے کہتے ہیں کہ یہ وحی اکاس (خدا کے رُخ زیبا) سے صادر ہوتی ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

---

[1] دیدار الٰہی کے مسئلہ پر دارا شکوہ نے "سکینۃ الاولیاء" میں بہت سے حوالوں اور سندوں کے ساتھ مفصل بحث کی ہے۔

Marfat.com

کہ نزول وحی کا ذوق مجھ پر تمام اوقات سے زیادہ کٹھن گزرتا ہے۔ وحی کو کبھی میں گھنٹی کی طرح سنتا ہوں اور کبھی زنبور (بھڑ) کی آواز کی طرح، آسمانی کتابوں کو یہ لوگ بید کہتے ہیں خوبصورت اور اچھے جنات (پریوں) کو اپچھرا کہتے ہیں اور برے اور بدمعاش جنات کو راجھس کہتے ہیں آدمی کو منگھ، دلی کو رکھی اور نبی کو مہا سدھ بولتے ہیں۔

(۱۰) نبوت اور ولایت کا بیان

پیغمبروں کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ پیغمبر جنہوں نے خدا تعالیٰ کو ظاہری یا باطنی آنکھوں سے دیکھا ہو دوسرے وہ پیغمبر جنہوں نے خدا تعالیٰ کی آواز سنی ہو۔ خواہ محض آواز سنی ہو۔ یا وہ آواز سنی ہو جو حروف کلمات سے مرکب ہو۔ تیسرے وہ پیغمبر جنہوں نے فرشتۂ وحی کو دیکھا ہو۔ یا اس کی آواز سنی ہو۔ نبوت اور ولایت کی بھی تین قسمیں ہیں (۱) نبوت و ولایت تنزیہی (۲) نبوت و ولایت تشبیہی (۳) نبوت و ولایت جو تنزیہہ و تشبیہہ کی جامع ہے۔

نبوت تنزیہی کی مثال جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت ہے جنہوں نے خدا تعالیٰ کو تنزیہہ (بلاکیف) دیکھا اور لوگوں کو ہدایت کی۔ سوائے محدودے چند لوگ ان پر ایمان لائے اور سب کے سب طوفان میں غرق ہو گئے۔ علیٰ ہذا القیاس اس زمانے کے زاہد (فقراء) جو کہ مریدوں کو تنزیہہ خدا کی طرف دعوت کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پیر و مرید میں سے کوئی بھی عارف الٰہی نہیں ہوتا۔ نہ ہی ان کے اقوال سے مخلوق کو چنداں فائدہ پہنچتا ہے یہ خشک زاہد راہ سلوک و طریقت میں محو رہتے ہیں اصل مطلوب کو نہیں سمجھتے۔

نبوت تشبیہی کی مثال جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت جنہوں نے خدا تعالیٰ کو شعلۂ آتش میں دیکھا اور اسی میں سے خدا تعالیٰ کا کلام پاک سنا۔ اسی لیے اکثر امت موسوی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کے باعث تشبیہہ میں مبتلا ہو کر گوسالہ پرست بن گئی۔ اسی طرح آجکل بعض مریدین بزرگوں کی تقلید سے تنزیہہ سے دور جا پڑے ہیں اور تشبیہہ میں گرفتار ہو گئے

Marfat.com

ہیں۔ خوشنما اور عمدہ اشیا کے دیکھنے اور لہو لعب میں مبتلا ہیں ایسے لوگوں کی پیروی ہرگز نہیں کرنی چاہیئے۔

ہر صورت دلکش کہ ترا روئے نمود ∴ خواہد فلک از چشم تو اش زود ربود
رو دل بکسے دِہ کہ در اطوار وجود ∴ بوداست و ہمیشہ با تو خواہد بود

یعنی اے انسان جس قدر دلکش صورتیں تجھے نظر آ رہی ہیں خدا کو یہی منظور ہے کہ یہ صورتیں جلد سے جلد تیری آنکھوں سے اوجھل ہو جائیں تو تمہیں چاہیئے کہ اپنا دل اس ذات حق سے لگا دجو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ہی باقی رہے گا۔

نبوت جامع التنزیہہ والتشبیہہ یعنی وہ نبوت جس میں تنزیہہ اور تشبیہہ دونوں جمع ہیں۔ یہ حضرت سرورِ عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہے جس میں مطلق اندا امقید (مخلوق) رنگ وبیرنگ اور تنزیہہ و تشبیہہ سب ایک جگہ جمع ہو گئے ہیں۔ اسی مرتبہ کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے لیس کمثلہ شیٔ یعنی اس کی مثل کوئی شے نہیں ہے یہ کلام مرتبۂ تنزیہہ کی طرف اشارہ ہے وھو السمیع البصیر یعنی وہ سننے والا دیکھنے والا ہے یہ مرتبۂ تشبیہہ کی طرف اشارہ ہے یہ مرتبہ تمام مراتب سے اعلیٰ ہے جو کہ جامع اور خاتم المراتب ہے اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے اسی لیے ہمارے پیغمبر علیہ السلام کی نبوت مشرق سے لے کر مغرب تک تمام جہان کو شامل ہے نبوت تنزیہی نبوت تشبیہی سے محروم ہوتی ہے اور نبوت تشبیہی نبوت تنزیہی سے خالی ہوتی ہے اور نبوت جامع تنزیہہ و تشبیہہ دونوں مراتب کو شامل ہے جیسے ارشادِ خداوندی ہے۔ ھو الاول والآخر والظاھر والباطن یعنی وہی اول اور وہی آخر ہے وہی ظاہر اور وہی باطن ہے جیسے نبوت جامع حضور علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہے اسی طرح ولایت جامع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے کامل اولیاء کرام کے ساتھ مخصوص ہے جن کے حق میں ارشاد ہے کنتم خیر امۃ اُخرجت للناس۔ یعنی بہترین اُمت وہ لوگ ہیں جو تشبیہہ تنزیہہ کے جامع ہیں جیسا کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حسین رضی اللہ عنہ و بقیہ باقیہ اور عشرہ مبشرہ اور

اور اکابر مہاجرین و انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین اولیا تھے اس کے بعد تابعین میں سے حضرت اویس قرنیؓ وغیرہ۔

اس کے بعد والے زمانہ میں حضرت ذوالنون مصری، فضیل عیاض اور معروف کرخی ابراہیم ادھم، بشرحافی سری سقطی، بایزید بسطامی، جنید بغدادی، سہل تستری، ابوسعید خراز، رویم، ابوالحسین، ابراہیم خواص، ابوبکر شبلی وغیرہ اکابر اولیاء کرام گزرے ہیں۔ ان کے بعد والے زمانے میں حضرت ابوسعید ابوالخیر (مرشد حضرت غوث الاعظم) شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری، شیخ احمد جام، محمد معشوق طوسی، احمد غزالی، ابوالقاسم گرگانی ہو چکے ہیں۔

ان کے بعد والے زمانے میں ہمارے مقتدائے اوّل قطب ربانی محبوب سبحانی حضرت غوث الاعظم محی الدین سید عبدالقادر جیلانی، ابومدین مغربی، شیخ اکبر محی الدین ابن العربی، شیخ نجم الدین کبریٰ، شیخ فریدالدین عطار، مولانا جلال الدین رومی وغیرہ صوفیاء کرام اور اولیاء عظام گزرے ہیں اس کے بعد حضرت خواجہ معین الدین اجمیری، خواجہ بہاؤالدین نقشبند، خواجہ عبیداللہ احرار، مولانا عبدالرحمان جامی، ان کے بعد میرے شیخ جنید ثانی حضرت شاہ میر اور میرے استاد میاں باری اور میرے مرشد ملا شاہ اور شاہ محمد دلربا اور شیخ طبیب سرہندی اور باوا لال بیراگی وغیرہ صوفیاء و فقراء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

۱۱ برہمانڈ کا بیان

برہمانڈ سے مراد کل اور گنبد کی شکل میں حضرت وجود (خدا) کے ظہور کا تقید ہے۔ چونکہ اس کا کسی خاص طرف میلان اور تعلق نہیں ہے بلکہ اس کی نسبت سب کی طرف یکساں ہے اور سب پیدائش اور نمائش اسی کے درمیان ہے اس لیے فقرائے ہند اس کو برہمانڈ کہتے ہیں۔

یہ آواز جو ناد کے نام سے موسوم ہے موحدانِ ہند کے نزدیک تین قسم کی ہے۔

(۱) اناہت[1] یعنی وہ آواز جو گزشتہ زمانے میں بھی تھی۔ اب بھی ہے اور آئندہ زمانہ میں بھی رہے گی۔
صوفیائے کرام اس آواز کو آواز مطلق، اور سلطان الاذکار کہتے ہیں یہ آواز مطلق قدیم ہے۔
مہاآکاس اسی آواز سے محسوس ہوتا ہے اور اس آواز کو ہر دو گروہ کے بہت بڑے لوگ ہی پہنچ سکتے ہیں
"آہت" یعنی وہ آواز جو کسی چیز کو کسی چیز پر مارنے سے بلاترکیب الفاظ پیدا کرتی ہے "سبد"
یعنی وہ آواز جو الفاظ کی ترکیب سے پیدا ہوتی ہے آواز سبد کو "سرتی" سے مناسبت ہے اسی آواز
سبد سے اہلِ اسلام میں اسم اعظم اور فقراء ہند میں "بید محض" یعنی اوم[2] ظاہر ہوا ہے۔
فقراء ہند کے ہاں اس اسم اعظم (اوم) کے یہ معنی ہیں کہ خداوند تعالیٰ ہی ہر سہ صفات (ایجاد، ابقاء
افناء) کا صاحب ہے اور فتحہ ضمہ اور کسرہ جن کو ہندی زبان میں اکار، وکار، مکار کہتے ہیں اسی اسم
اعظم سے پیدا ہوئے ہیں اسی اسم کی فقراء ہند کے نزدیک ایک خاص صورت ہے جو کہ ہمارے

۱؎ یہ جہان محض ارادۂ خداوندی سے لفظ کُن کے ذریعے ظہور پذیر ہوا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: بدیع السموٰت والارض و اذا قضیٰ امراً فانما یقول لہ کن فیکون۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہی زمین و آسمان کا خالق ہے جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ "کُن" (ہوجا) پس وہ کام ہو جاتا ہے۔

۲؎ "اوم" ہندوؤں کے ہاں ایک نہایت متبرک لفظ ہے جو ان کی مذہبی کتابیں شروع کرنے سے پہلے پڑھا جاتا ہے متبرک ہونے کی وجہ سے ہی اہل ہنود اس لفظ کو زبان پر لاتے وقت اپنا منہ ہاتھ بند کر لیتے ہیں لیکن ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اوم کے مخصوص معنی کیا ہیں بعض فقراء ہند کے نزدیک یہ لفظ (اوم) تین لفظوں (ادیتی۔ ورما، متر) کا مخفف ہے یعنی ان ہر سہ الفاظ کا پہلا حرف (ا۔ و۔ م) لے کر ان کے مجموعہ سے اوم کا لفظ بنا ہے پس اس کے یہ معنی ہوئے کہ وہ خدا جو پیدا کرنیوالا ہے۔ بود کرنے والا اور نابود کرنے والا ہے۔ داراشکوہ نے اپنشدوں کے ترجمہ میں قرآن کریم کو اوم الکتاب لکھا ہے۔

Marfat.com

اسم اعظم سے مشابہت رکھتی ہے اس اسم میں بھی عناصر خمسہ ظاہر ہیں۔

(۱۲) نور کا بیان

نور کی تین قسمیں ہیں۔ اگر جلالی صفت میں ظاہر ہو تو یا سورج کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے یا یاقوت کے رنگ میں یا آگ کے رنگ میں اور اگر نورِ جمالی صفت میں ظاہر ہو تو یا چاند کے رنگ میں ظہور پذیر ہوتا ہے یا چاندی کے رنگ میں یا موتیوں کے رنگ میں۔ ذات الٰہی کا نور جو کہ ان تمام صفات میں سے منزّہ اور پاک ہے اس کو اولیاء اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ وہ اولیاء جن کے حق میں خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔ یَہْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَاءُ یعنی اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف رہنمائی فرماتا ہے اور یہ نور وہ ہے کہ جب انسان سو جاتا ہے اور یا آنکھیں بند کر کے بیٹھتا ہے تو اس نور کو نہ ظاہری آنکھوں سے دیکھتا ہے اور نہ ظاہری کانوں سے سن سکتا ہے اور نہ زبان سے اس کو ادا کر سکتا ہے اور نہ بینی ناک سے اس کو سونگھ سکتا ہے اور نہ قوت لامسہ سے اس کو ادا کر سکتا ہے حالانکہ خواب میں یہ سب کام ایک چیز سے کر لیتا ہے اور اس کو دیگر اعضاء اور حواس ظاہری اور چراغ کی روشنی کی متعلق ضرورت نہیں ہوتی اور اس خواب کی حالت میں حواس خمسہ ظاہری بعینہٖ ایک ہو جاتے ہیں اس کو نور ذات کہتے ہیں اور یہی خدائے ذوالجلال کا نور ہے

اے دوست ذرا غور و فکر کر کہ میں نے کیا کہا ہے کیونکہ یہ غور و فکر کا مقام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فکر کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:۔ تفکّر ساعۃٍ خیر من عبادۃِ سنۃٍ یعنی اس فکرِ الٰہی میں ایک گھنٹہ مستغرق رہنا ایک سال کی عبادت سے افضل ہے اور جو نور اس آیت سے مفہوم ہوتا ہے اس کو فقراءِ ہند "جوت سروپ" یا سوا پرکاس" یا "سین پرکاس" کہتے ہیں۔

اللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ:۔ یعنی اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو نور عطا فرمانے والا ہے یہ نور ہمیشہ خود بخود روشن ہے خواہ جہاں میں نظر آئے یا نہ آئے چنانچہ صوفیائے کرام نے آیت مذکورۃ الصدر میں نور کا ترجمہ منور (روشن کرنے والا) فرمایا ہے اسی طرح فقراء ہند

Marfat.com

نے بھی نور کو منوّر سے تعبیر کیا ہے اور اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے اللہُ نور السمٰوٰت والارض۔
یعنی اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کو نور (روشنی) عطا فرمانے والا ہے۔ مثل نورہٖ کمشکوٰۃ فیھا
مصباحٌ یعنی اُس کے نور کی مثال اس طاقچہ کی سی ہے جس میں چراغ دھرا ہے المصباحُ
فی زجاجۃٍ وہ چراغ شیشہ میں رکھا ہوا ہے الزجاجۃُ کانّھا کوکبٌ دُرّیٌ
وہ شیشہ ایسا صاف شفاف اور چمکدار ہو جیسا چمکتا ہوا ستارہ یُوقدُ مِنْ شجرۃٍ
مُبٰرکۃٍ زیتونۃٍ لاشرقیۃٍ ولاغربیۃٍ جو مبارک درخت زیتون سے روشن
کیا گیا ہو اور مشرقی و مغربی ہواؤں سے محفوظ ہو۔ یکادُ زیتھا یُضیٓئُ ولو یمسسہ نارٌ
کہ اس زیتون کا تیل بلا آگ لگائے روشنی دینے لگے۔ نورٌ علیٰ نورٌ گویا نور پر نور ہے
یھدی اللہ لنورہٖ من یشاءُ رہنمائی کرتا ہے اللہ اپنے نور کی طرف جسے چاہتا ہے۔
اس آیت کی تفسیر کے متعلق جو کچھ خاکسار کے فہم و ادراک میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ مشکوٰۃ (طاقچہ)
سے مراد عالم اجسام ہے اور مصباح (چراغ) سے مراد نور ذات الٰہی ہے جو کہ چمکدار ستارہ
کی طرح روشن ہے اس چراغ کو (نور ذات) کے ذریعے یہ شیشہ (روح) بھی چراغ کی طرح روشن
معلوم ہوتی ہے اس چراغ کے روشن ہونے سے مراد نور وجود ہے اور درخت مبارک سے
مراد حق تعالیٰ کی ذاتِ اقدس ہے جو کہ مشرقی و مغربی اطراف و جہات سے منزّہ اور پاک ہے
اور زیت (زیتون) سے مراد روح اعظم ہے جو کہ نہ ازلی ہے اور نہ ابدی۔ یعنی وہ روغن زیتون
بے حد لطیف اور صاف و شفاف ہونے کے باعث خود بخود روشن ہے اس کو روشنی کی
ضرورت نہیں ہے چنانچہ حضرت شیخ ابوبکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ روح کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ
روح کا شیشہ اس درجہ روشن ہے کہ دنیاوی آگ لگانے کی اس کی ضرورت نہیں ہے چونکہ اس
شیشۂ روح میں ذاتی استعداد اور قابلیت انتہا درجہ کی ہے اس لیے وہ بہت جلد روشن ہو جاتا ہے
اور یہ نور زیت (روغن زیتون کی روشنی ہے) نورٌ علیٰ نورٌ ہے یعنی بے حد صاف و روشن
ہونے کے باعث نور پر نور ہے اس روشنی کے ذریعے کوئی شخص اس نور وحدت کو دیکھ نہیں سکتا۔

Marfat.com

جب تک کہ وہ خود اپنے نور وحدت کی طرف کسی کو رہنمائی نہ کرے پس اس آیہ کریمہ کا خلاصہ مطلب یہ ہوا حق تعالیٰ اپنے نورِ ذاتی سے لطیف و نورانی پردوں میں ظاہر ہے کسی ظلمت اور پردہ کو نور ذاتی میں گذر نہیں ہے اور نورِ ذاتی روح الارواح (روح اعظم) کے پردہ میں ظاہر ہے اور روح الارواح دیگر ارواح کے پردہ میں اور دیگر ارواح اجسام کے پردہ میں ظاہر ہیں اسی طرح چراغ اس روغن زیتون کسند ریعے شیشہ کے پردہ میں روشن ہے اور شیشہ طاقچہ کے پردہ میں رکھا ہے اور یہ سب چیزیں نورِ ذات الٰہی سے روشنی حاصل کرتی ہیں اس لیے روشنی پر روشنی بڑھ گئی ہے (ایک روغن زیتون کی روشنی دوسری شیشہ کی روشنی، تیسری نورِ ذاتی کی روشنی)

۱۲۳ دیدار الٰہی کا بیان

دیدار الٰہی کو فقراء ہندسا تجہات کار کہتے ہیں یعنی خدا تعالیٰ کو ان ظاہری آنکھوں سے دیکھنا جاننا چاہیئے کہ دیدار الٰہی خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں، ظاہری آنکھوں سے ہو یا باطنی آنکھوں سے۔ اس میں کسی نبی اور ولی کو شک و شبہ نہیں ہے۔ تمام اہلِ کتاب اور سب مذہبوں کے کامل اور اہل دل لوگ اس امر پر متفق الرائے ہیں خواہ اہلِ قرآن ہوں یا اہلِ بید خواہ یہودی ہو یا عیسائی۔ البتہ بے سمجھ اور ظاہر بین لوگ ایسے بھی ہیں جو دیدارِ الٰہی کے منکر ہیں۔ (جیسے شیعہ اور معتزلہ) جو خدائے قدوس ہر چیز پر قدرت اور طاقت رکھتا ہے کیا وہ اپنا دیدار کرانے پر قادر نہیں ہے۔ اس دیدار الٰہی کے مسئلہ کو علمائے اہلِ سنت والجماعت نے خوب واضح کر کے لکھا ہے یہ بھی واضح رہے کہ دیدار الٰہی سے مراد باری تعالیٰ کی ذات محض کا دیدار مراد نہیں ہے کیونکہ ذاتِ باری کا دیدار محال اور ناممکن ہے اس لیے کہ ذاتِ باری لطیف اور بے تعین ہے۔ وہ بغیر پردہ لطافت کے جلوہ گر نہیں ہو سکتی پس اس کا دیدار کس طرح ممکن ہے لہٰذا محض ذاتِ باری کا دیدار تو محال ہے اس نور وحدت کا دیدار ممکن بلکہ واقع میں ہے اور یہ بعض علماء نے کہا ہے کہ "خداوند تعالیٰ کا دیدار آخرت میں ہوگا دنیا میں اس کا دیدار ناممکن ہے" یہ محض

Marfat.com

بے اصل بات ہے اس لیے کہ جب خدا تعالیٰ میں قدرتِ کاملہ موجود ہے تو پھر یہ کیونکر محال ہے
دیدار جہاں چاہے اور جس وقت چاہے کرا دے۔ بلکہ اصل بات تو یہ ہے کہ جس کو اس دنیا میں
نصیب نہیں ہوا وہ آخرت میں بھی اس کے دیدار سے محروم رہے گا۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے ومن کان
فی ھذہٖ اعمیٰ فھو فی الاخرۃِ اعمیٰ۔ یعنی جو شخص دنیا میں میرے دیدار کی دولت سے
محروم (اندھا) رہا وہ آخرت میں بھی محروم رہے گا۔ معتزلہ اور شیعہ جو دیدارِ الٰہی کے بالکل منکر ہیں
وہ بہت بڑی غلطی پر ہیں۔ اس لیے کہ اگر وہ کہتے کہ محض ذاتِ باری تعالیٰ کا دیدار ...
بات درست تھی لیکن چونکہ وہ دیدارِ الٰہی کے تمام اقسام کے منکر ہیں اس لیے وہ بہت غلطی
پر ہیں۔ اس لیے کہ اکثر پیغمبر اور کامل ولیوں نے خدا تعالیٰ کو ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا
اور بلا واسطہ خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہوئے ہیں۔ جبکہ وہ خدا تعالیٰ کا کلام ہر جہت سے ...
رکھتے ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ وہ دیدارِ الٰہی کی ہر جہت سے صلاحیت نہیں رکھتے ...
ہے کہ ضرور وہ دیدارِ الٰہی کی قابلیت رکھتے ہیں جس طرح خدا تعالیٰ، اس کے ...
کتابوں، اس کے پیغمبروں، قیامت، قضا و قدر، خیر و شر اور اس کے مقدس ...
رکھنا فرض ہے اس طرح دیدارِ الٰہی پر ایمان اور یقین رکھنا بھی فرض اور لازم ...
ظاہر بین علماء اہلِ سنت والجماعت اس حدیث کی بنا پر دنیا میں دیدارِ الٰہی سے ...
ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا ...
ھل رایت ربک یعنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپؐ نے اپنے رب کو دیکھا ...
حضورؐ نے جواب دیا ہے کہ نورٌ انّی اراہ یعنی وہ ایک نور ہے جس کو میں کیونکر دیکھ ...
وہ ظاہر پرست علماء اس حدیث کو نورٌ انّی اراہ پڑھ کر یہ معنی کرتے ہیں کہ وہ ایک نور ہے
اس کو میں کیونکر دیکھ سکتا ہوں اول تو یہ حدیث نورٌ انّی اراہ پڑھنی چاہیے۔

(۱۴) جہات کا بیان

اہلِ اسلام کے نزدیک چھ جہتیں ہیں مشرق، مغرب، شمال، جنوب، اوپر نیچے اور ...

نزدیک جہات کو دِہ کہتے ہیں وہ مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے مابین کو بھی جہت سمجھتے ہیں اور ان کے مجموعہ کو دِہ دِشا نام دیتے ہیں۔

(۱۵) بیان آسمانہا

آسمانہا کو ہندی زبان میں لگن بولتے ہیں اہلِ ہند کے نزدیک آسمان آٹھ ہیں۔ سات آسمان تو وہی جو سات کواکب سیارہ کا محل ہیں۔ وہ سبع سیارہ یہ ہیں۔ زحل، مشتری، مریخ، شمس، زہرہ، عطارد، قمر، ہندی زبان میں ان سات ستارے کو نچھتر یعنی سنیچر، برسپت، منگل، سورج، سکر، بدھ، چندر ماس کہتے ہیں جس کو شریعت اسلامی میں کرسی کہا جاتا ہے اس کو حکما فلک ہشتم اور فلک ثوابت کہتے ہیں۔ یہ کرسی (فلک ہشتم) تمام زمینوں اور آسمانوں کو محیط ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ یعنی آسمان اور زمین کرسی میں سماجاتے ہیں۔ سات آسمانوں اور کرسی کے بعد نویں چیز مہا اکاس (عرش خدا) ہے اس کو آسمانوں میں شمار نہیں کرتے کیونکہ یہ کرسی ساتوں آسمانوں اور زمینوں بلکہ تمام مخلوقات کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔

(۱۶) زمین کا بیان

اہلِ ہند کے نزدیک زمین کے سات طبقے ہیں ان سات طبقوں کا مجموعی نام ہندی میں سپت تال ہے اور ہر طبقہ کے یہ سات نام ہیں اتل، بتل، سوتل، تلاتل، مہاتل، رساتل، پاتال۔ اہلِ اسلام کے نزدیک بھی زمینیں سات ہیں چنانچہ ارشاد باری ہے اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یعنی اللہ ہی ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور زمینیں بھی آسمانوں کی طرح سات پیدا کیں۔

۱۷ زمین کی تقسیم کا بیان

کُل روئے زمین کے حکما نے سات حصے قرار دیئے ہیں ان ساتوں حصوں کو ہفت اقلیم کہتے ہیں۔

اور اہلِ ہند ان کو سپت دیپ کہتے ہیں۔ زمین کے ان سات طبقوں کو پیاز کے پردوں کی طرح تہ بہ تہ نہیں سمجھتے۔ بلکہ نردبان کے پایوں کی طرح سمجھتے ہیں۔ ان ساتوں زمینوں میں سے ہر ایک کے گرداگرد ایک ایک پہاڑ مانتے ہیں۔ ان سات پہاڑوں کے نام یہ ہیں: سمیرو، سمویت، ہمکوت، ہمون، مکرہ، پارجاتر، کیلاس۔ یہ آیت بھی اس قول کی موید ہے والجبال اوتادًا یعنی ہم نے پہاڑوں کو زمینوں کی میخیں بنایا ہے۔ ان سات محیط پہاڑوں کے ارد گرد سات سمندر ہیں جن کو سپت سمندر کہتے ہیں۔ اوّل لون سمندر یعنی دریائے شور، دوم اکھرس سمندر یعنی گنّوں کے رس کا سمندر، سوم سمندر یعنی دریائے شراب، چہارم گھرت سمندر یعنی گھی کا سمندر، پنجم دہ سمندر یعنی دہی کا دریا، ششم کھیر سمندر یعنی دودھ کا دریا، ہفتم سوادجل یعنی صاف اور نتھرے ہوئے پانی کا دریا۔ دریاؤں کا سات ہونا اس آیت سے ثابت ہوتا ہے ولو اَنّ ما فی الارض من شجرةٍ اقلامٌ والبحرُ یمدُّہٗ من بعدہٖ سبعة ابحرٍ ما نفدت کلماتُ اللّٰہ یعنی اگر روئے زمین کے درخت قلمیں ہو جائیں اور وہ سات دریا سیاہی بن جائیں تو بھی خدا تعالیٰ کے کلمات ختم نہ ہوں۔ ہر ایک زمین پہاڑ اور دریا میں قسم قسم کی مخلوقات ہے۔ ان سب زمینوں اور پہاڑوں اور دریاؤں کے اوپر محققین اہلِ ہند کے نزدیک اور زمین اور پہاڑ اور دریا ہیں۔ جن کو وہ لوگ سرگت (بہشت) بولتے ہیں اور جو زمین اور دریا کہ سب زمینوں اور پہاڑوں اور دریاؤں کے نیچے ہیں ان کو نرک یعنی دوزخ کہتے ہیں محققین اہلِ ہند کے نزدیک بہشت اور دوزخ اسی جہان (برہانڈ) میں داخل ہیں۔ اس جہان سے خارج نہیں ہیں یہ سات آسمان جنہیں سبع سیارہ گردش کرتے ہیں ان کے متعلق ان (فقرائے ہند) کا یہ اعتقاد ہے کہ یہ ساتوں آسمان بہشت کے ارد گرد گھومتے ہیں نہ کہ بہشت کے اوپر۔ بہشت کی چھت یعنی عرش کو من آکاس کہتے ہیں اور بہشت کی زمین کو کرسی کہتے ہیں۔

(۱۸) عالم برزخ کا بیان

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ مَن مَاتَ فَقَدْ قَامَ قِیَامَتُہٗ جو شخص مر گیا اس کے لیے قیامت برپا ہوگئی

Marfat.com

مرنے کے بعد آتما (روح) اس بدن عنصری سے جدا ہو کر فوراً سوچھم سریر یعنی مثنی کے بدن میں داخل ہوجاتی ہے یہ مکتی (نجات) کا بدن ایک لطیف بدن ہے جو اعمال انسانی کا نمونہ اور صورت ہے نیک اعمال کا نمونہ اچھا اور بداعمالی کا نمونہ بُرا بدن تیار ہوتا ہے سوال وجواب کے بعد فوراً بہشتی بہشت میں جاتے ہیں۔ اور دوزخی دوزخ میں جیسا کہ آیت کریمہ میں مذکور ہے:۔ فاالذین شقوا ففی النارِ لہم فیہا ذفیرو شہیق خلدین فیہا مادامت السمٰوت والارض الاماشآ ربک ان ربک فعال لما یرید وَاما الذین سعدوا ففی الجنۃِ خلدین فیہا مادامت السمٰوٰت والارض الاما شآء ربک عطاءً غیر مجذوذ یعنی جو لوگ ازل میں بدبخت ہو چکے ہیں وہ دوزخ میں جائیں گے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں فریاد و نالہ کرتے رہیں گے جب تک کہ آسمان اور زمینیں قائم ہیں مگر جس کو خدا چاہے۔ بے شک تیرا پروردگار جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے اور جو لوگ ازلی بدبخت ہیں وہ زمین و آسمان کے باقی رہنے تک بہشت میں رہیں گے مگر جب تک خدا چاہے تم ان کو بہشت سے نکالے رکھے گا۔ خدا تعالیٰ کی بخششیں بے انتہا ہیں۔

دوزخ سے نکالنے کے یہ معنی ہیں کہ زمین آسمان کے برطرف ہونے سے پیشتر اگر خدا تعالیٰ چاہے گا تو دوزخ سے نکال کر بہشت میں داخل کر دے گا حضرت ابن مسعودؓ نے اس آیت مذکورۃ الصدر کی تفسیر کے متعلق یوں فرمایا کہ:۔ لیاتین علی جہنم زمان لیس فیہا احدٌ ذالک بعد ما یلبثون احقابا۔ یعنی جب دوزخیوں کو دوزخ میں سزا پاتے ہوئے مدتہائے دراز گزر جائیں گی تو ایک وقت ایسا بھی آئیگا کہ دوزخ میں کوئی دوزخی باقی نہ رہے گا۔

بہشتیوں کو بہشت سے نکالنے کا یہ مطلب ہے کہ زمین و آسمان کے فنا ہونے سے پہلے اگر خدا چاہے گا تو دوسرے بہشت سے نکال کر فردوس بریں میں داخل کر دیگا۔ یہ فردوس بریں خدا تعالیٰ کا ایک بے حساب عطیہ ہے نیز اس آیت سے بھی یہی مضمون ثابت ہے:۔ ورضوانٌ من اللہِ اکبرُ ذالک ھُوالفوز العظیم ط یعنی خدا تعالیٰ کی ایک سب سے بڑی بہشت ہے یہ ایک بڑی کامیابی اور نجات کی جگہ ہے۔

Marfat.com

اہلِ ہند فردوس بریں کو بیکنٹھ کہتے ہیں۔ ان کے ہاں بھی بیکنٹھ سب سے بڑی مکتی (نجات) کی جگہ ہے

۱۹ قیامت کا بیان

فقراء ہند کا اعتقاد ہے کہ جب لوگوں کو دوزخ و بہشت میں رہتے ہوئے مدت ہائے دراز گزر جائے گی تو مہا پرلی یعنی قیامت کبریٰ قائم ہو جائے گی چنانچہ اس آیت قرآنی سے بھی یہی مضمون ثابت ہوتا ہے۔ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّۃُ الْکُبْرٰی۔ یعنی جب قیامت کبریٰ برپا ہو جائے گی نیز اس آیت سے بھی اسی مضمون کی تائید ثابت ہوتی ہے۔ وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ ۔ یعنی جب نرسنگا میں حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونک لگائیں گے تو زمین و آسمان میں رہنے والے سب کے سب بے ہوش ہو جائیں گے لیکن جن کو خدا چاہے گا بے ہوش ہونے سے بچالے گا اور یہ بے ہوشی سے محفوظ رہنے والے عارف لوگ ہوں گے جو دنیا و آخرت دونوں جہاں میں بے ہوشی اور غفلت سے محفوظ ہیں۔ جب زمین و آسمان برطرف ہو جائیں گے۔ اور بہشت و دوزخ فنا ہو جائیں گے۔ نیز جب برہماند کی عمر ختم ہو کر وہ بھی فنا ہو جائے گا تو بہشتیوں اور دوزخیوں کو نجات کامل حاصل ہو گی یعنی ذاتِ الٰہی میں فنا ہو جائیں گے جیسا کہ اس آیت سے پتہ چلتا ہے۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَام ۔ یعنی جو کچھ روئے زمین پر ہے سب فنا ہو جائے گا اور باقی محض خدا ذوالجلال کی ذات اقدس رہ جائے گی۔

۲۰ مُکتی (نجات) کا بیان

مکتی کے معنی یہ ہیں کہ مخلوقات ذاتِ حق میں فنا ہو جائے گی۔ چنانچہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے: وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۔ رضوانِ اکبر میں داخل ہونا ایک بہت بڑی مکتی ہے مکتی کی تین قسمیں ہیں (۱) جیون مکتی یعنی زندگی میں نجات پا جانا وہ اس طرح ہے کہ

Marfat.com

انسان معرفتِ الٰہی حاصل کرکے اپنی زندگی میں ہی خلاصی اور نجات حاصل کرے اور اسی جہان میں تمام چیزیں اس کو ایک ہی دکھائی دیں اور تمام نیک و بد اعمال و افعال و حرکات و سکنات نہ اپنی طرف منسوب کرے نہ کسی اور کی طرف۔ اپنے آپ کو بلکہ تمام موجودہ اشیاء کو عین حق سمجھے اور سب میں خدائی مراتب کا جلوہ سمجھے اور تمام برہمانڈ جس کو صوفیائے کرام عالم کبریٰ اور خدا کی صورت کلی کہتے ہیں اس کو گویا خدا تعالیٰ کا بدن جسمانی تصور کرے اور عنصرِ اعظم یعنی مہا آکاس جو کہ سوچھم سریر کے قائم مقام ہے اس کو خدا تعالیٰ کا بدن لطیف سمجھے اور خدا تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کو بدنِ الٰہی کی روح سمجھے۔ تمام مخلوقات ذرّہ سے لے کر پہاڑوں تک خواہ عالم ظاہری میں موجود ہو یا عالمِ باطنی میں سب کو عین خدا سمجھ کر ایک معین شخص تصور کرکے اس وحدہٗ لاشریک کی ذاتِ اقدس کے سوا کسی اور کو دیکھے نہ جانے جیسا کہ انسان کے مختلف اور کثیر التعداد اعضاء ہیں مگر باوجود کثرت اعضاء کے انسان کی ذات ایک ہی ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی ذاتِ واحد کو بھی باوجود کثیر التعداد مخلوقات کے ایک ہی سمجھے۔

؎ جہاں یکسر چہ ارواح و چہ اجسام ؛ بود شخصے معین عالمش نام

جہان سب کا سب خواہ ارواح ہوں یا اجسام ایک شخص معین کی طرح ہے جس کا نام عالم (جہاں) ہے پس حق سبحانہٗ و تعالیٰ کو اس شخص معین کو روح رواں سمجھے اور یہ اعتقاد رکھے کہ خدا تعالیٰ اس شخص معین کے بال بال میں جلوہ نما ہے جیسا کہ شیخ سعد الدین حموی فرماتے ہیں۔ رباعی:۔

حق جانِ جہان است و جہاں جملہ بدن ؛ ارواح و ملائک حواس ایں ہمہ تن
افلاک و عناصر و موالید اعضاء ؛ توحید ہمیں است و دگر شیوۂ فن

یعنی تمام جہان مل کر گویا ایک بدن کی طرح ہے اور حق تعالیٰ اس بدن (جہاں) کی روح ہے روحیں فرشتے، حواس، آسمان، عناصر حیوانات، نباتات، جمادات اور حیوانات کے اعضاء یہ سب مل کر گویا ایک بدن ہیں۔ توحید دراصل یہی ہے۔ اس کے علاوہ سب مکر و فریب ہے کامل صوفی ہمیشہ جس چیز پر نظر ڈالتا ہے تو یہی سمجھتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کے فلاں عضو کو دیکھ رہا ہوں۔ فقراء ہند مثلاً

Marfat.com

بیاس وغیرہ تمام برہمانڈ کو ایک شخص معیّن تصوّر کر کے اس تصوّر کردہ شخص معین کو مہا پرس (خدا) بولتے ہیں اور اس کے اعضائے جسمانی کو یوں بیان کرتے ہیں کہ پاتال یعنی زمین کا ساتواں طبقہ گویا مہا پرس کے پاؤں کا تلوا ہے اور رساتل یعنی زمین کا چھٹا طبقہ گویا مہا پرس کے پاؤں کی پُشت ہے اور دیو شیطان مہا پرس کے پاؤں کی انگلیاں ہیں اور جن جانوروں پر شیطان سوار ہوتا ہے۔ وہ جانور گویا مہا پرس کے ناخن ہیں اور مہاتل یعنی زمین کا پانچواں طبقہ گویا مہا پرس کا ٹخنہ ہے اور تلاتل یعنی زمین کا چوتھا طبقہ گویا مہا پرس کی پنڈلیاں ہیں۔ سوتل یعنی زمین کا تیسرا طبقہ مہا پرس کا گھٹنا ہے اور بتل یعنی زمین کا دوسرا طبقہ گویا مہا پرس کی ران ہے اور اتل یعنی زمین کا پہلا طبقہ گویا مہا پرس کا آلۂ تناسل ہے اور کال یعنی زمانہ مہا پرس کی رفتار اور چال ہے اور برجانت دیوی جو کہ تمام جہان کے پیدا کرنے کرانے کا باعث ہے وہ مہا پرس کی قوتِ مردی ہے بارش مہا پرس کا نطفہ ہے بھولوک یعنی زمین سے لے کر آسمان تک سب کچھ مل کر گویا مہا پرس کے زیرِ ناف والا حصہ ہے۔ جنوب کی طرف کے تین پہاڑ گویا مہا پرس کا دایاں ہاتھ ہے اور شمالی طرف کے تین پہاڑ گویا مہا پرس کا بایاں ہاتھ ہیں اور سمیر پربت گویا مہا پرس کے چوتڑ ہیں۔ صبح کاذب کی روشنی گویا مہا پرس کے کپڑے کی مغزی کی تار ہے۔ اور صبح صادق کی روشنی گویا مہا پرس کی چادر کا سفید رنگ ہے۔ چنانچہ الکبریاء ردائی والی حدیث کا اس طرف اشارہ ہے۔

اور شام کا وقت جبکہ آسمان پر سرخی پھیلی ہوئی ہوتی ہے وہ گویا مہا پرس کی شرمگاہ ڈھکنے کا کپڑا ہے چنانچہ حدیث العظمۃ ردائی کا اشارہ اسی طرف ہے اور سمندر یعنی بحرِ محیط گویا مہا پرس کی ناف ہے اور بدوانل آتشی مکان ہے جو کہ اس وقت بھی سات دریاؤں کا پانی خشک کر دیگا۔ یہ بدوانل گویا مہا پرس کے معدے کی گرمی ہے۔ یہ طغیانی نہیں آنے دیتا اور قیامت کبریٰ میں تو تمام پانی کو خشک کر دے گا۔ یہ بدوانل اور باقی تمام دریا گویا مہا پرس کی رگیں ہیں جیسا کہ تمام رگیں ناف تک پہنچتی ہیں۔ اسی طرح تمام دریا بھی سمندر میں جا گرتے ہیں۔ گنگا، جمنا اور سرستی تینوں مل کر گویا مہا پرس کی شہ رگ ہیں انکلا جمنان، بنیکلا، جمونا، سکھمنا، سرستی بھولوک (تمام

Marfat.com

آسمانوں سے اوپر واقع دریا جہاں گندھرب دیوتے رہتے ہیں اور وہاں سے آواز آتی ہے) یہ سب مل کر گویا مہا پرس کا پیٹ ہیں۔ قیامت صغریٰ کی آگ گویا مہا پرس کا ناشتہ ہے اور قیامت صغریٰ میں پانی کا خشک ہو جانا گویا مہا پرس کی پیاس ہے اور سرگ لوک (جو کہ بھولوک سے بالاتر ہے اور بہشت کے طبقات میں سے ایک طبقہ ہے) گویا مہا پرس کا سینہ ہے کہ ہمیشہ خوشی اور آرام اسی میں ہوتا ہے اور تمام ستارے گویا مہا پرس کے جواہرات ہیں خدا تعالیٰ کا کسی کو بلا سوال کوئی چیز عطا کر دینا گویا مہا پرس کا دایاں پستان ہے اور سوال سے کسی کو مرحمت فرمانا گویا مہا پرس کا بایاں پستان ہے۔ اور اعتدال، رجوگن، ستوگن، تموگن جن کا مجموعہ پرکرت کہلاتا ہے گویا مہا پرس کا دل ہے جس طرح کنول کے پھول کے تین رنگ ہیں سفید، سرخ اور بنفشی اسی طرح دل جو کہ کنول کی شکل کا ہوتا ہے اس میں بھی تین صفتیں پائی جاتی ہیں اور یہ تینوں تین رنگ میں ظاہر ہوتی ہیں۔

برہما، بشن، مہیش۔ برہما جس کو من بھی کہتے ہیں مہا پرس کے دل کی حرکت اور ارادہ کا نام ہے بشن مہا پرس کے رحم اور مہربانی کا نام ہے اور مہیش مہا پرس کے غصے اور قہر کا نام ہے چاند گویا مہا پرس کے مسکرانے اور خوش ہونے کو کہتے ہیں اسی لیے چاند غم و اندیشہ کو دُور کر دیتا ہے۔ کوہ سمیر گویا مہا پرس کی کمر ہے اور سمیر پربت کے داہنے اور بائیں طرف والے پہاڑ گویا مہا پرس کی پسلیاں ہیں اور آٹھ فرشتے جو کہ دنیا کے کوتوال ہیں اور اندر جو کہ سب فرشتوں کا سردار ہے جس میں کمال درجہ کی طاقت پائی جاتی ہے دُنیا کو دینا یا نہ دینا، مینہ برسانا یا نہ برسانا سب اندر فرشتہ کے متعلق ہے۔ یہ آٹھوں فرشتے بمعہ اندر کے مہا پرس کے دونوں ہاتھ ہیں۔ داہنا ہاتھ دینے اور مینہ برسانے کا اور بایاں ہاتھ نہ دینے اور بارش بند کرنے کا ہے۔ اپچھرا یعنی حوران بہشتی مہا پرس کے ہاتھوں کی ہتھیلیوں کی لکیریں ہیں اور وہ فرشتے جن کو اہلِ ہند جچھ کہتے ہیں۔ مہا پرس کے ہاتھوں کے ناخن ہیں۔ تین فرشتے لوک پال کے مہا پرس کے داہنے ہاتھ ہیں اور جم فرشتہ مہا پرس کا بازو ہے۔ اور کول پال فرشتہ مہا پرس کا بایاں ہاتھ ہے اور کلپ برچھ یعنی شجرۂ طوبیٰ مہا پرس کی لاٹھی ہے۔ قطب جنوبی مہا پرس کا داہنا کندھا اور قطب شمالی بایاں کندھا ہے اور برُن لوک پال فرشتے کا نام ہے

Marfat.com

جس کے سپرد تمام مخلوقات کو پانی پہنچانا ہے اور جو کہ غرب کی طرف رہتا ہے یہ برن فرشتہ ہمیشہ
مہاپرس کی گردن کا مکا ہے انا ہت یعنی سلطان الاذکار مہاپرس کی بارگاہ آواز ہے۔ مہر لوک
(جو کہ سرگ لوک سے اوپر ہے) مہاپرس کا گلا اور گردن ہے۔ اور جن لوک جو کہ مہر لوک سے اوپر
ہے۔ مہاپرس کا منہ مبارک ہے خواہش جہاں مہاپرس کی ٹھوڑی ہے جہاں میں حرص اور
لالچ پایا جاتا ہے یہ گویا مہاپرس کا نچلا ہونٹ ہے۔ اور شرم وحیا مہاپرس کا اوپر والا
ہونٹ ہے اور محبت والفت مہاپرس کے گویا مسوڑھے ہیں اور تمام جہاں کی خوراک گویا
مہاپرس کی خوراک ہے اور عنصر آب مہاپرس کا منہ اور تالو ہے اور عنصر آتش مہاپرس کی زبان
ہے اور سرستی مہاپرس کے بولنے کی طاقت ہے اور چاروں بید مہاپرس کی صداقت اور سچائی ہے
مایا یعنی عشق (جس کے باعث تمام جہان پیدا ہوا) گویا مہاپرس کی منی اور مذاق ہے اور جہاں
کی آٹھوں سمتیں مہاپرس کی دکان میں اشنی کمار (جو کہ نہایت خوبصورت فرشتے ہیں) مہاپرس کے
ناک کے سرد اندرونی پردے ہیں۔ گندھ تن ماتر یعنی عنصر خاک مہاپرس کی قوت شامہ ہے عنصر باد گویا
مہاپرس کا سانس لینا ہے جن لوک اور تپ لوک جو بہشت کا پانچواں اور چھٹا طبقہ ہے کا درمیانی حصہ
نور ذات الٰہی سے بھرا ہوا ہے اس کا نصف جنوبی حصہ مہاپرس کی داہنی آنکھ اور نصف شمالی حصہ
مہاپرس کی بائیں آنکھ ہے اور اصلی نور جس کو آفتاب ازلی کہتے ہیں مہاپرس کی قوت باصرہ ہے اور
تمام مخلوقات مہاپرس کی نظر عنایت کا نتیجہ ہے دن اور رات گویا مہاپرس کا آنکھ جھپکنا ہے منزانی
فرشتہ جو محبت کا اور توسنا امی جو کہ دشمنی اور غصہ کا ہے مہاپرس کے دونوں ابرو ہیں جن لوک جو کہ
جن لوک سے اوپر واقع ہے مہاپرس کی پیشانی ہے اور وہ لوک جو سب لوکوں سے بالا تر ہے۔
مہاپرس کی کھوپری ہے آیات توحید اور کتاب اللہ مہاپرس کا ام الدماغ ہے۔ سیاہ بادل مہاپرس
کے سر کے بال ہیں اور تمام پہاڑوں کی نباتات مہاپرس کے بدن کے بال ہیں اور لچھمی جو کہ دولت و
خوبی عالم ہے مہاپرس کا حسن ہے۔ چمکتا ہوا سورج مہاپرس کے بدن کی صفائی ہے۔ بھوت اکاس
مہاپرس کے بدن کے مسامات ہیں۔ چداکاس کے بدن کی روح ہے۔ ہر ایک آدمی کی صورت و شکل

مہا پرس کا گھر ہے انسان کامل مہا پرس کا خاص محل اور خلوت کی جگہ ہے ۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو حکم دیا کہ اے داؤد ۔ میرے لیے گھر بناؤ ۔ داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے خداوند ۔ تو گھر سے پاک ہے ۔ فرمایا کہ میرا دل دراصل تو ہی ہے اپنے دل کو غیروں سے خالی رکھو ۔ اور جو کچھ اس برہماند میں مفصل طور پر موجود ہے ، وہ سب کچھ اجمالی طور پر انسان میں موجود ہے ۔ اسی لیے انسان کو عالم کبیر کہتے ہیں ۔ جس شخص کو اس قدر معرفت حاصل ہو جائے اسی کے لیے جیونی مکت ہے اور اسی کے حق میں یہ آیت قرآنی نازل ہوئی ہے ۔ فرحین بما اتاھم اللّٰہ من فضلہ یعنی ان کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دکھا رہا ہے اس سے وہ خوشحال ہیں ۔ یہ تو مکتی کی پہلی قسم کی تھی اب مکتی کی دوسری قسم ملاحظہ ہو ۔ سرب مکت یعنی نجات کامل ۔ سرب مکت کے یہ معنی ہیں کہ ذات الٰہی میں فنا ہو جائے ۔ یہ سرب مکت تمام مخلوقات کو شامل ہے قیامت کبریٰ کے بعد جب آسمان و زمین بہشت و دوزخ فنا ہو جائیں گے اور برہماند اور دن رات نابود ہو جائیں گے تو تمام مخلوقات ذاتِ الٰہی میں فنا اور محو ہونے کے باعث نجات پا جائے گی اس مکتی کی طرف ان دو آیتوں میں اشارہ ہے وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ یعنی خدا تعالیٰ کا فردوس برین بہت بڑی نجات اور کامیابی ہے ۔ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔ یعنی اولیاء اللہ کو نہ کسی قسم کا کوئی خوف و خطر ہے اور وہ غمگین ہوں گے ۔

سرا بد مکت ۔ یعنی آخری نجات سرا بد مکت کے یہ معنی ہیں کہ جس دفعہ بھی عارف الٰہی سیر کرے ۔ خلاص اور نجات یافتہ ہو خواہ وہ سیر دن میں ہو یا رات میں عالم ظاہر ہو یا عالم باطن میں ۔ خواہ برہماند نظر آئے یا نہ آئے ۔ خواہ وہ سیر زمانہ گزشتہ میں ہو یا موجودہ زمانہ میں یا آئندہ زمانہ میں اور جہاں جہاں قرآن مجید میں جنّٰتٍ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا واقع ہوا ہے وہاں جنت سے مراد معرفت الٰہی ہے اور اَبَدًا سے مراد اس مکتی کی ابدیت ہے کیونکہ ہر جگہ معرفت الٰہی کی استعداد اور قابلیت اور فضلِ الٰہی درکار ہے چنانچہ حسبِ ذیل دو آیتیں اسی جماعت کے حق میں وارد ہوئی ہیں ۔ یُبَشِّرُھُمْ رَبُّھُمْ بِرَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّھُمْ فِیْھَا نَعِیْمٌ

Marfat.com

مُقِیْمٌ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ اَجْرٌ عَظِیْمٌ۔ یعنی خدا تعالیٰ اپنی رحمت فردوس بریں اور اُن بہشتوں کی ان کو خبر دیتا ہے جن میں ان کے لیے دائمی نعمتیں اور نہ ختم ہونے والی نجات ہے بے شک خدا تعالیٰ کے ہاں ان کے لیے بڑا اجر ہے۔ وَ یُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اِنَّ لَھُمْ اَجْرًا حَسَنًا مَّاکِثِیْنَ فِیْہِ اَبَدًا۔ یعنی خدا تعالیٰ ان مومنوں کو خوشخبری دیتا ہے۔ جو نیک عمل کرتے ہیں کہ ان کے لیے اچھا اجر ہے وہ اس فردوس اعلیٰ میں ہمیشہ رہیں گے۔

۲۱ دن اور رات کا بیان

فقراء ہند کے نزدیک برہما یعنی جبرائیل علیہ السلام کی عمر اور برہماند کے باقی رہنے کی مدت دنیا اٹھارہ انج سال ہے ہر ایک انج ایک ہزار برس کا ہوتا ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے وَ اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ یعنی خدا تعالیٰ کے ہاں دنیاداروں کے حساب کے مطابق ایک ہزار سال کا دن ہوتا ہے نیز ارشاد باری ہے تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَ الرُّوْحُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں گے فرشتے خصوصاً جبرائیل اس روز جو پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ ہر ایک دن ایک ہزار برس کا ہوگا۔ جیسا کہ پہلی آیت میں صراحتاً مذکور ہو چکا ہے پس ثابت ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی عمر اور دن کی عمر اور تمام برہماند کی مدت دنیا کے اٹھارہ انج سال ہے ہر ایک انج ہزار برس کا ہوتا ہے فقراء ہند کا یہی مسلک ہے۔

جاننا چاہیے کہ اٹھارہ کی خصوصیت فقراء ہند کے نزدیک اٹھ اور دس پر مخصوص ہے اس سے زیادہ ان کے ہاں کوئی مرتبہ نہیں ہے اور جو چھوٹی چھوٹی قیامتیں اس اثناء میں گزری ہیں ان کو کھنڈ پرلی کہتے ہیں جیسے پانی کا طوفان یا آگ کا طوفان یا ہوا کا طوفان جب یہ مدت (اٹھارہ ہزار سال) ختم ہو جائے گی تو دن (دنیا) شام (قیامت) بن جائے گا۔ اور قیامت کبریٰ (مہا پرلی) قائم ہو جائے گی جیسا کہ حسب ذیل روایتوں میں مذکور ہے یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ یعنی جس روز

اس دنیاوی زمین کے بدلہ میں کوئی اور زمین (قیامت کی زمین) لائی جائے گی ۔ وَیَوْمَ نَطْوِی السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ یعنی جس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹیں گے جس طرح کاغذ لکھنے کے لیے لپیٹا جاتا ہے قیامت کبریٰ کے بعد شب بطون آئے گی جو کہ روزِ ظہور کے برابر ہے جس میں تمام مخلوقات خدا کی ذات میں فنا ہو جائے گی یہ شب بطون بھی اٹھارہ ہزار سال کی ہے اوستہاتم یعنی سکوبت اور جبروت کی مدت حضرت ذاتِ الٰہی ہے جو کہ جہاں کے پیدا کرنے اور فنا کرنے سے فارغ ہے اسی سکوبت کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے ۔ سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَا الثَّقَلَانِ ۔ یعنی اے انسانو اور جنو ۔ ہم عنقریب تم سے فارغ ہو جائیں گے حضرت ذاتِ ظہورِ عالم کے زمانہ میں ناسوت تک مقام پر ہے اور قیامت صغریٰ میں مقام ملکوت اور قیامت کبریٰ کے بعد مقام جبروت میں ہوگا

یہ روشن ہو کچھ میں نے دن رات کے متعلق لکھا ہے یہ نہایت تحقیق و تدقیق سے اپنے کشف کے مطابق لکھا ہے اور یہ میرا کشف ان مذکورہ دو آیتوں کے مطابق واقع ہوا ہے یہ تحقیق گو آپ نے کبھی کتاب میں نہ دیکھی ہوگی اور نہ کسی سے سنی ہوگی تاہم اگر کسی ناقص العقل کو میری یہ تحقیق ناگوار معلوم ہو تو ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ یعنی خداوند کریم جہان سے بے پرواہ بے نیاز ہے ۔

(۲۲) زمانہ کی بے انتہائی کا بیان

محققین اہلِ ہند کے نزدیک نہ صرف یہی ایک رات اور ایک دن ہے بلکہ ان کے علاوہ بھی دن راتیں ہیں جن کی کوئی انتہا نہیں ہے اور اس بے انتہا گردش زمانہ کو انادی پرواہ کہتے ہیں زمانہ کی اسی بے انتہائی کے مذاق خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا ہے ؎

ماجرای من و معشوق مرا پایان نیست ⁂ ہرچہ آغاز ندارد نپذیرد انجام

یعنی میری اور میرے معشوق کی داستان کی کوئی انتہا نہیں ہے کیونکہ جس چیز کی ابتداء نہیں ہوتی

Marfat.com

اس کی انتہا بھی نہیں ہوا کرتی جو کچھ پچھلے دنوں اور راتوں میں خدا تعالیٰ کی صفتیں ظہور پذیر ہو چکی ہیں۔ آئندہ کے دنوں میں بھی بعینہٖ وہی لوٹ کر آجائیں گی جیسا کہ آیت میں صریحاً مذکور ہے کَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُہٗ یعنی جس طرح ہم نے پہلی مرتبہ مخلوقات کو پیدا کیا ہے پھر دوبارہ اسی کو پیدا کریں گے پس معلوم ہوا کہ اس دور کے ختم ہونے کے بعد پھر بعینہٖ ابوالبشر آدم علیہ السلام پیدا ہوں گے علیٰ ھٰذا القیاس ہمیشہ اسی طرح یہ دور زمانہ گردش کرتا ہے گا نیز یہ آیت بھی اسی مضمون پر دلالت کرتی ہے۔ کَمَا بَدَاَکُمْ تَعُوْدُوْنَ یعنی جس طرح ہم نے پہلے تمہیں پیدا کیا ہے اسی طرح ہم پھر تمہیں پیدا کریں گے

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ بے نہایتی ادوار سے تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ثابت نہیں ہوتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ دوسرے دور میں بھی حضور علیہ السلام بعینہٖ پیدا ہوں گے لہذا اس دور میں بھی آپؐ خاتم الانبیاء ہی رہیں گے چنانچہ یہ حدیث اسی مضمون کی مؤید ہے کہ شب معراج کو حضور پرنور علیہ السلام نے اونٹوں کی ایک بے انتہا قطار دیکھی۔ ہر ایک اونٹ پر دو دو صندوق لدے ہوئے تھے اور ہر ایک صندوق میں اس جہان کی طرح ایک جہان تھا اور ہر جہان میں بعینہٖ اپنی طرح کا ایک محمدؐ دیکھا حضرت جبرائیل علیہ السلام سے حضور صلعم نے دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے حضرت جبرائیلؑ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سے میں پیدا ہوا ہوں اس وقت سے میں اسی طرح دیکھ رہا ہوں کہ اونٹوں کی بے انتہا قطار مع صندوقوں کے جاری ہے۔ لیکن مجھے یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ یہ ماجرا کیا ہے۔ دراصل یہ دوروں کی بے نہایتی کی طرف اشارہ ہے۔

خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ محض اس کی توفیق سے رسالہ ہذا موسومہ "مجمع البحرین" سنہ ۱۰۶۵ھ میں جبکہ اس خاکسار محمد دارا شکوہ کی عمر بیالیس سال کی تھی۔ ختم ہو گیا۔

تمت الخیر

Marfat.com

کتابیات

۱۔ نیرنگ خیال نومبر ۱۹۲۳ء

۲۔ پنجاب ہسٹاریکل سوسائٹی جرنل

۳۔ حسنات العارفین

۴۔ ماہنامہ مصلح جنوری ۱۹۲۷ء

۵۔ مقاماتِ مظہریہ ۔ مرزا مظہر جانِ جاناں

۶۔ ماہنامہ صوفی دسمبر ۱۹۲۶ء

۷۔ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی جلد اوّل

۸۔ مقالات شبلی جلد ہفتم

۹۔ مجمع البحرین (انگریزی) محفوظ الحق

۱۰۔ دیوانِ داراشکوہ ۔ احمد نبی خان

۱۱۔ لاہور (انگریزی) عبداللطیف

۱۲۔ داراشکوہ حیات و تصانیف ۔ بکرماجیت ہستر

۱۳۔ نقوش دس سالہ نمبر ۱۹۵۸ء مضمون پروفیسر سالک

۱۴۔ آئینہ حقیقت ۔ عبدالرحمان شاستری

۱۵۔ شعر العجم ۔ مقدمہ اکرام الحق

۱۶۔ رودِ کوثر ۔ شیخ اکرام

۱۷۔ بادشاہ نامہ جلد اوّل ۔ عبدالحمید

۱۸۔ سفینۃ الاولیاء ۔ داراشکوہ

۱۹۔ منتخب اللباب جلد اوّل و سوم ۔ خافی خان

۲۰۔ تزک جہانگیری

۲۱۔ عمل صالح ۔ محمد صالح کنبوہ

۲۲۔ ظفرنامہ شاہجہاں از مولوی ذکاء اللہ

۲۳۔ داراشکوہ (انگریزی) قانونگو

۲۴۔ خزینۃ الاصفیاء ۔ مفتی غلام سرور

۲۵۔ رقعات عالمگیری مرتبہ نجیب اشرف ندوی

۲۶۔ مفتاح التواریخ

۲۷۔ داراشکوہ (انگریزی) معین الدین

۲۸۔ مآثر عالمگیری

۲۹۔ عالمگیر نامہ

۳۰۔ اورنگ زیب ۔ جادو ناتھ سرکار

۳۱۔ تاریخ شاہ شجاع ۔ میر محمد معصوم

۳۲۔ سکینۃ الاولیاء ۔ داراشکوہ

۳۳۔ اردو ترجمہ سکینۃ الاولیاء ۔ بدخشانی مقبول بیگ

۳۴۔ البیرونی کا بھارت